

مؤسس

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

فائل 1993ء

مارچ، اپریل و مئی و جون

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671

/makhtarraza1011

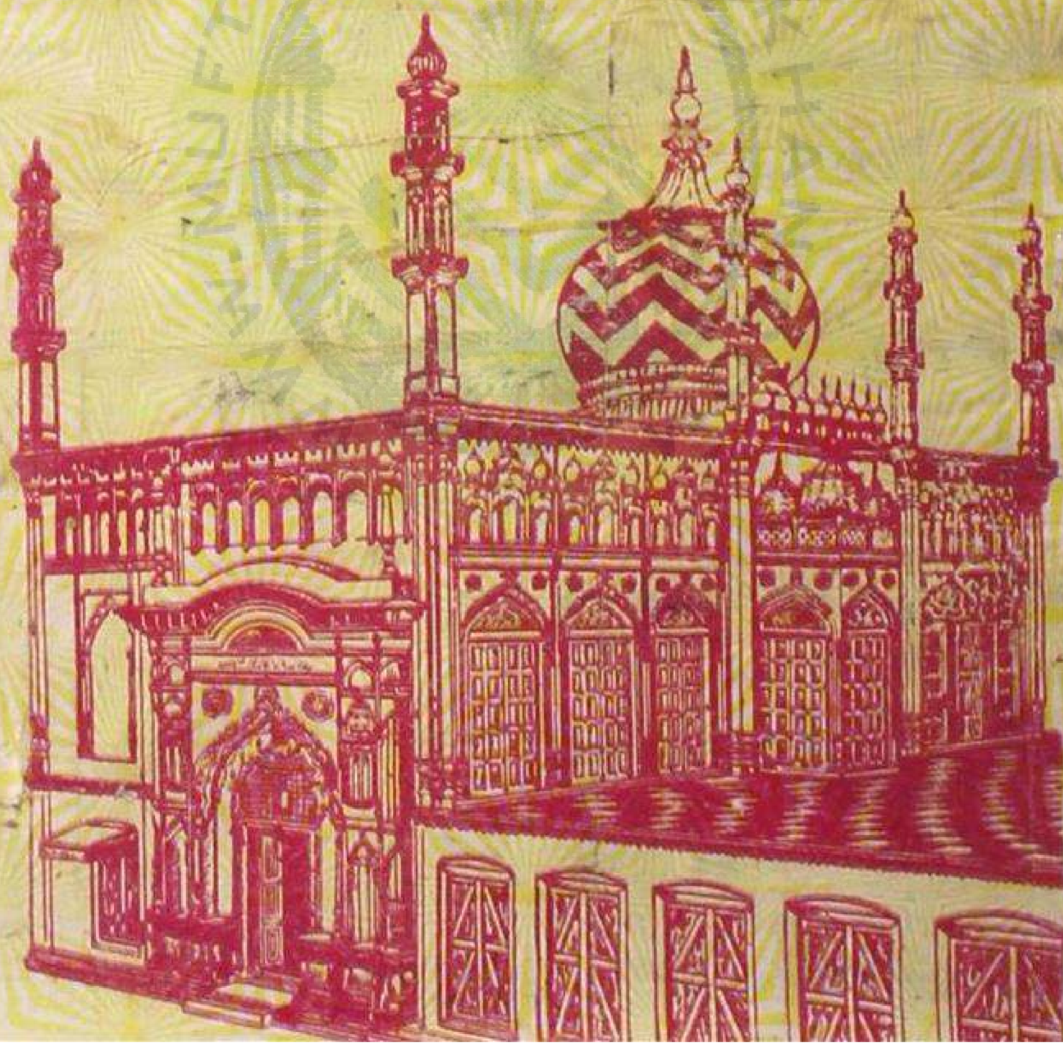

فیضان تاج الشریعہ جاری رہیگا
FAIZANE TAJUSHSHARIAH JARI RAHEGA

اہلسنت کا ترجمان

ماہنامہ

سنی دنیا

بریلی شریف



مرکز سواد اعظم اہلسنت آستانۂ عالیہ قادریہ رضویہ
کا
علمی، دینی، اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ بریلی شریف

سُنّی دنیا

جلد ۱۲
شمارہ ۳

رمضان / مارچ
۱۴۱۳ھ / ۱۹۹۳ء

مالک و نگران

جانشین مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قادری ازہری

نائب نگراں
محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر اعلیٰ
محمد شہاب الدین رضوی اختری

منیجر
محمد شعیب خاں بریلوی

تزئین و کتابت
اختر رضوی، باتسی پورلوی

زر اشتراک
فی شمارہ ۶ روپے
سالانہ ۶۰ روپے
پاکستان ۱۵۰ روپے
دیگر ممالک ۲۵۰ روپے
لائف ممبری ۵۰۰ روپے

ہیڈ آفس :- ۸۲ سوداگران رضا نگر بریلی شریف (یو۔پی)
فون نمبر ۷۲۱۶۶
پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

برانچ آفس : ادارہ معارف رضا ۳ آل رسول علی پبلک اسکول پاک نگر اکرم روڈ نزد چمڑہ منڈی لاہور

اشاریات

مرکزی دارالافتاء

جس کے ذریعہ وقت کی الجھی ہوئی شخصی، سماجی، معاشرتی اور اجتماعی گتھیاں فقہ اسلامی کی روشنی میں حل کی جاتی ہیں۔ ملک و بیرون ملک کے آئے ہوئے ہزاروں سوالات کے شافی جوابات دیے جاتے ہیں — مخیر حضرات اس کی امداد و اعانت کی طرف توجہ دیں۔ عیدین اور دیگر مواقع پر زکوٰۃ صدقہ فطر اور عشر وغیرہ کے جلد قوم سے اس کی اعانت کر کے صدقہ جاریہ کا ثواب حاصل کریں — ترسیل زر کا پتہ

جانشین مفتیٔ اعظم علامہ اختر رضا خاں ازہری ۸۲۔ سوداگران بریلی

۲۴۳۰۰۲ (یوپی)

(اداریہ)

روزہ ایک صابرانہ زندگی

از: محمد شہاب الدین رضوی اختری

کسی کا قرب حاصل کرنے لئے بڑی جد وجہد کرنی پڑتی ہے ـــــ پہلے بزرگوں، صوفیاء کے یہاں مجاہدات ومکاشفات کے منازل طے کرائے جاتے سلوک وتصوف کے مناہج طے کرنے کے بعد اس بزرگ کا مقرب بنتا ہے۔

ـــــ اسی طرح تقرب الٰہی کا معاملہ ہے کہ روزہ تقویٰ ملنے کا ذریعہ وسبب ہے، اور زیادہ سے زیادہ تقویٰ حاصل کرنا کامل واکمل مومن کی شان اور مومن کا شعار ہے ـــــ کیونکہ مومن کی زندگی کا مقصد ہی تقرب الٰہی ہے جو تقویٰ کے بغیر ناممکن اور تقویٰ بغیر روزہ حاصل نہیں ہو سکتا ـــــ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ـــــ (بقرہ : ۱۸۳)

اے ایمان والو! ـــــ تم پر روزے فرض کئے گئے، جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے، کہیں تمھیں پرہیزگاری ملے ـــــ (کنز الایمان)

روزہ میں آدمی صبح صادق سے لے کر شام سورج ڈوبنے تک نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے ـــــ اس طرح وہ اپنی زندگی کی سب سے بڑی ضرورت کو چھوڑ کر صبر کی تربیت حاصل کرتا ہے، دن میں بھوک و پیاس لگتی ہے اور جسم کمزور ہو جاتا ہے ـــــ مگر اللہ تعالیٰ کے فرمان پر عمل کرنے کے لئے ان ساری پریشانیوں کو اٹھاتا ہے ـــــ وہ اپنی جسمانی کمزوریوں کے باوجود اپنے ہوش وحواس برقرار رکھتا ہے، روزہ رکھنا

گویا کہ ایک طویل سفر طے کرنا ہے ـــــ انسان کو چاہیئے کہ اپنے اصل مقصد حیات کی طرف سفر کو جاری رکھے ، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بے حساب و کتاب نعمتوں سے نوازہ ہے ـــــ اور جب یہ نعمتیں روزے کے دوران سامنے آتی ہیں تو وہ صبر کرتے ہوئے شام کے لئے ٹال دیتا ہے ، پھر کچھ ہی دیر میں شام کو افطار کے وقت طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز ہو جاتا ہے ـــــ دنیا میں مومن کو جو زندگی گزارنا ہے وہ سراپا صبر کی زندگی ہے ـــــ گویا روزہ صابرانہ زندگی کا ایک نام ہے۔

حضور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ـــــ آدمی کے ہر نیک کام کا بدلہ دس سے سات سو تک دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ مگر روزہ کہ وہ میرے لئے ہے ، اور اس کی جزا میں دوں گا ـــــ بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے ـــــ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں ، ایک افطار کے وقت ، اور ایک اپنے رب سے ملنے کے وقت ، اور روزہ دار کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے

رمضان المبارک کا رحمت و نور بھرا مہینہ ہمارے سروں پر سایہ فگن ہے۔ اس مہینہ میں ہماری ذمہ داریاں کچھ اور ہی بڑھ گئی ہیں۔ اپنے اعمال و افعال کی درستگی ، قول و فعل میں یکسانیت اور اسلامی احکامات پر سختی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کے علاوہ پوری دنیا میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم میں شہداء کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ اور برادران اسلام میں اتفاق و اتحاد کی دعا کریں۔ کیونکہ انتشار ہی ہماری کمزوری ہے غیر مسلموں نے ان کمزوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام پر حملے تیز کر دیئے ہیں۔ ہم کو اپنی کمزوریوں کو دور کرنا ہے اور اسلام کے بتائے ہوئے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا ہے ـــــ دنیا میں ہو رہے مظالم مسلمانوں کے اعمال کا نتیجہ ہیں اعمال کی درستگی ہی [illegible] بہبودی کی ضامن ہے۔ ہندوستان کے حالات کچھ ایسے مرحلے میں داخل ہو چکے ہیں جس کے [illegible] یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ مستقبل قریب کا زمانہ مسلمانوں کے لئے انتہائی خطرناک ہوگا۔ الکفر ملۃ وا[illegible] کے پیش نظر سبھی متحد ہیں اور اہل اسلام آپسی اختلافات کی چکی میں پس رہے ہیں۔ اب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے

کلامِ امام

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ والرضوان

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا

آسماں خوان زمیں خوان زمانہ مہماں
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

بحرِ سائل کا ہوں سائل نہ کنویں کا پیاسا
خود بجھا جائے کلیجہ میرا چھینٹا تیرا

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یاں اسکے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

دل عبث خوف سے پتّہ سا اڑا جاتا ہے
پلّہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

کس کا منہ تکیئے کہاں جایئے کس سے کہیئے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری
جسدن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجے نگاہ
جوت پڑتی ہے تیری نور ہے چھنتا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

٭

کلامِ نوری

حضرت مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ

تیری آمد ہے موت آئی ہے
جانِ عیسیٰ تیری دہائی ہے
کیوں وطن اپنا چھوڑ آئی ہے
کیوں سفر کی مصیبت اُٹھائی ہے
سیکڑوں آفتوں میں پھنسنے کو
کیوں بدن میں یہ جان آئی ہے
اُن کے جلوے ہیں مری آنکھوں میں
اچھی ساعت سے موت آئی ہے
تم کو دیکھا تو دم میں دم آیا
آپ آئے کہ جان آئی ہے
مر رہا تھا تم آئے جی اُٹھا
موت کیا آئی جان آئی ہے
اب تو آؤ کہ دم لبوں پر ہے
چہرے پہ مردنی بھی چھائی ہے
آئیے وقت ہے یہ آنے کا
دیکھ لیں سب کی جاں پھر آئی ہے
زندگی میں نے پائی مر مر کے
میں نے جی جی کے موت پائی ہے
زندگی کیا تھی جس میں موت آتی
زندگی بعدِ مرگ پائی ہے
واہ کیا بات آپ کی نوری
کیا ہی اچھی غزل سنائی ہے

کلامِ حسن

حضرت حسن رضا خاں علیہ الرحمہ

نعت شریف

چشمِ دل چاہے جو انوار سے ربط
رکھے خاکِ درِ دلدار سے ربط
ان کی رحمت کا طلبگار سے میل
ان کی رحمت کا گنہگار سے ربط
دشتِ طیبہ کی جو دیکھ آئیں بہار
ہو عنادل کو زنگار سے ربط
یا خدا دل نہ ملے دنیا سے
نہ ہو آئینہ کو زنگار سے ربط
دلِ نجدی میں ہو کیوں حبِ حضور
ظلمتوں کو نہیں انوار سے ربط
خاکِ طیبہ کی اگر مل جائے
آپ صحت کرتے بیمار سے ربط
ان کے دامانِ گہر بار کو ہے
کاسۂ دستِ طلبگار سے ربط
عمریں اُن کی گلی میں گذرے
ذرہ ذرہ سے بڑھے پیار سے ربط
سرِ شوریدہ کو ہو در سے میل
کمرِ خستہ کو دیوار سے ربط
اے حسن خیر ہے کیا کرتے ہو
یار کو چھوڑ کر اغیار سے ربط

ملعون سلمان رشدی کافر

بمبئی ۹ر نومبر ۸۸ء رضا اکیڈمی بمبئی نے دنیائے سنیت کی عظیم مرکزی شخصیت جانشین حضور مفتیِ اعظم حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری (بریلی شریف) صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما سے سلمان رشدی کی کتاب آیات شیطانی پر استفتاء کیا تھا ——— جس کو افادۂ عوام کے لئے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ لندن کے ایک سلمان رشدی نامی شخص نے اپنی کتاب شیطانی ورسز میں حضور سید عالم نور مجسم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی شان والا میں توہین آمیز کلمات اور حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالے عنہا وسید الملائکہ سیدنا جبریل علیہ السلام کی شان میں اہانت آمیز جملے استعمال کئے اور بازاری تشبیہیں دیں۔ قرآنی آیات کو شیطانی آیات کہا۔ لہذا اس کتاب اور اس کے مصنف وناشر اور حمایت کرنے والوں کے بارے میں اسلامی احکامات سے مطلع فرمائیں۔

سائل ——— محمد سعید نوری سکریٹری رضا اکیڈمی بمبئی

الجواب: کتاب کے مصنف کا حکم خود نام کتاب سے ظاہر ہے قرآنی آیات کو شیطانی آیات کہنے والا مسلمان نہیں ہوسکتا اور سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا اجماعاً کافر ہے۔ اور امہات المومنین کی شان میں گستاخی بھی سرکار رسالت مآب صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی اہانت کو مستلزم ہے۔ لہذا یہ بھی بحکم علماء کفر ہے۔ کتاب مذکور کا مصنف ان وجوہ سے بلاشبہ کافر ہے اور اس کتاب کے مضمون کا مقرر رکھنے والا بھی اسی کی طرح مسلمان نہیں وہ ناشر ہو یا کوئی اور۔ واللہ تعالے اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں قادری، غفرلہ

(مطبوعہ فتویٰ: روزنامہ انقلاب بمبئی ۱۲ر نومبر ۱۹۸۸ء)

(مذکورہ فتویٰ کو روزنامہ فیصل دہلی اور روزنامہ ناظم رامپور نے بھی شائع کیا تھا)

سنو! چپ رہو (۹)

نیز رد المحتار میں صعود منبر کے وقت درود شریف پڑھنے کی ممانعت کا مزید افادہ فرمایا چنانچہ اس میں ہے

"قولہ (من الترضی) اعنی الصحابۃ عند ذکر اسماءھم وقولہ ونحوہ من الدعاء للسلطان عند ذکرہ وکل ذلک بأصوات مرتفعۃ کما ھو معتاد فی بعض البلاد کبلاد الروم ومنہ ما ھو معتاد عندنا ایضا من الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند صعود الخطیب مع تمطیط الحرو التنغم اھ"

سننے کیلئے تیار ہونا اور سکوت

یہ دو کتابوں کی عبارات ہیں جو مسئلہ نزاعیہ پر پیش ہوئیں اگر دوسری کتب فقہیہ کی عبارات تحریر ہوں تو ایک دفتر ہو اور بفضلہ تعالیٰ انہی دو کتب کی عبارات سے حق خوب روشن و آشکار ہوا اور ان سے کھل گیا کہ

۱۔ ہر مذہب معتمدہ خطیب کے خطبہ کے لئے باہر آنے یا صعود منبر کے لئے قیام کے وقت اور عین صعود کے وقت اتفاقاً لوگوں کو جو حکم استماع و انصات اور کلام اور ہر مخل استماع کام سے جو ممانعت ہے وہ بدایۃً استعداد سماع کے لئے ہے تو جو ہم نے مفہوم آیت

کی تقریر اپنے گذشتہ فتوٰی میں اور اب گذشتہ نمبروں میں کی اسکی سند بحمدہ تعالٰی کلام ائمہ کرام سے ظاہر و آشکار ہے تو عین حالت خطبہ و عین تلاوت میں بدرجہ اولٰی استعدادِ سماع کا حکم ہے اور اس کے پیش نظر وہ سکوتِ قلیل قاری و خطیب کا ہرگز معتبر نہیں بلکہ وہ بہ حکم استعداد شرعاً و عرفاً عین سکوت میں قاری و خطیب ہی قرار پائے گا۔

۲ خطبہ نماز کی نظیر ہے بایں معنی کہ جس طرح نماز میں بہنگام تلاوتِ امام مقتدیوں پر استماع و انصات فرض ہے اور اس وقت انہیں ذکر و تسبیح و قراءت کی اجازت نہیں اگرچہ آہستہ ہو اسی طرح خطبہ میں بھی لوگوں پر استماع و سکوت فرض ہے اور اس کے دوران انہیں آہستہ بھی ذکر وغیرہ کی اجازت نہیں اور جب خطبہ قبل نماز ہے اور نماز میں تلاوت کی وجہ سے مقتدی کو ذکر و تسبیح و تلاوت سے باز رکھا گیا تو خارج نماز تلاوت کا بھی وہی حکم ہے جو خطبہ کا ہے لہٰذا جب تک تلاوت جاری ہے بلکہ جب قاری تلاوت کے لئے مستعد ہو اور لوگ سننے کو بیٹھے ہوں اسی وقت سے تا فراغ قاری لوگوں پر ہمہ تن گوش ہو کر تلاوت سننا اور چپ رہنا اور ہر کام موقوف کر دینا فرض ہے جیسا کہ کتب فقہیہ اس کی تصریح سے مملو و مشحون ہیں۔ ولعلنا ان نذکر بعضھا تو جو بعض معروف بہ علم و مشہور بہ افتاء نے خیال کیا اور دوران گفتگو مجھ سے ظاہر کیا کہ خطبہ کے وہ احکام اس لئے ہیں کہ حدیث میں دوران خطبہ امر بالمعروف سے منع فرمایا اور سکوت کا حکم دیا ہے تو انکے طور پر یہ حکم خطبہ پر محصور ہے، محض وہم اور تصریحات فقہا کے صریح خلاف ہے۔ فقہا خطبہ کو صاف صاف بلحاظِ تلاوت مثلِ نماز فرماتے ہیں کما

مر عن الامہ آنفاً اور خطبہ کو مثیلِ تلاوت بتاتے ہیں وقد مر من الھدایۃ وقولہ وکذلک (أی کالقراءۃ) الخطبۃ فتذکر۔

۳ ان عبارتوں سے بالخصوص ان کے اخیر جملوں سے تلاوت کے دوران سبحٰن اللہ وغیرہ کلمات تحسین کا جواب بھی ہوگیا اور اسیر تعامل مزعوم کارد بھی ہوگیا تو مدعی جواز کا اس پر قیاس کرنا اور اس سے حجت لانا خود باطل کہ ان کلمات کا ہنگام قراءت وہی حکم ہے جو آیت درود کی تلاوت کے وقت حق نبی کہنے کا ہے وللہ الحجۃ السامیۃ ولہ الحمد ـــــــــــ

ع۱۳ اب آپ ان عبارتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے بتائیں کہ آپ نے یہ جو دعویٰ کیا کہ

"ایسا کرنا یقیناً جائز اور مباح ہے بلکہ بعض فقہاء اور علماء نے اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے کو مستحسن اور مستحب تک فرمایا ہے"

صاحبزادے کی چار احادیث

ع۱۳ میں آپ نے چار احادیث نقل فرمائیں تین احادیث سے تو وہ ثابت ہے جو آپ نے فرمایا کہ۔

"صورت مسئولہ کی طرح قرآن پاک کی تلاوت کے وقت وقف کے دوران مختلف الفاظ اور کلمات کا کہنا اور سننا......ثابت ہے"

ظاہر ہے کہ یہ قاری کے حق میں ہے اور سامع کا وظیفہ وہی سننا ہے تو قاری کے حق میں جو بات وہ سامع کو کیسے جائز ہوگی اور اس پر قیاس کیونکر درست ہوگا۔

پھر حدیث ۳ میں جس میں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جنوں کا قرآن سننا اور ان کا جواب دینا اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابہ سے یہ فرمانا کہ:۔

"کانت الجن أحسن منی ردا منکم"

مذکور ہوا اس سے استدلال تمام ہونے کے لئے ضروری ہے کہ

(۱) پہلے یہ ثابت کیا جائے کہ واقع عین میں عموم ہوتا ہے مگر آپ یہ ثابت فرما دیں تو یہ انوکھی تحقیق ہوگی جس سے فقہاء کرام کا دعوی کہ۔ واقعۃ عین لا عموم لھا باطل ہو جائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

(۲) قرآن کریم کے ارشاد

"واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا"

اور دیگر احادیث مبارکہ جن میں دوران تلاوت سامع کو تلاوت وغیرہ سے منع فرمایا گیا (اور ہم انشاء اللہ چند احادیث اس جگہ لکھیں گے) آپ کی مذکورہ حدیث کے مخالف ہیں تو جب تک تعارض دور نہ ہو جائے یہ اباحت وجواز حالت خطبہ وہنگام تلاوت ہے یا اس وقت ہے جبکہ خطبہ وتلاوت نہ جاری ہوں۔ پہلی صورت میں جناب کا دعوی تصریحات فقہا کے بالکل خلاف ہے تو دفع معارضہ کی فکر کیجئے اور پھر یہ تو بہت بعید ہے کہ جناب کو ان تصریحات کی خبر نہ ہو اور خدا نخواستہ بے خبری کا یہ عالم ہے تو اس مسئلہ پر قلم اٹھانے سے پہلے ان تصریحات کو کیوں نہ دیکھا گیا اور اگر آپ کو خبر ہے اور واقعہ بھی غالباً یہی ہے تو ان تصریحوں کے ہوتے ہوئے یہ دعوی کہ:۔

"ایسا کرنا یقیناً جائز اور مباح ہے"

راستی کی کونسی صنف ہے اور ان تصریحوں کو چھپانے کو آپ کیا نام دینگے اور وہ کونسے فقہاء و علماء ہیں جو بیک زبان ایسی متناقض باتیں کہہ گئے کہ خطبہ و تلاوت کے وقت استماع و انصات بھی فرض اور حق نبی کہنا بھی جائز اور اگر دوسری صورت ہے یعنی حق نبی وغیرہ کی اجازت اسوقت ہے جب خطبہ یا تلاوت نہ سنتے ہوں تو ہمیں کیا مضر اور آپ کو کیا مفید کہ گفتگو تو یہ چل رہی ہے کہ خطبہ یا تلاوت سننا اور چپ رہنا لازم ہے اور اس کے دوران بولنا اگرچہ آہستہ ہو منع ہے تو آپ کہ مدعی جواز ہیں دلیل دیں کہ سامع کو تلاوت وغیرہ کے دوران حق نبی وغیرہ کہنا جائز ہے۔ ھاتوابرھانکم۔ بینوا توجروا اور اگر آپ دلیل نہ دے سکیں تو یہ عبارتیں جو گزریں آپ پر حجت ہیں اور آپ نے جو احادیث و اقوال پیش کئے ان کا وہی جواب ہے جو ہمارے اس سوال سے ظاہر ہے یعنی انہیں آپ کے دعوی سے مس نہیں تو آپ سامع کے حق میں بہنگام تلاوت و خطبہ، تکلم کی رخصت کیوں نہیں بتارہے ہیں۔ استدلال کیسے ہوگا۔

(۳) یہ بھی بتانا پڑے گا کہ جب محرم و مبیح مجتمع ہوں تو ترجیح کسے ہے محرم کو تو حجت ہماری قائم اور مدعی ہمارا ثابت اور مبیح کو ترجیح ہو جیساکہ آپ کے استدلال کا مقتضی ہے تو فقہاء کرام کے قاعدہ مقررہ

"اذا اجتمع الحلال والحرام رجح الحرام"

سے تصادم ہوتا ہے پھر اس کا کیا تدارک ہے؟ (جاری)

فضائلِ رمضان احادیث کی روشنی میں

از: اختر رضا
بالتسی، پورنیہ، بہار

برکتوں سے ہے بھرا ہر روز شب ہر صبح شام
اس لئے ہے مومنو! ماہِ مبارک اس کا نام

اس مہینے میں نزولِ رحمتِ حق بے شمار
اس مہینے میں کلام اللہ اُترا لاکلام

اس مہینے میں ہوئے دوزخ کے سب دروازے بند
اس مہینے میں کھلے جنت کے دروازے تمام

اس مہینے میں فرشتے اور بہت ارواحِ پاک
آسماں سے آکے کرتے ہیں زمیں پر اژدھام

اس مہینے میں شبِ قدر ایک ایسی ہے نہاں
جس کو دس سَو ماہ سے اچھا کہے ربُّ الانام

اس مہینے میں نجات آفت سے ہر مومن کو ہو
اس مہینے میں شیاطیں قید ہوتے ہیں تمام

اس مہینے میں دُعائیں نیک ہوتی ہیں قبول
اس مہینے میں تمہیں توبہ مناسب ہے مُدام

اس مہینے کی صفت اکثر رسولِ حق نے کی
اور ثنا کرتے تھے جملہ آل و اصحاب کرام

حسب فرمانِ الٰہی، حسبِ ارشادِ رسول
ہر طرح لازم ہے کرنا تم کو اس کا اہتمام

اس مہینے میں ادا اک فرض جو کوئی کرے
پائے ستر کا ثواب، ایسا ہے حق کا فضلِ عام

ان دنوں میں سُنّتوں کا اور نفلوں کا ثواب
مثل فرضوں کے لکھا جاتا ہے ہر عابد کے نام

ایک نیکی کے عوض پاؤگے ستر نیکیاں
تا بمقدور اس مہینے میں کرو تم نیک کام

نارِ دوزخ سے بچانے کو سپر بن جائے گا
اور روزِ حشر میں شافع ہو یہ والا مقام

کھانا پینا چھوڑنے سے روزہ کامل نہ ہو
چاہئے ہر عضو کے روزے کا کرنا التزام

دیکھنا سُننا ہے جس کا منع کر دے ترک سب
آنکھ کا اور کان کا روزہ یہی ہے لاکلام

روزے میں اپنی زباں کو جھوٹ و گالی سے بچا
غیبت اور بہتان سے بچنا تو، نہ کرنا اتہام

ہاتھ سے ایذا نہ دے لکھے نہ بے جا کوئی بات
واں نہ رکھے پاؤں جو دیکھے گناہوں کا مقام

ساتھ مسکینوں یتیموں کے کرو افطار تم
روزہ کھلوایا کرو لوگوں کے روزے وقتِ شام

جو کوئی کھلوائے روزہ پاوے روزے کا ثواب
ہے یہ سب انعام خالق از برائے خاص و عام

ہر عبادت سے سوا اس ماہ کے روزے کا اجر
روزہ داروں کے لئے ہے واقعی روز قیام

کوئی تو میوے کوئی حوریں عبادت کی جزا
کوئی فردوس بریں میں پائے گا کوثر کا جام

روزہ داروں کو لیکن ایسی ایک نعمت ملی
کوئی بھی واقف نہ ہو جس سے بجز رب الانام

یعنی دیدارِ خدا ہوگا قیامت کو ضرور
مثل اس کے کب کوئی ہے نعمت دار السلام

جتنی بجھ سے ہو سکے علمی عبادت اس میں کر
جانے آئے یا نہ آئے پھر تجھے ماہِ صیام

ماہِ رمضان المبارک کا چاند

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب ماہِ صیام کا چاند نظر آتا تھا تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَمَضَانَ وَسَہِّلْ لَنَا اَشْکَالَنَا۔ ترجمہ: اے اللہ ہمارے لئے ماہِ صیام میں برکت عطا کر دے اور ہماری مشکلیں آسان کر دے۔

حدیث شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ماہ رمضان المبارک کو تمام مہینوں پر ایسی فضیلت ہے جیسی اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق پر اور یہ بھی فرمایا حضور نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رمضان المبارک کا چاند ہوتے ہی شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر روز حق سبحانہٗ وتعالیٰ بہت سے گنہگاروں کو عذاب سے نجات دیتا ہے اور نیک کام کرنے والوں کو ثواب دس گنا عطا فرماتا ہے اور برکت نازل فرماتا ہے۔

امت کی تمنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ماہِ رمضان المبارک کیا چیز ہے تو میری امت یہ تمنا کرے گی سارا سال رمضان ہی ہو جائے۔

خطاؤں کا معاف ہونا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس مہینے میں اللہ تعالےٰ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور خطاؤں کو معاف فرماتا ہے۔ (مفہوم حدیث)

صبر کا بدلہ جنّت ہے

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے اور اس مہینے میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ (مفہوم حدیث)

رحمت، مغفرت، دوزخ سے آزادی

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس مہینے کے اول دس دنوں میں رحمت برستی ہے، دوسرے دہے میں مغفرت ہوتی ہے اور تیسرے دہے میں دوزخ سے آزادی ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی پندرہ رحمتیں

ماہ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ اپنے روزہ دار بندوں پر پندرہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ ۱؎ رزق زیادہ ہوتا ہے۔ ۲؎ مال وزر میں زیادتی ہوتی ہے۔ ۳؎ جو کھانا کھایا جاتا ہے سب عبادت میں لکھا جاتا ہے۔ ۴؎ کل اعمالِ نیک کا اجر دوچند ہو جاتا ہے۔ ۵؎ کل فرشتے زمین و آسمان کے روزہ دار کے لئے بخشش مانگتے ہیں۔ ۶؎ شیاطین بند کئے جاتے ہیں۔ ۷؎ رحمت کے دروازے کشادہ ہوتے ہیں۔ ۸؎ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں۔ ۹؎ ہر رات میں سات لاکھ گنہگار دوزخ سے آزاد ہوتے ہیں۔ ۱۰؎ ہر جمعہ کی رات میں اس قدر دوزخی دوزخ سے آزاد ہوتے ہیں جتنے سات دن میں آزاد ہوتے ہیں یعنی ۴۹ لاکھ۔ ۱۱؎ آخر رات رمضان کو تمام گناہ لوگوں کے بخشے جاتے ہیں۔ ۱۲؎ ہر روز بہشت کو آراستہ کیا جاتا ہے۔ ۱۳؎ روزہ داروں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ۱۴؎ روزہ داروں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ ۱۵؎ روزہ داروں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔

پانچ مخصوص چیزیں جو اُمّتِ محمدی سے پہلے کسی اُمّت کو نہیں ملی:

حضرت ابو ہریرہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ میری اُمّت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں: ۱ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسند ہے۔ ۲ روزہ داروں کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں۔ اور ۳ جنّت ان کے لئے ہر روز آراستہ کی جاتی ہے، اس ماہ میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔ ۵ رمضان المبارک کی آخری رات میں روزہ داروں کے لئے مغفرت کی جاتی ہے۔ (بحوالہ بیہقی خیر المونس)

تین آدمیوں کی دُعا رد نہیں ہوتی

ایک روزہ دار کی دعا افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم کی۔ اس مبارک مہینے میں ہر رات اور دن میں ہر مسلمان کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ یہی ایک مہینہ ہے جس کے دن اور رات دونوں فضیلت والے ہیں۔

سال کا دِل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان سال کا دل ہے۔ جب وہ سلامت رہتا ہے تو تمام سال سلامت رہتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی آرزو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کی کہ الٰہی! امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا مہینہ عطا ہوگا۔ حکم ہوا کہ موسیٰ! عطا کیا ہم نے ان کو مہینہ رمضان المبارک کا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی کیا فضیلت ہے اس مہینے کی؟ ارشاد ہوا، اے موسیٰ! فضیلت رمضان المبارک کی ایسی ہی ہے اُوپر تمام مہینوں کے جیسی میری ہے تمام مخلوق پر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی! مجھ کو بھی امتِ محمدیہ

صلی اللہ علیہ وسلم میں کر کہ میں اس ثواب سے محروم نہ رہوں۔ (بحوالہ فضائل شہور و صیام)۔

ایک اچھی مثال

علامہ ابن جعفری بستان الواعظین میں تحریر فرماتے ہیں کہ سال کے بارہ مہینے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی مانند ہیں کہ ان میں سے جس طرح یوسف علیہ السلام ان کو سب سے زیادہ محبوب تھے اسی طرح رمضان المبارک کا مہینہ بھی اللہ تعالیٰ کے پاس سب سے زیادہ محبوب ہے۔ یوسف علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے جس طرح ان کے گیارہ بھائیوں کو بخش دیا اسی طرح اس مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے اور تم پر مہربانی فرماتا ہے، تمہارے گناہوں کو بخشتا ہے، تمہاری دعائیں قبول فرماتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ تم لوگ رمضان المبارک کے واسطے کیا کیا شوق و رغبت رکھتے ہو اور ثواب کے کاموں میں کتنی مشقت برداشت کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تمہاری تعریف کرتا ہے، دیکھو میرے بندے بھوک اور پیاس کی تکلیف اٹھاکر، اپنی ضرورتوں کو چھوڑ کر میری عبادت میں کیسے لگے ہوئے ہیں۔ ہم کو بھی لازم ہے کہ اس مبارک مہینے میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام پورے پورے بجالانے کی کوشش کریں۔ سستی، غفلت و نافرمانی سے دور رہ کر اس مبارک مہینے کے ایک ایک منٹ کی قدر کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو بطفیل رحمۃ للعالمین کے اس مبارک مہینے میں عبادت اور نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ کہیں رمضان المبارک کی رخصتی کے ساتھ ہماری عبادت اور نیک کام بھی رخصت نہ ہو جائیں۔

فضائلِ تراویح

نمازِ تراویح سنت ہے اور اس میں قرآن شریف کا پڑھنا بھی سنت ہے۔ پڑھا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا حضرت نے صحابہ کو تراویح پڑھنے کا۔ یہ نماز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہر روز پڑھی گئی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ جو اس سنتِ رسول کو عمداً ترک کرے میں اس کا تدارک کروں گا۔ حضرت سیدنا عمر

کے زمانہ میں مسجدیں بھر جاتی تھیں۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ عرش کے پاس ایک جگہ ہے جس کا نام خیر القدس ہے اور وہ جگہ نور کی ہے، اس جگہ سے اللہ تعالیٰ بھائیوں کو بخش دیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ گیارہ ماہ کے گناہ رمضان المبارک کی برکت سے معاف کر دے گا۔

میری اُمّت کا مہینہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ رجب اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اور شعبان المعظم میرا مہینہ ہے اور رمضان المبارک میری امت کا مہینہ ہے۔ رجب کی فضیلت تمام مہینوں پر ایسی ہے جیسی قرآن شریف کی فضیلت تمام کتابوں پر اور شعبان المعظم کو دوسرے مہینوں پر ویسی ہی بزرگی ہے جیسے تمام انبیاء پر مجھے ہے اور رمضان المبارک کو تمام مہینوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق پر۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر ایک عمل ابن آدم کا بڑھا دیا جاتا ہے، ایک نیکی کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس سے بھی زیادہ یہاں تک کہ سات سو تک مگر روزہ کا ثواب اتنا ہے کہ اس کی حد کو میں ہی خوب جانتا ہوں اور اس کا بدلہ اپنے بندوں کو میں خود ہی دوں گا۔ (بحوالہ فضائل رمضان)

ہم مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے بطفیل رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم رحمت والے مہینے کے روزے فرض کئے ہیں وہ بہت ہی بابرکت مہینہ ہے۔ اور اس قدر فضائل اس مبارک مہینے کے ہیں جن کا بیان کرنا امکانِ بشری سے باہر ہے۔ خود اس کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانُ (ترجمہ) رمضان المبارک کا مہینہ (ایسا بابرکت ہے) کہ جس میں قرآن مجید نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور اس میں ہدایت و امتیازِ حق و باطل کے صاف صاف حکم ہیں۔

مسلمانو! رمضان المبارک کا مہینہ تمہارے پاس آیا جو برکت والا ہے۔ اس

اپنے ان بندوں کو دیکھتا ہے جو تراویح پڑھتے ہیں۔ سبحان اللہ ایسی نعمتِ عظمیٰ حاصل کرنے کی اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

روزہ کے فضائل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا۔ روزہ دار کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ روزہ دوزخ کی آگ سے بچنے کی ڈھال ہے۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت کی شناخت روزہ ہے اس لئے ہر اُمّتی کو اپنے اندر یہ علامت قائم رکھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں ایک جگہ آیا ہے کہ قیامت کے دن ایک گنہ گار دوزخ میں ڈالا جائے گا' آگ اس سے بھاگے گی۔ مالک یعنی داروغۂ دوزخ آگ سے کہے گا کہ تو اسے کیوں نہیں پکڑتی؟ آگ جواب دے گی' میں اسے کیونکر پکڑ سکتی ہوں جب کہ اس کے منہ سے روزے کی بو آتی ہے۔ مالک اس شخص سے دریافت کرے گا کہ کیا تو روزہ دار مرا تھا؟ کہے گا' ہاں۔ اس کے بعد اس کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا۔

روزہ داروں کے واسطے قیامت کے دن عرش کے نیچے سترہ دسترخوان چُنے جائیں گے' وہ لوگ اس پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے اور سب لوگ ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوں گے۔ اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ کھانا کھا پی رہے ہیں اور ہم ابھی حساب ہی میں پھنسے ہیں۔ غیب سے ان کو جواب ملے گا کہ یہ لوگ دنیا میں روزہ رکھتے تھے اسی کا یہ بدلہ ہے اور تم دنیا میں روزہ سے بھاگتے تھے اس لئے اب بھی سرگرداں اور پریشان ہو۔ (حدیث)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے فرمایا کہ:

روزہ دار کا کھانا پینا حتیٰ کہ سو رہنا بھی عبادت ہے اور سانس لینا تسبیح ہے اور اس کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے اور روزہ دار کے اعمال کا ثواب دوچند ملتا ہے۔

ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنا اپنا جائزہ لیں۔ آخرت میں شفاعت کے امیدوار غور فرمالیں کہ کیا رمضان المبارک میں روزہ نہیں رہنے کے باوجود بھی شفاعت کے امیدوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو روزہ رہنے اور عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اعمالِ شبِ قدر

از: مولانا محمد مختار احمد رشیدی (دار العلوم معینیہ دہلی)

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کے ساتھ کیا سلوک فرمائے گا۔ وحی آئی، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کب تک اُمت کا غم کھائیں گے۔ میں آپ کی امت کو دنیا سے نہ اٹھاؤں گا تاوقتیکہ ان کو دنیا میں انبیاء کا درجہ نہ دوں۔ انبیاء کی شان یہ ہے کہ ان پر فرشتے وحی و سلام لے کر آتے ہیں، آپ کی امت پر بھی اسی طرح شب قدر میں فرشتے نازل ہوں گے اور میری طرف سلام اور رحمت پہنچائیں گے۔

حدیث میں آیا ہے کہ شبِ قدر دوسری راتوں سے کئی لحاظ سے افضل ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی تجلی اس رات میں شام سے صبح تک بندوں کی طرف متوجہ رہتی ہے، اور اپنی بارگاہِ ایزدی میں قربِ معنوی نصیب ہوتا ہے۔

۲۔ ارواح، ملائکہ، صالحین اور عبادت گزار بندوں کی ملاقات کے لئے آسمان سے زمین پر آتے ہیں۔ اور ان کے قرب کی وجہ سے عبادتوں کی کیفیت و حلاوت دوسری راتوں کی بہ نسبت بدرجہا بڑھ جاتی ہے۔

۳۔ شبِ قدر میں قرآن شریف لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل ہوا۔ یہ وہ فضیلت ہے جس کی حد و غایت نہیں۔

۴۔ شبِ قدر افضل ہے غیر شبِ قدر کے تیس ہزار دن اور تیس ہزار راتوں سے کیونکہ ہزار ماہ کے اتنے ہی شب و روز ہوتے ہیں۔

۵۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس نے شبِ قدر کو ایمان و یقین اور نسبتِ خالص کے ساتھ قیام کیا یعنی ذکر و نماز و عبادت میں شب بیداری کی، اس کے تمام گزرے ہوئے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو رمضان کے آخری دہے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ تمام علماء اہلِ سنّت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ شب قدر ماہِ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات ہے۔ اس ایک رات میں عبادت کرنے کا ثواب ہزار ماہ کی عبادت سے زیادہ ہے۔

عباداتِ شب قدر

۱۔ شب قدر میں دو رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں بعد الحمد کے سورۂ انا انزلنا ایک بار اور سورۂ اخلاص سو بار بعد سلام کے سو بار درود شریف پڑھے۔ ثواب عظیم حاصل ہو۔

۲۔ چار رکعت ایک سلام سے پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد کے سورۂ انا انزلنا ایک بار اور سورۂ اخلاص ۲۷ بار۔ اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے تمام گناہ معاف فرمائے گا اور بہشتِ معلّٰی میں مقام عطا فرمائے گا۔

۳۔ چار رکعت پڑھے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد انا انزلنا تین بار سورۂ اخلاص ۷۱ بار پڑھے۔ اللہ تعالیٰ سکراتِ موت آسان کرے گا اور عذابِ قبر دور فرمائے گا۔

۴۔ سو رکعت پڑھے۔ دو رکعت کی نیت سے ہر رکعت میں بعد الحمد کے انا انزلنا تین بار، سورۂ اخلاص دس بار پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس نماز کے پڑھنے والے کو قصرِ جنّت عطا فرمائے گا۔

۵۔ چار رکعت ایک سلام سے پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد الحمد کے سورۂ انا انزلنا تین بار اور سورۂ اخلاص پچاس بار بعد سلام کے سجدے میں جاکر درود شریف پڑھ کر جو دعا مانگے قبول ہوگی۔

۶۔ شب قدر میں دو رکعت پڑھے۔ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ انا انزلنا سات بار اور سورۂ اخلاص ۷ بار پڑھے۔ بعد فراغت استغفار اور درود

شریف پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس نماز کے پڑھنے والے اور اس کے ماں باپ کو بخش دے گا۔

ف۔ شبِ قدر میں قریب صبح صادق چار رکعت ایک سلام سے پڑھے اور ہر رکعت میں بعد الحمد کے سورۂ انا انزلنا تین بار اور سورۂ اخلاص پانچ بار پڑھے۔ بعد ختم نماز سجدہ کرے اور سجدہ میں سبحان اللہ ۴۱ بار کہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تمام حاجتیں پوری کرے گا اور دعا مقبول ہوگی۔

شبِ قدر میں صلوٰۃ التسبیح ضرور پڑھیں اور یہ دعائیں بھی کثرت سے پڑھیں:

(۱) اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ۔

---

(۲) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ وَالْمُعَافَاتَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

---

(۳) اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ۔

(۴) اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ۔

تراویح کی تسبیح

تراویح کی ابتداء اس طرح کریں:

اَلصَّلٰوةُ سُنَّةُ التَّرَاوِیْحِ یَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

ہر دو رکعت کے بعد کی تسبیح:

فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةٌ وَّمَغْفِرَةٌ وَّرَحْمَةٌ وَّعَافِیَةٌ وَّسَلَامَةٌ وَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

(نوٹ) ہر دو رکعت کے بعد تسبیح نہیں پڑھنا چاہئے بلکہ ہر چار رکعت بعد پڑھیں۔

ہر چار رکعت کے بعد کی تسبیح:

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ ذُوالْجَلَالِ وَالْجَمَالِ وَالْكَمَالِ وَالْجَبَرُوْتِ۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْمَعْبُوْدِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْمَقْصُوْدِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْمَوْجُوْدِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَ لَا یَمُوْتُ وَلَا یَفُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ (اَللّٰهُمَّ اٰمِیْن)

پہلی چار رکعت کے بعد ــــــ کا اسم مبارک لینے کا طریقہ

اَلْبَدْرُ حَضْرَتْ مُحَمَّدُنِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ ہر چار رکعت کے بعد اسماءِ خلفاءِ راشدین جو آنحضرت کے اسم مبارک کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔

دوسری چار رکعت کے بعد خَلِیْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ حَضْرَتْ سَیِّدُنَا اَبُوْبَكْرِ نِ الصِّدِّیْقُ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ؕ

تیسری چار رکعت کے بعد خَلِیْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ حَضْرَتْ سَیِّدُنَا عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ؕ

چوتھی چار رکعت کے بعد خَلِیْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ حَضْرَتْ سَیِّدُنَا عُثْمَانُ ابْنُ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ؕ

پانچویں چار رکعت کے بعد خَلِیْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ حَضْرَتْ سَیِّدُنَا عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ؕ

بعد ختم تراویح نماز وتر کی جماعت سے پہلے اس طرح پڑھیں

اَلصَّلٰوةُ وَاجِبُ الْوِتْرِ یَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ؕ

کچھ اپنی کچھ ان کی (۴)

حقیقتِ احمدی

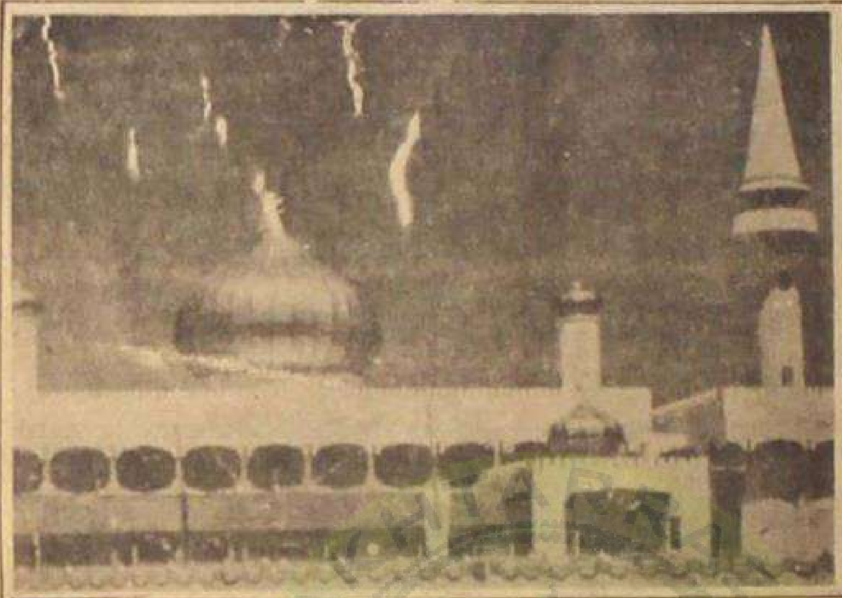
ڈاکٹر سید عبداللہ طارق، رام پوری

حقیقت احمدی ہر مذہب کی کتاب میں

پچھلی قسط میں آپ نے دیکھا کہ عیسائیوں نے کس طرح معنوی تحریف کر کے حقیقت احمدی کو انجیل سے غائب کرنے کی کوشش کی اور روح اول کو خدا کا درجہ کا دے کر اسے حضرت مسیح علیہ السلام پر فٹ کر دیا۔ ایسی ہی چھپانے اور مسخ کرنے کی کوششیں ہر مذہبی قوم کے پیشواؤں نے اپنی اپنی مذہبی کتابوں میں کر رکھی ہیں۔ مگر اللہ کی شان اور قدرت کے آگے سب مکر کرنے والوں کی چالیں بے کار ہو جاتی ہیں۔ اپنی تمام ہوشیاریوں کے باوجود وہ نہ حقیقت محمدی (حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زمینی حیثیت) کے تذکرے مٹا سکے اور نہ حقیقت احمدی (آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی آسمانی حیثیت) کو اپنی کتابوں سے ہٹا سکے۔ قادر مطلق نے اپنے محبوب کے ذکر کی حفاظت دنیا کی سبھی مذہبی کتابوں میں کی اور تحریفات کے باوجود ذکر احمد و محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم دنیا کی ہر مذہبی قوم کی مذہبی کتب میں آج بھی موجود ہے۔ ان تذکروں کو مذہبی پیشوا مٹا تو نہ سکے لیکن چھپانے اور اپنی اپنی قوم کو گمراہ کرنے میں ضرور کامیاب رہے۔ مشیت ایزدی نے اس مقام پر انہیں چھوٹ دے دی۔

پنڈتوں کی چال

ہندو پنڈتوں نے بھی یہی کیا۔ دنیا کے ہر ملک



اور قوم میں اللہ نے اپنے رسول کو ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔ ظاہر ہے کہ خطہ ہندوستان میں بھی رسول آتے ہر قوم کی طرح ہندوستانی اقوام نے بھی ان رسولوں کی تعلیمات میں بہت تحریفات کیں۔ لیکن سینہ بہ سینہ چلی آرہی اصل تعلیمات بھی فنا نہ ہوسکیں اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں جگہ جگہ برہمنوں کے خود ساختہ دھرم کے ساتھ وہ اصل تعلیمات بھی پائی جاتی ہیں۔

ان انبیائی تعلیمات کا بیشتر حصہ ویدوں میں اور کچھ حصہ برہمنوں کی تصنیف کردہ دیگر بہت سی کتابوں میں بھی درج ہوا۔ اب جو سچائیاں باقی رہ گئیں انھیں یا تو برہمن چھپاتے ہیں۔ یا ان کے معنی تبدیل کر کے انہیں مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عیسائیوں نے روح احمد (صلی اللہ تعالے علیہ وسلم) کے تذکروں کو حضرت عیسٰی علیہ السلام پر فٹ کیا اور برہمنوں نے روح اول کو طرح طرح کے دیوتاؤں کے نام دے دیئے اور دیو مالاؤں میں حقیقتِ احمدی کو چھپا دیا۔ آئندہ صفحات میں ایسی چند مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔

اگنی کی اہمیت

قارئین جانتے ہی ہوں گے کہ آگ کو ہندو مذہبی رسومات میں ایک مرکزی مقام حاصل ہے۔ اسے یہ اگنی کہتے ہیں کیونکہ سنسکرت میں آگ کے لئے اگنی لفظ استعمال ہوتا ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ شادی بیاہ کے لئے اگنی کے گرد سات پھیرے دولہا دلہن لیتے ہیں تب شادی مکمل ہوتی ہے۔ ہر اہم کام کے موقع پر "ہوم" کئے جاتے ہیں۔ جن میں پنڈت آگ جلا کر اس میں خوشبوجات، گھی اور مصالحے وغیرہ ڈالتے ہوئے طرح طرح کے منتر پڑھتا ہے۔ موت کے وقت بھی مردے کو اگنی کے سپرد کیا جاتا ہے۔

ویدوں میں اگنی

ویدوں میں اگنی کو مرکزی مضمون کی حیثیت حاصل ہے۔ اگنی سے زیادہ کسی کا تذکرہ نہیں پورے پورے سُوکت (ابواب) اگنی کی تعریف سے پُر ہیں۔ ویدوں کا مطالعہ کرنے پر اگنی واضح طور پر کسی شخصیت کا بیان محسوس ہوتا ہے۔ ویدوں میں لکھا ہے کہ اگنی ایک راز ہے۔ اور جس دن یہ راز وید کے ماننے والوں پر آشکارا ہو جائے گا انھیں امامتِ عالم کا منصب ملے گا۔ اگنی کا یہ راز کیا ہے؟

یہ راز کیا ہے؟

پنڈت اس راز پر سے پردہ اٹھانا کبھی پسند نہیں کریں گے۔ لیکن یہ بہت ضروری ہے کہ یہ راز پہلے امت محمدی پر کھلے اور پھر ان کے ذریعہ اصل حقیقت وید کے ماننے والوں تک پہونچے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ عیسائیوں نے انجیل میں دو الگ الگ معنوں والے یونانی الفاظ "ہوتھیوسس" اور "لونتھیوسس" کا ایک ہی ترجمہ کر کے حقیقت احمدی کو مسخ کیا تھا۔ اگنی کے معاملے بھی الفاظ اور ان کے معانی کا ہیر پھیر ہے۔

الفاظ مختلف زبانوں میں کیسے تبدیل ہوئے اور آج مستعمل مختلف الفاظ کے اصل کیا تھی، یہ ایک علم ہے۔ اس الفاظ کی سائنس کے علم کو انگریزی میں فلولاجی (Philology) کہتے ہیں۔ سنسکرت زبان کے فلولاجی کے مستند ترین عالم "یانک مُنی" نے تحقیق کر کے بتایا کہ ویدوں کا لفظ "اگنی" دراصل "اگرنی" (अग्रणी) تھا۔ جس کا مطلب ہے "سب سے اول" "سب سے پہلا" یہ ایک صفاتی نام ہے اور ظاہر ہے کہ وہ جو سب سے اول ہے۔ اللہ جل شانہٗ کی ذات پاک ہے۔ رِگ وید میں سب سے پہلے منتر کا مطلب ہے کہ "ہم اگنی ہی کی تعریف بیان کرتے ہیں" یعنی ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں۔ جو سب سے اول ہے۔ ان معنوں کی روشنی میں رِگ وید کے بہت سے منتروں کا مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ وہاں اگنی خدائے واحد کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لیکن پھر دقت یہ پیش آتی ہے کہ واضح طور پر اکثر مقامات پر اگنی کسی انسان اور کسی روح کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً

"ہم اگنی کو رسول چنتے ہیں"

(رِگ وید۔ ۱:۱۲:۱)

"سُورگ لوک (جنت کی دنیا) کے سردار اگنی ہیں"۔ (ایتریے براہمن۔ ۳ : ۴۲)

"آتما (روح) ہی اگنی ہے"۔

(شت پتھ براہمن۔ ۶:۷:۱:۲۰)

لیکن ان مقامات کو سمجھنے میں ایک مسلمان کو ہرگز دقت پیش نہیں آئے گی۔ روحوں میں اول کون ہے یہ ہم جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اللہ نے اپنے صفاتی نام روحِ اول کو بھی عطا فرمائے۔ پنڈتوں نے لفظ

اگرنی فنا (سب سے اول) کو اگنی (آگ) میں بدل دیا اور پھر چونکہ اگرنی کی بہت فضیلت بیان ہوتی تھی اس لئے اگنی کو بھی دیوتا کا درجہ دیا۔ شادی بیاہ میں اگنی کے طواف کرنے لگے اور اپنے مرنے والوں کو آگ کے سپرد کرنے لگے۔ لیکن ایک دلچسپ فرق انہوں نے یہاں بھی ملحوظ رکھا۔ ہندوؤں کے جو فرقے اپنے مردوں کو جلاتے ہیں وہ بھی بچوں کی میت اور اونچے درجے کے مذہبی پیشواؤں کی میت کو نہیں جلاتے۔ انہیں وہ دفن ہی کرتے ہیں یعنی اپنے نزدیک وہ معصوم اور نیکوں کو دفن کرتے ہیں اور بقیہ سب کو اگنی کے سپرد کرتے ہیں کیونکہ عالم بالا میں اگرنی (روح اول) کی سرپرستی اور شفاعت کی اہمیت کا ویدوں میں بہت تذکرہ ہے۔

اس طرح حقیقت احمدی کو چھپانے کی کوشش میں "اگرنی" کو اگنی دیوتا بنا دیا گیا۔ آئندہ سطور میں جتنے وید منتروں کے تراجم نقل کئے جائیں گے وہاں ہر جگہ ویدوں کا موجودہ تحریف شدہ لفظ اگنی ہی لکھا جائے گا۔ قارئین اس کا مطلب آگ کے بجائے روح اول ہی سمجھیں۔

ویدوں میں روح اول کی پہچان

سوال یہ ہے کہ روح اول کا وجود تسلیم کرنے سے تو ہندوؤں کو کوئی انکار نہیں ہے لیکن ان پر یہ کیسے ثابت کیا جائے کہ روح احمد ہی روح اول ہے جسے دنیا میں جسم عطا کر کے محمد (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کے نام سے سب رسولوں کے آخر میں بھیجا گیا تھا۔ ویدوں میں اس سوال کا جواب بھی موجود ہے۔ مندرجہ ذیل منتروں میں دیکھیں۔

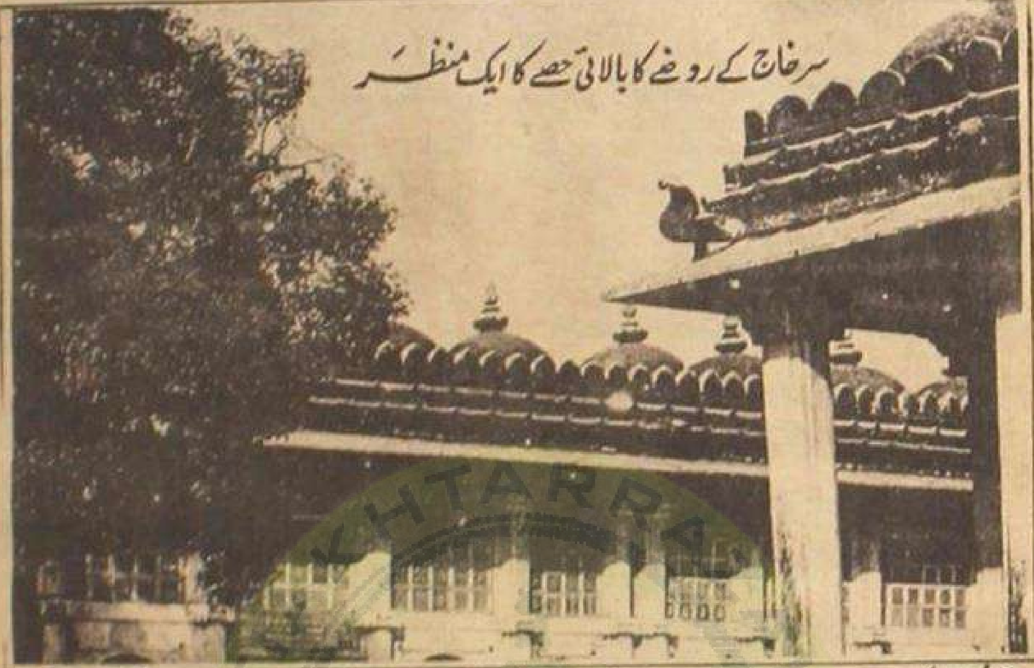
"جن اگنی کا جاری وساری روپ کبھی فنا نہیں ہوتا اسے "تنون پات" (لطیف روح) کہتے ہیں۔ جب وہ مجسم ہوتے ہیں تو آسر (سب سے بعد میں آنے والے) اور نراشنس (حمد کیا ہوا انسان یعنی محمد) کہلاتے ہیں...." (رگ وید۔ ۳۔۲۹:۱۱)

"اگنی کا پہلا جنم سورگ لوک (جنت کی دنیا) میں بجلی (یعنی نور) کی شکل میں ہوا۔ ان کا دوسرا جنم ہم انسانوں کے درمیان ہوا۔ تب وہ جات وید (پیدائشی عالم یعنی امی) کہلاتے...."

(رگ وید۔ ۱۰:۴۵:۱)

وید صاف بتا رہے ہیں کہ عالم بالا میں روح اول وہ تھے جو دنیا میں انسانوں کے درمیان پیدا ہونے پر نراشنس یعنی محمد (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کہلاتے۔

"سنی دنیا" کے مارچ ۱۹۹۲ء کے شمارہ میں میں نراشنس کے ثبوتوں پر ایک تفصیلی مضمون پیش کر چکا ہوں جس میں ویدوں میں سے



سرخاج کے روضے کا بالائی حصے کا ایک منظر

نراشنس کی علامات کے مفصل حوالے درج ہیں جن قارئین نے اسے پڑھا ہو گا انھیں یاد ہو گا کہ اتھرو وید (۲۰: ۱۲۷: ۱تا ۱۴) میں نراشنس کی یہ علامات درج ہیں کہ

۱ ان کی بے مثل تعریف کی جائے گی (دنیا میں بہت سے غیر مسلموں کے اعتراف کے علاوہ جب بھی ان کا نام آتا ہے ہر مسلمان درود وسلام پیش کرتا ہے۔ اس طرح کوئی لمحہ روئے زمین میں ایسا نہیں گزرتا جب دنیا میں کسی نہ کسی مقام پر درود وسلام نہ پڑھے جا رہے ہوں)۔

۲ وہ ہجرت کریں گے۔

۳ ساٹھ ہزار نوے (۶۰۰۹۰) دشمنوں سے ان کی حفاظت ہو گی۔ (مکہ اور اطراف کی آبادی بعثت نبوی کے وقت ساٹھ ہزار تھی)۔

۴ ان کی سواری اونٹ ہو گی۔

۵ بیس اونٹنیاں ان کی ملکیت ہوں گی۔ (عیسائی مورخ ولیم میور نے لکھا ہے کہ الغابہ کی فتح میں مال غنیمت میں سے بیس اونٹنیاں محمد (صلی اللہ تعالے علیہ وسلم) کے حصے میں آئی تھیں)۔

۶ ان کا ایک نام مامح (عظیم ترین) ہوگا

اس کے علاوہ ان ہی منتروں میں تمثیلی انداز میں مہاجرین حبش، عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر اور فتح مکہ کے وقت اسلامی لشکر کی تعداد کے اشارے بھی ہیں۔

ویدوں میں اگنی راز کی تلاش کا حکم

ویدوں کے دور میں حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی جسمانی بعثت نہیں ہوئی تھی لیکن ہندوستان میں آنے والے انبیاء

نے دنیا کے تمام نبیوں کی طرح اس وقت کی مقامی زبان میں رسول آخر الزماں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی آسمانی حقیقت اور دنیا میں بعثت کی خبریں اپنی قوم کو بتادی تھیں۔ اللہ نے ان خبروں کی حفاظت فرمائی۔ اور آج یہ خبریں ان کی مذہبی کتابوں میں جابجا بکھری ہوئی ہیں۔

ان حقائق کے بعد کوئی تعجب نہیں ہوتا جب ہم ویدوں میں اگنی کی حقیقت تلاش کرنے کی زبردست تاکید پاتے ہیں۔ ذیل کے منتر اس کا ثبوت ہیں۔

"..... پچھلے دور کی مانند ہم اگنی کو تحقیق کے ذریعہ ظاہر کریں گے"۔ (۳:۲۹:۱۱)

"سب سے زیادہ علم رکھنے والے الافانی، نورانی جسم والے اگنی کو علم کی مشعل کے ذریعہ تحقیق کرکے ظاہر کرو۔ تم اعمال کی قربانی کے میدان میں انسانوں کی امامت کرنے والے ہو .... انھیں ابتدا ہی میں ظاہر کردو۔" (۳:۲۹:۵)

"احمد" نام بھی وید میں ہے

صفاتی نام الاول ہی نہیں بلکہ تخلیق اول کے اصل نام "احمد" کا تذکرہ بھی ویدوں میں موجود ہے۔ لیکن پنڈت صاحبان ویدوں کا ترجمہ کرتے وقت ترجمہ میں تحریف کردیتے ہیں۔

".... سب سے پہلے (تخلیق سے پہلے) جن کا خیال اور تصور کیا وہ احمد ہی ہیں، وہ باپ ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے حقیقی علم حاصل کیا۔ جسے حاصل کرکے میں سورج کی مانند منور ہوگیا۔"

(رگ وید۔ ۸:۶:۹، ۱۰)

" وید احمد عظیم ترین انسان ہیں، سورج کی طرح ظلمتوں کو بھگانے والے ہیں انھیں کو جان کر موت کو پار کیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ منزل تک پہونچنے کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے۔" (یجروید۔ ۳۱-۱۸)

ضرورت اس بات کی ہے کہ دبے ہوئے ان ماہ پاروں کو ہندو عوام کے سامنے پیش کیا جائے جنھیں ان کے مذہبی لیڈروں نے بہت کامیابی سے آج تک چھپا رکھا ہے۔

(..... جاری ہے)

رابطہ کا پتہ:
ڈاکٹر سید عبداللہ طارق، بازار نصراللہ خاں
رام پور (یو۔پی)

راجستھان کا سفر نامہ

جانشین مفتی اعظم دامت برکاتہم العالیہ اور مدیر سنی دنیا کا دورۂ راجستھان نہایت کامیاب رہا۔ ادارہ کی گوناگوں مصروفیات کے پیش نظر راجستھان کا سفرنامہ اس شمارہ میں نہ آسکا۔ انشاء اللہ اگلے ماہ میں پیش کیا جائے گا۔

(ادارہ)



قرآن کریم کی معجزانہ نوعیت

محمد امجد رضا گنگوہی
ناظم نشرواشاعت تحریک اسلامی بہار پٹنہ ۸

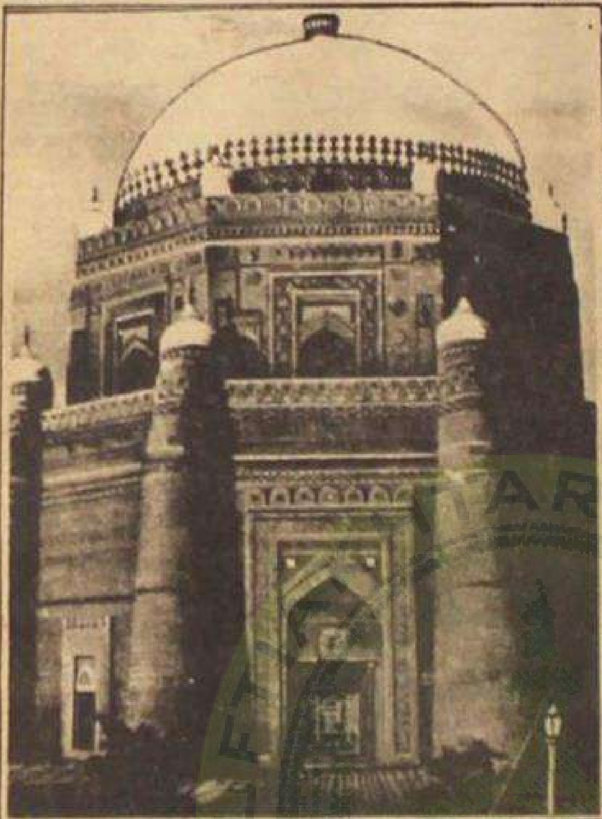
قرآن ہدایت وفلاح اور اصلاح سے تعلیمات کا سرچشمہ ہے۔ جس کا نزول نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہوا۔ آج ساری دنیا میں نعرۂ حریت ومساوات اور امن واتحاد کا جو غلغلہ ہے اسی قرآن کی مرہون منت ہے ــــ قرآن وہ زندہ کتاب ہے جس نے پرانے توہمات وتخیلات اور باطل افکار ونظریات کو مٹا کر ان کی جگہ ایسے اعمال کی بنیاد رکھی جو انسانیت کے لئے مفید اور کارآمد ہونیکے ساتھ ساتھ اصلاح وفلاح اور امن واتحاد کے لئے نسخۂ کیمیا ہیں۔

اگر قرآن کے بتائے گئے اصولوں کو اپنالیا جائے تو باہمی تنازعہ اور آپسی منافرت کا دبیز پردہ تار تار ہوسکتا ہے اور اخوت ومحبت کی فضاء قائم ہوسکتی ہے

ایک بار نبی اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح لوہے زنگ آلود ہوجاتے ہیں اسی طرح انسانی قلوب پر بھی زنگ چڑھ جاتا ہے۔ صحابہ کرام یہ بات سن کر فکرو تشویش میں پڑ گئے اور اسی عالم میں اس روحانی زنگ خوردگی کا علاج دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ موت کی بکثرت یاد اور قرآن کریم کی زیادہ سے زیادہ تلاوت دلوں کے زنگ کا علاج ہے۔

قرآن انسانی قلوب کو کس حدتک متاثر کرتا ہے اور اس کے الفاظ مردہ دلوں میں کس حدتک زندگی کی حرارت وتپش پیدا

کر دیتے ہیں۔ اس کے لئے تاریخی حقائق کو جاننا ضروری ہے۔ ذیل میں چند ایسے واقعات پیش کئے جاتے ہیں جس سے قرآن کریم کی معجزانہ نوعیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔



(۱)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے یہاں معززین مکہ مدعو تھے۔ ایک لونڈی دستر خوان پر کھانا چننے میں مصروف تھی جب وہ شوربے کا پیالہ حضرت امام حسن کے سامنے رکھنے لگی تو اچانک اس کا پاؤں پھسلا جس سے تمام شوربہ حضرت امام حسن کے اوپر گر گیا ـــــ انہوں نے قہر آلود نظروں سے لونڈی کی طرف دیکھا۔ وہ خوف سے تھر تھر کانپنے لگی۔ اسی خوف کے عالم میں اس کے منہ سے قرآن کے یہ الفاظ نکلے۔ والکاظمین الغیظ جو لوگ غصہ کو پی جاتے ہیں۔

حضرت امام حسن نے لونڈی سے فرمایا۔ "میں نے اپنا غصہ روک لیا"

پھر لونڈی نے کہا۔ "والعافین عن الناس" اور جو لوگوں کی خطائیں معاف کر دیتے ہیں آپ نے فرمایا۔ "میں نے تمہاری خطا معاف کردی۔"

اس کے بعد لونڈی نے آیت کا آخری حصہ پڑھا "واللّٰہ یحب المحسنین"۔ اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔

یہ سنکر حضرت نے فرمایا۔ "جاؤ میں نے تمہیں آزاد کر دیا۔"

(۲)

حضرت شیخ مجدد سرہندی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے درمیان "مکتوبات" کے سلسلے میں کچھ تنازع چل رہا تھا۔ شیخ عبدالخالق سرہندی تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک دن محدث دہلوی کی خدمت میں پہونچا اور گفتگو کے دوران میں نے یہ کہا کہ

" بزرگان دین میں عداوت ٹھیک نہیں ہمارا آپ کا منصف قرآن ہے آیئے وضو کریں اور قرآن پاک کو کھولیں پھر جو آیت

آغاز صفحہ میں نکل آئے اس کو شیخ احمد امجد رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے حال کی فال سمجھ لیجئے۔"

حضرت محدث دہلوی نے یہ تجویز منظور کرلی اور ہم دونوں نے وضو کرکے دوگانہ ادا کیا اور پھر نہایت ادب و احترام سے قرآن پاک کھولا۔ صفحہ کی پہلی آیت یہ نکلی "رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله" وہ ایسے مرد ہیں کہ جنہیں کوئی کاروبار اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔ حضرت محدث دہلوی نے اس آیت کے پڑھتے ہی حضرت شیخ مجدد سرہندی کی مخالفت سے توبہ کرلی اور آخر عمر تک اس پر قائم رہے۔

(۳) ایک ملاقات میں محمود غزنوی نے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے کہا کہ حضرت بایزید بسطامی کے احوال و اقوال میں سے کچھ سنائیے۔

حضرت خرقانی نے فرمایا" اچھا تاب ہے تو سنو! وہ فرماتے ہیں۔ جس نے مجھے دیکھا وہ بدبختی سے بے خطر ہوگیا۔"

محمود غزنوی نے کہا" لیکن حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ابولہب ابوجہل اور کتنے ہی منکروں نے دیکھا اور وہ بدبخت کے بدبخت ہی رہے۔ کیا حضرت بایزید بسطامی کا درجہ پیغمبر سے بھی بڑھ گیا کہ ان کو دیکھتے ہی بدبختی کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔"

حضرت خرقانی نے فرمایا" محمود! قطعی طور پر سمجھ لو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے چار یار اور صحابۂ کرام کے سوا کسی نے حقیقی معنوں میں دیکھا ہی نہ تھا۔" پھر حضرت ابوالحسن خرقانی نے یہ آیت پڑھی۔ وتراهم ينظرون اليك وهم لا يبصرون ۰ یعنی اور تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ تیری جانب دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ دیکھنے سے محروم ہیں۔

(۴) سلیمان بن عبدالملک شام سے مدینہ منورہ حج کے لئے گیا تو حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے ملاقات ہوئی اس ملاقات میں جو گفتگو ہوئی اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

سلیمان بن عبدالملک :۔ روز قیامت پروردگار سے بندوں کی ملاقات کس صورت میں ہوگی؟

حضرت ابوحازم :۔ اگر بندہ دنیا میں نیکی کرکے گیا تو اس طرح ہوگی جیسے کوئی شخص مدت کے بعد سفر کرکے اپنے گھر واپس لوٹے اور بہت سامان و اسباب ساتھ لائے اہل خانہ اس کی آمد سے خوش ہو اور خاطر داری کریں اور اگر وہ بدی کرکے گیا تو اس کا سامنا ایسا ہوگا جیسے کسی کا غلام چوری کرکے بھاگ گیا ہو اور آقا نے اس کی تلاش و گرفتاری کے لئے پیادے دوڑائے ہوں اور وہ اس کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑ کر آقا کے حضور لائیں۔ وہ اس وقت

آقا کے سامنے کتنا شرمسار اور قابل لعنت و نفریں ہوگا۔

سلیمان :۔ (آبدیدہ ہوکر) کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں اپنا حال جان لیتا کہ ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت میں مالک کے سامنے میری پیشی ہوگی ؟

حضرت ابوحازم :۔ یہ معلوم کرنا تو بالکل آسان ہے قرآن نے اس حقیقت سے پردہ اٹھا دیا ہے۔

سلیمان :۔ کس آیت میں ؟

حضرت ابوحازم :۔ ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم، بے شک نیک لوگ جنت کی نعمتوں میں ہوں گے اور بدکار جہنم میں ــــ اب تم خود ہی اپنے اعمال کا جائزہ لے لو کہ آیا تم ابرار میں سے ہو یا فجار میں سے ؟

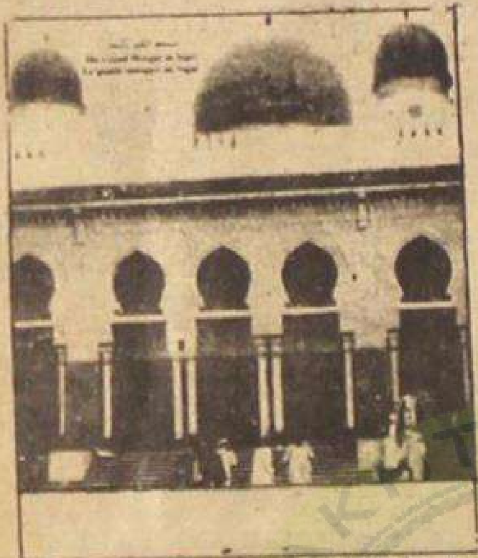
سلیمان :۔ اگر انجام کار اعمال پر منحصر ہے تو پھر رحمت کیا ہوئی ؟

ابوحازم :۔ یہ بات بھی قرآن سے پوچھ لو۔

سلیمان :۔ کس آیت سے ؟

ابوحازم :۔ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین یعنی اللہ کی رحمت احسان کیش لوگوں سے قریب ہے۔ سلیمان خوف کی حالت میں روتے ہوئے بے حال ہوکر اٹھتا ہے اور کہتا ہے۔ تمہاری اس قسم کی باتیں سننے کی مجھ میں تاب نہیں میرا کلیجہ پھٹا جاتا ہے۔

(۵) ایک وقت تھا جب فضیل بن عیاض



رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈاکہ زنی کرتے تھے ڈاکو بھی اس درجہ کے تھے کہ پہلے سے اعلان کرکے ڈاکہ ڈالا کرتے تھے۔ ایک رات وہ اسی نیت سے مکانوں کی چھتوں سے گزر رہے تھے کہ کسی روزن (کھڑکی) سے ان کو کچھ آواز سنائی دی۔ انہوں نے رک کر روزن سے کان لگا دیئے۔ کوئی شخص اپنے گھر میں قرآن پاک کی تلاوت کررہا تھا۔ فضیل بن عیاض کے لمحہ سماعت کے وقت یہ آیت پڑھی گئی۔

الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ۔ کیا ابھی تک ایمان لانے والوں کے لئے وہ گھڑی نہیں آئی کہ ان کے دل ذکر الٰہی کے لئے گداز ہوکر جھک جائیں ؟۔

ان کلمات مبارک نے کیا عجب تاثیر دکھائی تیر کی طرح حضرت فضیل کے دل میں اتر گئے ایک دم نعرہ مارا " ہائے میرے اللہ " اور پھر اسی لمحہ چوری سے توبہ کرلی بلکہ اپنی

ایسی اخلاقی اصلاح کی اور روحانی منازل طے کئے کہ آج ان کا شمار ذی مرتبہ صلحائے امت میں ہوتا ہے۔

(۶) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مشہور بزرگان دین میں سے ہیں۔ جوانی کے دنوں میں ایک عیش پرست عرب کے یہاں ملازم تھے جہاں دور جام چلتا تھا۔

ایک دن انہوں نے کسی شخص کی زبان سے متذکرہ بالا آیت " الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ " سنی اور اسے سنتے ہی نہ صرف تمام مناہی اور مکروہات سے توبہ کرلی۔ بلکہ اس کے بعد سے اپنی زندگی کا رخ ہی بدل دیا اور پھر خدا کے مقرب اور پسندیدہ بندوں کا درجہ پایا۔

حضرت ذوالنون مصری کا اثر دربار بغداد پر بہت تھا خلیفہ متوکل آپ کی تشریف آوری پر تعظیم کے لئے خود اٹھ کھڑا ہوتا۔ اور وزرا اور درباری بھی حد درجہ احترام کرتے۔ ایسی صورت حالات میں بالعموم حاسد بھی ابھر آتے ہیں۔ چنانچہ کچھ لوگوں نے حضرت ذوالنون مصری کے حق میں بدگوئی کی اور خلیفہ کے کان بھرے۔ باتیں ایسی تھیں کہ خلیفہ نے حضرت کو مصر سے بلوایا آپ دربار میں داخل ہوئے تو سر مجلس اس مختصر سی آیت کی تفسیر بہت ہی پر سوز انداز میں بیان کی۔

ان بعض الظن اثم یعنی بعض بدگمانیا گناہ ہوتی ہیں ______ انداز کلام ایسا پرسوز تھا کہ جس کے اثر سے خلیفہ کا دل پگھل گیا اور وہ بے اختیار سر دربار رونے لگا۔

اور اس سیل گریہ اور اشکہائے ندامت میں وہ تمام چغلیاں بہہ گئیں جو بعض لوگوں نے کان میں ڈالی تھیں۔

(۷) ایک مرتبہ مغل اعظم شہنشاہ اکبر (موجد دین الٰہی) نے ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اپنی مہر پر اللہ اکبر کا کلمہ کندہ کرانا چاہتا ہے۔ درباریوں سے پوچھا کہ اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ خوشامد پیشہ امراء نے شہنشاہ اکبر کے اس خیال کی تائید کی اور اس کے ہاں میں ہاں ملائی۔ مگر ایک بزرگ حاجی ابراہیم جو دربار میں موجود تھے انہوں نے صاف صاف کہا کہ " اللہ اکبر" کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا بڑا ہے۔ دوسرا یہ کہ " اکبر خدا " ہے۔ پس بہتر یہ ہے کہ اس کے بجائے ولذکر اللہ اکبر نقش کرائیں یہ قرآن کی آیت ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ " اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے"

بادشاہ نے اس صاف گوئی کو بہت پسند کیا۔ مگر حاجی صاحب سے یہ سوال کیا کہ تم اس کے معنی دوسری طرف کیوں لے گئے ؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے دونوں امکانی معنی بیان کر دیئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا صرف مناسبت لفظی ہے اور کوئی خاص بات نہیں۔ حاجی صاحب اس پر بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکے

کہ ہو لیکن خدا کو ایسی مناسبت اور شرکت پسند نہیں۔"

(۸)

یحییٰ ابن حکم، اندلس کا مشہور فصیح و بلیغ گزرا ہے وہ کہتا ہے کہ

میں نے بطور امتحان سورۃ اخلاص شریف کا جواب لکھنا چاہا۔ میں نے ارادہ ہی کیا تھا کہ میرے دل پر یکایک ہیبت طاری ہو گئی اور اچانک ایسا گداز پیدا ہو گیا کہ میری آنکھوں سے آنسو بہنے شروع ہو گئے میں نے اسی وقت توبہ کی۔ ۔ ۔

انمول معلومات

محمد امین القادری بریلوی

● حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نکاح کیا تو خطبۂ نکاح ابو طالب اور ورقہ بن نوفل نے دیا۔ ابو طالب نے اپنے خطبہ میں اپنے مال میں سے بیس اونٹ مہر مقرر کئے اور ورقہ بن نوفل نے اپنے خطبہ میں چار سو مثقال مہر کا ذکر کیا۔

● سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ابولہب کی لونڈی حضرت ثوبیہ کا دودھ نوش فرمایا۔ پھر اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے دودھ سے سیراب ہوتے رہے۔ پھر حضرت حلیمہ آپ کو اپنے ساتھ لے گئیں۔ وہ آپ کو دودھ پلاتی رہیں اور انھیں کے پاس آپ کے دودھ پینے کا زمانہ گزرا۔

نعت مقدسہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

از:۔ شاعر اسلام قمر مصطفوی شمس آبادی فرخ آباد

انبیاء میں آقا کی شان سب سے عالی ہے
زندگی کمالی ہے شکل بھی جمالی ہے

مصطفےٰ کے کوچے کی ہر ادا نرالی ہے
شام خلد والی ہے صبح عرش والی ہے

ان کے در کے منگتا کی شان ہی نرالی ہے
بادشاہ ہے شاہوں کا ان کا جو سوالی ہے

بے شمار سائل ہیں ایک میرے آقا ہیں
یہ نہیں کوئی کہتا جھولی میری خالی ہے

شکر کر ادا مسلم شان مصطفائی کا
ان کے ہی توسل سے عاقبت بنالی ہے

چاند سے حسیں رخ پر گیسوؤں کا کیا کہنا
رات کی سیاہی میں صبح ہونے والی ہے

دست پاک آقا کے معجزے کا کیا کہنا
دو جہاں کی دولت ہے دیکھنے میں خالی ہے

کربلا میں سر دیکر فاطمہ کے لالوں نے
دین مصطفائی کی آبرو بچالی ہے

طائر منافق کے پر نہیں پھٹکتے ہیں
جب سے میرے سینے میں جذبۂ بلالی ہے

شان ہے شریعت کی عزم ہے مسلماں کا
ہاتھ میں ہمارے جو پرچم ہلالی ہے

یہ یقین کامل ہے اے قمر ہمارا تو
خون ہے شہیدوں کا جو افق کی لالی ہے

از: عبد المالک رضوی، سیتامڑھی، جامعہ اشرفیہ مبارکپور

امام اعظم پر الزام قیاس کا تنقیدی جائزہ

برأت قیاس از جانب امام

(۱) وان یحسدونی فانی غیر لائمهم قبلی من الناس اهل الفضل قد حسدوا فدام لی ولهم ما بی وما بهم ومات اکثر الناس غیظا بما یجدوا۔

اگر وہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو میں ان پر ملامت کرنے والا نہیں مجھ سے پیشتر صاحب فضل و کمال حسد کئے گئے ہیں میری حالت وصفت میرے ساتھ اور ان کی ان کے ساتھ اکثر لوگ اس سبب سے جو انھوں نے پایا مارے غصہ کے مر گئے ہیں[1]

اور پھر بھلا اس شخص کی طرف کیسے اس کو منسوب کیا جاسکتا ہے جس کی جانب سے یہ تصریح موجود ہو

(۲) عن نعیم بن حماد قال سمعت عبد الله ابن المبارک یقول قال ابوحنیفة اذا جاء الحدیث عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم فعلی الرأس والعین واذا کان عن اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم اخترنا ولم نخرج عن قولهم واذا کان عن التابعین تزاحمناهم

نعیم ابن حماد سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے عبد اللہ ابن مبارک کو کہتے سنا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث آئے تو میرے سر و آنکھ پر (یعنی مجھے بسر و چشم قبول ہے) اور جب نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اصحاب کی طرف سے ہو تو ہم اسے اختیار کرتے ہیں اور ان کے اقوال سے انحراف نہیں

[1] الخیرات الحسان ص ۱۷۶-۱۷۷

کرتے اور اگر تابعین کی جانب سے ہو تو ہم مزاحمت کرتے ہیں ۔ ؎۲ ایک جگہ ایسے لوگوں پر تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

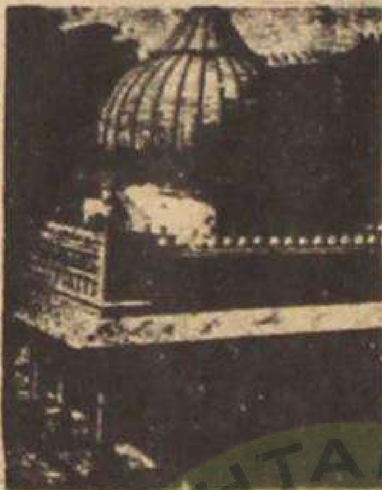
(۳) عن نعیم بن عمر قال سمعت ابا حنیفۃ یقول عجبا للناس یقولون انی افتی بالرائی ما افتی الا بالاثر

نعیم بن عمر سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے امام ابو حنیفہ کو کہتے ہوئے سنا کہ تعجب ہے لوگوں پر کہتے ہیں کہ اپنی رائے سے فتویٰ دیتا ہوں حالانکہ بغیر حدیث کے میں کوئی فتویٰ ہی نہیں دیتا۔ ؎۳

آپ کی طرف تقدیم قیاس کو منسوب کرنا سراسر افترا ہی ہے۔ بھلا کون سا ایسا سلیم الفطرت، کریم الطبع اور ذوق لطیف رکھنے والا انسان ہوگا جو نص کی موجودگی میں قیاس کی ضرورت محسوس کریگا۔ اس پر اظہار خیال فرماتے ہوئے ایک مرتبہ آپ نے کہا۔

(۴) روی ابو جعفر الشیزاماری بسندہ المتصل الی ابی حنیفۃ انہ کان یقول واللہ وافتریٰ علینا من یقول عنا اننا نقدم القیاس علی النص وھل یحتاج

بعد النص الی القیاس



حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلی

حضرت ابو جعفر شیزا ماری سند متصل کے ساتھ امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ بخدا اس نے مجھ پر افترا کیا جو یہ کہتا ہو کہ میں قیاس کو نص پر مقدم کرتا ہوں کیا نص کے ہوتے ہوئے بھی قیاس کی ضرورت محسوس کی جا سکتی ہے؟ ؎۴

حضرت امام باقر علیہ الرحمۃ

گلشن رسالت کے ایک سرسبز و شاداب پھول اور خاندان اہلبیت کے عقد فرید ہیں۔ آپ عظیم المرتبت و جلیل القدر محدث ہونے کے ساتھ نہایت ہی بلند پایہ فقیہ بھی تھے۔ آپ سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کا تذکرہ تاریخ کے صفحات میں نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ مؤرخین نے آب زر سے تحریر فرمایا، جو کچھ اسطرح ہے۔

"ایک بار امام ابو حنیفہ مدینہ گئے تو امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے

؎۲ تبیض الصحیفہ صفحہ ۲۷ ؎۳ المیزان ۲۸ ؎۴ المیزان بحوالہ الخزائب البیان فی مناقب النعمان صفحہ ۵۹

ان کے ایک ساتھی نے تعارف کرایا کہ یہ امام ابوحنیفہ ہیں۔۔۔ انہوں نے امام سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ہاں تم ہی قیاس کی بنیاد پر ہمارے دادا کی حدیثوں سے مخالفت کرتے ہو۔ انہوں نے نہایت ادب سے کہا۔

العیاذ باللہ حدیث کی کون مخالفت کر سکتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں تو کچھ عرض کر دوں۔ پھر مندرجہ ذیل سے گفتگو ہوئی۔

ابوحنیفہ:۔ مرد ضعیف ہے یا عورت؟ امام باقر:۔ عورت۔ ابوحنیفہ:۔ وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟ امام باقر:۔ مرد کا۔ ابوحنیفہ:۔ اگر قیاس میں لگاتا تو کہتا کہ عورت کو زیادہ حصہ دیا جائے۔ کیونکہ ضعیف کو ظاہر ہے قیاس کی بنا پر زیادہ ملنا چاہیئے۔ پھر پوچھا۔ ابوحنیفہ:۔ نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام باقر:۔ نماز۔ ابوحنیفہ:۔ اس اعتبار سے حائضہ پر نماز کی قضا ہونی چاہیئے نہ روزہ کی، حالانکہ میں روزہ ہی کی قضا کا فتویٰ دیتا ہوں۔ امام باقر اس قدر خوش ہوئے کہ اٹھ کر پیشانی چوم لی۔[۱]

مخالفین نے آپ سے متعلق پروپیگنڈہ کی نشر و اشاعت میں نہایت ہی اعلیٰ ظرفی و بلندی ہمتی اور سخت جانفشانی کا مظاہرہ کیا۔ نتیجۃً آپ کے معاصرین میں سے کچھ جید علمائے کرام غائبانہ طور پر ہی آپ سے متنفر و کبیدہ خاطر رہا کرتے تھے۔ لیکن جب بالمشافہ گفتگو ہوتی اور حضرت امام اپنے موقف کو دلائل و براہین کی روشنی میں واضح فرمایا کرتے تو چشم زدن میں کبیدگی و بالیدگی کافور ہو جاتی۔ پھر خود ہی حضرت امام کے ثنا خوانوں کی فہرست میں شامل ہو جاتے، ساتھ ہی اس پر فخر بھی کیا کرتے۔ کچھ اسی قسم کا ایک واقعہ یہاں پر بھی درج کیا جاتا ہے۔

(۵) وکان ابو مطیع یقول کنت یوما عند الامام ابی حنیفة فی جامع الکوفة داخل شد سفیان الثوری و مقاتل بن حیان و حماد بن سلمہ و جعفر الصادق و دیگر فقہاء، و سخن گفتند برائے امام اعظم و گفتند شنیدیم کہ شما اکثر مسائل را قیاس می کنید پس مناظرہ کردند از اول نہار الی وقت الزوال و پیش کرد مذہب خود را۔ و گفت اولاً عمل بکتاب اللہ می کنم، بعداً بہ سنۃ رسول اللہ بعداً بہ فیصلہائے صحابۂ کرام کہ بہم اتفاق کردہ باشند و بعداً قیاس می کنم پس دست

---

[۱] مسند امام اعظم ص۲۳ المناقب للموفق ص۱۶۸

ونبائے امام را بوسہ کردند وگفتند شما
سید علماء ہستی عفو کنید از ماگذشتہ ہائی
مارا کہ علمیت شما کافی خبر نبودیم امام
گفت غفر اللہ لنا ولکم اجمعین۔ لہ

حضرت ابو مطیع کہا کرتے
تھے کہ ایک دن میں کوفہ کی جامع
مسجد میں حضرت امام
ابو حنیفہ کے
پاس
تھا
کہ سفیان
ثوری و مقاتل
بن حیان و حماد بن سلمہ و
جعفر الصادق اور دوسرے فقہائے
عظام اور امام اعظم کے قیاس کے متعلق
گفتگو ہونے لگی، ان لوگوں نے کہا
ہم نے سنا ہے کہ آپ اکثر مسائل میں
قیاس کیا کرتے ہیں پس دن کے
ابتدائی حصہ سے زوال تک مناظرہ کیا
اور اپنے مذہب وموقف کو پیش کیا
اور کہا پہلے میں کتاب اللہ پر عمل کرتا
ہوں بعدہ رسول اللہ کی سنت پر بعد
ازاں صحابۂ کرام ان فیصلوں پر جن پہ
ان تمام لوگوں نے اتفاق کیا ہو اور
اس کے بعد قیاس کرتا ہوں۔ تب
ان لوگوں نے حضرت امام کے ہاتھ و
پاؤں کا بوسہ لیا اور کہا آپ تو علماء
کے سردار ہیں۔ آپ کے متعلق خاطر خواہ
جانکاری نہ ہونے کی وجہ سے ہم لوگوں
سے گستاخی ہوئی اب آپ اسے معاف
فرمائیں۔ امام اعظم نے کہا، اللہ تعالے
ہمیں اور آپ تمام کو معاف فرمائے۔

امام اعظم علیہ الرحمہ کو بدنام
کرنے کا طریقہ بہت اعلیٰ پیمانہ پر اپنایا
گیا تھا۔ مخالفین جان توڑ کوششوں
کے ساتھ صرف علماء ہی سے
نہیں بلکہ عوام نیز
عمائدین
سلطنت
کے
دربار میں بھی
پہونچا کر لائق تعزیر بنانے کے خواہشمند
تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ پر عائد کردہ
الزام اس وقت کے خلیفہ وگورنر
کے دربار میں پہونچ گیا تھا۔ تفتیش
وتحقیق کی خاطر خلیفہ وقت نے آپ کی
خدمت میں رقعہ بھیجا جس کا آپ نے
تشفی بخش جواب دے کر ساکت وصامت
کیا۔

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا

عبد الوہاب شعرانی شافعی میزان
میں لکھتے ہیں۔

(۶) وما کان کتبہ الخلیفۃ

لہ مناقب ائمہ اربعہ ص ۱۸-۱۹

ابوجعفر المنصور الی الامام ابی حنیفة بلغنی انک تقدم القیاس علی الحدیث فقال لیس الامر کما بلغک یا امیر المؤمنین! انما اعمل اولاً بکتاب اللّٰہ ثم بسنة رسول اللّٰہ ثم باقضیة ابوبکر و عمر و عثمان و حیدر ثم باقضیة بقیة الصحابة ثم اقیس بعد ذالک۔

اس میں سے جو خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہ کے پاس لکھا وہ یہ ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں تو انہوں نے کہا اے امیر المومنین! معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ آپ تک پہونچا، پہلے میں کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر رسول اللہ کی سنت پر بعدہٗ ابوبکر و عمر و عثمان و حیدر کے فیصلوں پر بعدہٗ بقیہ صحابۂ کرام کے فیصلوں پر پھر ان تمام کے بعد میں قیاس کرتا ہوں۔

نیز مندرجہ ذیل بیانات کے باوجود بھی اگر کوئی سر تسلیم خم نہ کرے تو اس کے متعلق ناظرین خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ اسے کیا کچھ کہا جاسکتا ہے۔ امام اعظم نے اپنے قول کو کبھی بھی حکم شرع نہیں فرمایا نہ یہ کہ جو میں کہتا ہوں وہی حق ہے اس کے علاوہ اور کوئی دوسری چیز لائق تقلید و عمل نہیں۔ بلکہ آپ نے تو یہ کہا کہ یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے اگر کوئی شخص اس سے بہتر بات بیان کردے تو وہ زیادہ سزاوار ہے اس بات کا کہ اسی کی بیان کردہ بات لائق عمل و تقلید ہو۔ میرے مسلک و عقیدہ کے خلاف اگر کوئی حدیث وغیرہ آجائے تو تم اسی پر عمل کرو میری کہی ہوئی بات ترک کردو کیونکہ حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے اس کے علاوہ میرا کوئی نیا عقیدہ یا اس سے ہٹ کر کوئی مسلک نہیں۔ چنانچہ

(۷) قال الشیخ عبدالوھاب الشعرانی فی الیواقیت والجواھر روی عن ابی حنیفة انه کان یقول ھذا رای النعمان بن ثابت یعنی نفسه وھو احسن ما قدرنا علیه فمن جاء باحسن منه فھو اولی بالصواب۔ ۵۳

شیخ عبدالوہاب شعرانی نے الیواقیت والجواہر میں کہا ہے کہ حضرت ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتے

۵۳ کتاب الانصاب صفحہ ۵ مکتبہ دستنبول ترکی ۱۳۱۰ھ

تھے یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے
یعنی اپنی سمجھ اور یہ ان تمام میں سب
سے بہتر ہے جس پر میں قادر ہوا تو وہ
شخص جو اس سے بہتر بیان کرے
تو وہ درستگی سے زیادہ قریب ہے۔

(۸) وروی الحاکم والبیھقی
عن الشافعی انہ کان یقول
اذا صح الحدیث فھو مذھبی
وفی روایۃ اذا رأیتم کلامی
یخالف الحدیث فاعملوا بالحدیث
واضربوا بکلامی الحائط۔ لہ
حاکم و بیہقی نے امام شافعی
سے روایت کیا کہ وہ (امام ابوحنیفہ) کہا
کرتے تھے کہ حدیث جب درست ہو
جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ اور
ایک روایت میں یہ ہے کہ جب تم میرے
کلام کو حدیث کے مخالف دیکھو تو تم حدیث
ہی پر عمل کرو اور میرے کلام کو ترک کردو۔

مذکورہ بالا دلائل و براہین
سقوط الزام کیلئے کافی و وافی ہیں۔
لیکن ہو سکتا ہے کوئی ان دلائل قاطعہ
و براہین ساطعہ کو یہ کہکر رد کرنے کی
سعی کرے کہ یہ تو انکا اپنا انداز اور اپنے
موقف کے متعلق برأت و صفائی ہے۔
اپنے منہ میاں مٹھو بنتا ہے۔ اور پھر
یہ کہ اپنی گلو خلاصی خود اپنی زبانی یہ تو کوئی



لائق استناد
شئی نہیں
اگر کوئی
دوسری شہادت
ہو تو لائق
اعتبار بھی
ہو سکتی ہے۔
تو اب ایسے
افراد کے
اذہان و قلوب کو تشفی بخش طور پر مطمئن
کرنے کے لئے ہم آئندہ سطور میں ان
معزز و متبرک شخصیتوں کے اقوال نقل
کرنے جا رہے ہیں جن کے علم و عمل
کا ڈنکا شرق و غرب اور شمال و جنوب
ہر چہار جانب اسی شان و شوکت کے
ساتھ آج بھی بج رہا ہے جس جاہ و جلال
کے ساتھ برسہا برس پہلے بج رہا تھا۔
جن کی علمی قابلیت و صلاحیت ایک مسلم
الثبوت اور اٹل حقیقت ہے آپ کے
فضل و کمال، علو شان اور بیان مرتبت
کا اعتراف صرف اپنوں ہی نے نہیں کیا
بلکہ جس طرح آپ کی فقہی بصیرت اور شان
اجتہاد کے اپنے معترف ہیں بالکل اسی
آن بان کے ساتھ دوسرے بھی اعتراف
کرتے ہیں۔

الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔

لہ کتاب الانصاف صفحہ ۵

برأت قیاس از جانب دیگر علمائے اعلام

انسان جب خداداد لیاقت کے ذریعہ ترقی و بلندی کے منازل طے کرنے لگتا ہے تو اوج ثریا کی بلندی بھی اس کے زیر قدم سمٹ آتی ہے۔ ایسے وقت میں وہ انسان لوگوں کی توجہ کا محور و مرکز بن جاتا ہے پھر اس وقت سب سے زیادہ جن کے سینہ پر سانپ لوٹتا ہے وہ چند معاصرین ہی ہوتے ہیں جن کی تعلی پرستی ان کی بلند پروازی ایک نظر بھی نہیں بھاتی وہ لوگ بھیر طرح طرح سے اس پر کیچڑ اچھالنے لگتے ہیں ایسی صورت میں ضرورت اس بات کی مقتضی ہوتی ہے کہ ان معاصرین کی بے جابات ہرگز ہرگز قابل قبول نہو، ورنہ فتنہ و فساد کا دروازہ کبھی بھی بند نہیں کیا جاسکتا۔ اور لوگوں کی آپسی چشمک کبھی ختم نہیں ہوسکتی ایسے لوگوں کے اقوال قبول کرنے سے علمائے امت نے جگہ جگہ منع فرمایا ہے۔

حضرت امام پر جو زبان طعن دراز کی گئی ہے وہ بھی کچھ اسی قسم کے حادثات سے دوچار ہوئی ہے لیکن علمائے راسخین نے ان باتوں سے اجتناب کرنے کی ہدایت بھی فرمادی ہے۔ علامہ ابن حجر نے اپنے متعدد رسائل میں اسے تحریر کیا ہے کہ۔

(۱) ان الطعن ان کان من غیر اقران الامام فهو مقلد لما قاله او کتبه اعداه وان کان من اقرانه فلا یعتد به لان قول الاقران بعضهم فی بعض غیر مقبول، کما صرح الذهبی۔ ۲؎

بے شک طعن اگر ان لوگوں کی جانب سے ہو جو امام کے زمانہ موجود نہ تھے تو گویا کہ وہ تقلید کرنے والے ہیں ان لوگوں کی باتوں کی جو ان کے دشمنوں نے کہی یا لکھی اور اگر ہم عصروں کی جانب سے ہو تو لائق اعتبار نہیں کیونکہ بعض ہم عصر کی بات بعض کے حق میں قابل قبول نہیں، جیسا کہ ذہبی نے اس کی تصریح کی۔

جس عہد فرید کے متعلق ابن حجر و ذہبی جیسے جلیل القدر ائمہ ایسی روشن تصریح فرمادیں ان کے حق میں ناشائستہ کلمات کی صحت کیسے تسلیم کیجا سکتی ہے؟ اگر حقیقۃً وہ اسی کے مستحق تھے جو مخالفین و معاندین نے کہا تو بھلا یہ حزم و احتیاط اور زہد و ورع کے پیکر جمیل کیسے انکی طرف سے اتنی وضاحت کے ساتھ صفائی پیش کرتے۔

۲؎ مقدمہ ہدایہ الجزء الثانی ص۶

کشمیر میں سنی دنیا: جناب اکبر علی لون رضوی القادری، کچھوا مقام ضلع بارہ مولہ، کشمیر
سیوان میں سنی دنیا: بریلی کتاب گھر، نواب مارکیٹ، املی چوک تیل ہٹہ علی گنج سیوان

دینی مدارس
ضرورت اور افادیت جدید زاویۂ فکر سے

از: مولانا محمد شمشاد حسین رضوی، بدایوں

دینی مدارس سے وہ درسگاہیں مراد ہیں جہاں مذہبی تعلیمات دی جاتی ہوں — روحانیات، اخلاقیات، دینی رجحانات و خیالات معرفتِ خدا و رسول، سیرت مبارکہ اور اچھے و برے، نیک و بد اور خیر و شر کے مابین امتیازات کی شناخت کرائی جاتی ہو۔ انسانیت، احترام انسانیت، شرافت، دیانتداری، ایمانداری جذبۂ بے لوثی اور بے غرض زندگی بسر کرنے کے طور طریقے بتائے جاتے ہوں۔ اسلامی رسم و رواج، عبادات، ریاضیات، عادات و اطوار نیز معاشیات جیسے اہم مسائل سے واقفیت کرائی جاتی ہو۔ دینی مدارس سے وہ مکاتب اور ابتدائی اسکول بھی مراد لئے جاتے ہیں جہاں بچوں میں مذہبی شعور بیدار کیا جاتا ہے اور ناظرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ دینی مدارس کیوں قائم کئے جاتے ہیں؟ سماج و معاشرہ میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ انسانی زندگی کو وہ کس قدر متاثر کرتے ہیں؟ ان تمام پہلوؤں پر گفتگو کرنے سے قبل آیئے اس کے تاریخی پس منظر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس کے مطالعہ کرنے کے بعد ہی یہ حقیقت نکھر کر سامنے آئے گی کہ سماجی اور معاشرتی زندگی میں اس کی کیا اہمیت ہے۔ اور کس حد تک وہ ضرورت کی تکمیل کرتا ہے

اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ ہمارا مذہب، مذہب اسلام ہے۔ جو دین فطرت ہے اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اور خوب صورت نظام اخلاق رکھتا ہے۔ بے یقینی اور شکوک و شبہات کے اندھیروں میں اسلام کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ وہ مینار نور ہے اور مشعل ہدایت ہے۔ اور انسانی زندگی میں ایقان و ایمان

کی چاندنی بکھیرتا ہے۔ ؎

بے سرگرداں زمانہ بے یقینی کے اندھیرے میں
اے اسلام کے نورِ فراست کی ضرورت ہے

مذہب ـــــ اور اس کا شعور

حدیث شریف کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس خاکدان گیتی میں جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے۔ وہ دین فطرت لے کر آتا ہے۔ یہ دین فطرت کیا ہے؟۔ اسلام کے بنیادی ارکان ہیں۔ مثلاً عقیدۂ توحید و رسالت جن کے ماننے کا اقرار تمام روحوں نے روز ازل میں کیا ہے چونکہ بچہ بالکل سادہ ذہن اور شعور و احساس سے عاری ہوتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی امتیاز یا اختیاری قوت نہیں ہوتی ہے اور نہ ہی اسے نیک و بد، خیر و شر کی کوئی سوجھ بوجھ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ گھر خاندان اور معاشرتی طبقہ سماجی زندگی سے متاثر ہوتا ہے۔ اور افراد سماج کے کرداروں سے زبردست متاثر ہوتا ہے۔ اس تاثر کے ساتھ ساتھ اسے شعور و احساس کی قوت بھی نصیب ہی نہیں بلکہ اس میں پختگی اور مضبوطی آتی ہے اگر انھیں یہودیوں کا سماج ملتا ہے۔ وہ یہودی نواز بن جاتا ہے۔ نصرانی کے ماحول میں رہتا ہے تو نصرانی بن جاتا ہے۔ آتش پرست سے ربط و ضبط ہوتا ہے۔ تو وہی دین اختیار کر لیتا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے۔ جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھئے۔ اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ معاشرے کے افراد اور حوادث سے واسطہ پڑنے سے بچوں میں مذہبی شعور کی ابتدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے۔

"بچوں کو جب اپنے معاشرے کے افراد اور حوادث سے واسطہ پڑتا ہے تو انھیں کھرے کھوٹے کی تمیز ہونے لگتی ہے وہ نیکی اور بدی کو پہچاننے لگتے ہیں۔ ان میں اشیاء اور افعال کی بنیادوں پر بھی قدرے فکر کی رغبت ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ پھر ان کا فکر مادی سطحیت سے بلند ہو کر اپنی بساط کے مطابق ماورائی حقائق کی طرف متوجہ ہونے لگتا ہے۔" ص ۱

بچہ جب عمر کی اس منزل میں داخل ہو جائے جہاں اسے مذہبی شعور و ادراک کی آشنائی حاصل ہوتی ہے تو والدین کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ گھر میں یا مکتب میں اس کے لئے مذہب کا عملی نمونہ پیش کریں۔ اور یہ عملی نمونہ بالکل واضح غیر مبہم ہو۔ اسی ضرورت کے پیش نظر آج ہندوستان میں سیکڑوں مکاتیب ہیں۔ اور کہیں مساجد میں تعلیم دی جاتی ہے۔ مذہب سے روشناسی کرائی جاتی ہے۔ اور اسلام کے بنیادی عقائد و ارکان سے اسے واقف کرایا جاتا ہے۔ مکتب کی اس ابتدائی تعلیم اور اس کی افادیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ابتدائی تعلیم



اسے عمر کی آخری منزل تک کام آتی ہے۔ اس لئے اس پر زیادہ توجہ دینا چاہئے۔ علامہ مشتاق احمد نظامی کو بچوں کی اس ابتدائی تعلیم کا کس قدر خیال تھا اور انھیں اس کی کس قدر فکر تھی۔؟ مندرجہ ذیل تحریر سے اندازہ ہوتا ہے۔

"نسیم رحمت کے کل تین حصے ہیں۔ جس میں اسلامی عقائد و ارکان کو سوال و جواب کی شکل میں ترتیب دیا گیا ہے۔ چند برس کے تعلیمی تجربے نے ثابت کر دیا کہ سوال و جواب کی صورت میں بچوں کے حق میں آسان و سہل العمل ہے۔ نیز ان کے ذہن سے قریب ہے۔"

دینی مدارس ــــــ اور ہندوستان

ہندوستان وسیع ترین ملک ہے۔ جو کشمیر کی وادی سے لے کنیا کماری، اور بنگال کی کھاڑی سے پنجاب کی جھاڑی تک پھیلا ہوا ہے۔ دنیا کی بلند ترین جبل راسخ ہمالہ اور جنت نظیر علاقہ کشمیر یہاں موجود ہے۔

مسلمانوں کا کارواں ہندوستان کی سرزمین پر اترا۔ جنھوں نے اپنے کردار و عمل، اخلاق و محبت اور حسن سلوک سے اسلام کی چاندنی سے اس ملک کو منور کیا۔ اور یہاں کے باشندوں کے دلوں میں حسن عمل کی کرنیں بکھیر دیں۔ اور اپنے پیغام محبت، دعوت رشد و ہدایت سے پورے ملک میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ امن و آشتی اور صلح و سکون سے یہاں فضا کو خوشگوار بنا دیا۔ ڈاکٹر اقبال نے ان کے اس کردار کی اس طرح منظر کشی کی ہے۔

اے آبرودِ گنگا وہ دن ہیں یاد تجھ کو
اترا ترے کنارے جب کارواں ہمارا

قدیم ہندوستانی تاریخ کا مطالعہ کرتے

ہیں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس ملک میں آریہ لوگ رہا کرتے تھے اور یہ چار فرقوں میں بٹے ہوتے تھے۔

۱۔ برہمن:۔ یہ لوگ دیوی دیوتا کی پرستش کرتے تھے وید پڑھتے تھے اور پڑھاتے تھے۔

۲۔ چھتری:۔ یہ دیش کی حفاظت کرنے میں مامور تھے۔

۳۔ ویش:۔ یہ کھیتی کیاری کا کام کرتے تھے۔

۴۔ شودر:۔ یہ اور لوگوں کی حفاظت کرتے تھے۔

آریائی مذہب میں گروہی تعصب، نفرت و حقارت پائی جاتی تھی۔ فرقہ بندی کا جراثیم اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ انسانیت اور شرافت سسک رہی تھی۔ ان میں سب سے زیادہ حقیر شودر لوگ مانے جاتے تھے۔ ذات پات کے جھگڑوں میں پورا ملک گھرا ہوا تھا۔ کاروان اسلام کے اترنے سے، اور مسلمانوں کے حسن عمل نے ان تمام جھگڑوں کو مٹا دیا۔ ان میں نہ کوئی اعلیٰ ہے اور نہ کوئی ادنیٰ ہے۔ انسان بحیثیت انسان سب برابر ہے۔ مشہور مؤرخ پنڈت چندر سین (موت ۱۲۶۲ء) لکھتا ہے۔

"مسلمان بادشاہوں کی حکومت سے پہلے ہندوؤں میں ذات پات کا بڑا خیال تھا۔ انہوں نے برہمن، چھتری، ویش اور شودر وغیرہ کے خاص فرقے مقرر کر رکھے تھے۔ اگر کوئی شودر قومی خدمت یا ملکی ترقی کی راہ میں اپنے آپ کو پیش کرتا تھا تو اسکی مطلق اجازت نہ تھی۔ مسلمان بادشاہوں نے اس قسم کی ذاتی تفریق کی بنیادیں ہلا دیں۔ اور جو شودر علوم فنون حاصل کرنے سے محروم کر دیئے گئے تھے۔ اب آزادی سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ چنانچہ سلاطین اسلام کے عام درباروں میں، انتظامی محکموں میں ایک شودر کو بھی وہی اعزاز حاصل تھا جو اعلیٰ ذات کے ہندو کو حاصل تھا۔" [ے]

مسلمانوں نے ہندوستان میں ساڑھے نو سو سال تک حکومت کی۔ عدل و انصاف، رواداری، ایثار و ہمدردی اور جذبۂ بے لوث کی ایسی فضا بندی کی کہ ہر انسان اپنی اپنی جگہ مطمئن نظر آتا تھا۔ اور زندگی کے ایام سکون و اطمینان سے گزار تا۔ رات کے اندھیرے بھی دن کے اجالے کے مانند نظر آتے تھے۔

مسلمانوں نے ہر دور میں علوم و فنون کی ترویج و اشاعت میں زبردست حصہ لیا۔ اور دینی مدرسوں کی خدمت کی۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے خلفاء نے بھی دینی ادارے قائم کئے اور مذہبی تعلیمات کو فروغ دیا۔ اور دینی مدارس کو ترقی دینے میں ہر ممکن کوشش کی۔ ہندوستان کی تاریخ میں بھی دینی مدارس کی زبردست اہمیت ہے۔ اس ملک میں جو بھی مسلم حکمراں گزرے ہیں انہوں نے ایسے اداروں کی سرپرستی کی ہے۔ مدارس

کو ترقی دینے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا ہے۔

" ہندوستان میں سلطان محمود غزنوی بھی اسلامی تعلیمات کے تعارف کے لئے معاون ثابت ہوئے ہیں۔ سلطان محمد غوری سے لے کر مغل خاندان کے آخری چشم و چراغ تک مسلمان بادشاہوں نے ملت اسلامیہ کی بقا و استحکام کے لئے حد امکان کوشش کی۔ ان فرمانرواؤں میں محمد تغلق اور حضرت شاہ اورنگ زیب کے نام نامی سر فہرست نظر آتے ہیں۔ "؎

حضرت شہنشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیک سیرت اور اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ علم و عمل اور زہد و ورع، تقویٰ و پرہیزگاری آپ کی فطرت تھی۔ عدل و انصاف اور رواداری میں آپ اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ ظالموں کو آپ نے کبھی برداشت نہیں کیا۔ زبان کے پکے اور وعدے کے سچے انسان تھے۔ آج بھی ہندوستان میں آپ کے عدل و انصاف اور محبت و ہمدردی کے اثرات نظر آتے ہیں۔ بنارس میں گنگا کے کنارے دھرارہ کی مسجد اور اس کا بلند ترین مینارہ آج بھی عہد عالمگیری کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ ۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء تک آپ ہندوستان پر حکومت کرتے رہے۔ اس دوران آپ خزانہ مملکت سے ایک حبہ تک نہ لیتے تھے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے ٹوپیاں بنا کر اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرتے تھے۔

علماء آپ کے دربار سے منسلک تھے۔ جو مسائل شرعیہ کو جمع کرتے تھے۔ فتاویٰ عالمگیری اسی دور کی یادگار ہے۔ اسلامی تعلیمات کے فروغ میں آپ نے حتی المقدور کوشش کی۔ آپ نے دینی ادارے کی بھی خدمت کی۔ اور اسلامی تہذیب و تمدن کے استحکام میں اہم رول ادا کیا۔ ان کی علمی، فنی اور تہذیبی خدمات کا جائزہ مندرجہ ذیل تحریرات سے لگا سکتے ہیں۔

حضرت شہنشاہ اورنگ زیب نے تخت نشینی کے بعد دو کمیشن قائم کئے۔

۱۔ قانونی کمیشن ۲۔ تعلیمی کمیشن

قانونی کمیشن ۱۶۶۴ء میں قائم کیا گیا اس کمیشن کے ارکان میں یہ چار ماہرین قانون و علوم دینیہ شامل تھے

۱۔ قاضی محمد حسین جونپوری۔ قاضی الہ آباد

۲۔ شیخ وجیہہ الدین ہردوئی

۳۔ ملا حامد جونپوری مؤلف حاشیہ بیضاوی

۴۔ ملا محمد اکرام لاہوری۔ قاضی القضاۃ صوبہ لاہور

اس کمیشن کے صدر حضرت شیخ نظام الدین برہانپوری تھے۔

تعلیمی کمیشن۔ علمائے فرنگی محل کے زیر نگرانی قائم کیا گیا۔ فرنگی محل کے متعلق مولانا عبد الحلیم شرر نے "گزشتہ لکھنؤ" میں لکھا ہے کہ۔

" یہ ایک حویلی تھی جسے عہد اکبری میں



کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے "درس نظامی" کے بانی قرار پاتے۔ اور انہیں کے نام سے "درس نظامی" کا نصاب برصغیر میں آج تک رائج ہے۔ ملا نظام الدین کی حیثیت محض ایک مدرس کی نہ تھی۔ انہوں نے فرنگی محل کو ایک یونیورسٹی کا درجہ دیدیا تھا۔ جس نے پونے تین سو برس تک مسلمانان ہند کی سب سے زیادہ خدمت کی۔ درس نظامی اس زمانے کے مطابق دینی و دنیاوی علوم کا حسین امتزاج تھا۔ اس میں ترمیمات بھی ہوئیں۔ لیکن اس وقت کی ضروریات کے مطابق یہ ایک اچھی ابتدا تھی۔" ۵

اس تحریر سے اندازہ ہوتا تھا کہ حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے کس طرح علمی خدمات انجام دیں۔ اور کس قدر "دینی مدارس" کی سرپرستی فرمائی۔

اب تک کے جائزے سے یہ بات بھی طشت از بام ہوتی ہے کہ اب تک "دینی مدارس" مذہبی جماعت کے ہاتھوں رہا او۔ علماء کا اس پر اقتدار رہا ہے۔ ان بادشاہوں نے ان مدارس سے کسی قسم کے پروپیگنڈا کا کام نہیں لیا ہے۔ اور نہ ہی مدرسین سے اپنے مقاصد کی تکمیل چاہتے تھے۔ وہ صرف اس کی سرپرستی کرتے تھے۔ اداروں میں بے جا مداخلت کے قائل نہ تھے۔ جب کہ اور دیگر ملکوں میں تعلیمی ادارے حکومت کے ہاتھوں میں

ایک فرانسیسی تاجر نے تعمیر کرایا تھا اور جو چار ایوانوں میں مشتمل تھی۔ تاجر مذکور کے پاس صرف عارضی قیام کا اجازت نامہ تھا۔ جس کی سال بہ سال تجدید ہوتی تھی۔ ایک سال اس کے ویزے کی تجدید نہ ہو سکی۔ اور اسے زیادہ قیام اجازت نہ ملی تو یہ چاروں مکانات بحق سرکار ضبط ہوتے۔ اورنگ زیب کا عہد آیا تو اس نے یہ حویلی ۱۶۶۴ء میں ملا قطب الدین شہید سہالوی کے ورثاء کو دے دی۔

ملا مذکور کی اولاد میں سے ملا نظام الدین بہت مشہور ہوئے۔ یہی ملا نظام الدین نصاب

کھیلتے تھے۔ اور حکمراں طبقہ اس کے ذریعہ اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کی کوشش کرتے تھے جیسا کہ نپولین نے اپنے اس خیال کا صاف لفظوں میں اظہار کیا ہے۔

"اس نظام تعلیم کے قائم کرنے سے میری سب سے بڑی غرض یہی ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک ایسا ذریعہ ہو جس سے سیاسی اور اخلاقی معاملات میں لوگوں کی رائے پر اثر ڈال سکوں"۔[۶]

نپولین اپنے حصول مقصد کے تحت تعلیمی اداروں کو اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے۔ لیکن ہندوستان ایک ایسا ملک تھا کہ یہاں کے حکمراں اس کی کفالت کرتے تھے مدرسین اور علماء کو وظیفہ دیا کرتے تھے۔ اس کے باوجود وہ اس میں دخیل نہ تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مذہبی علماء ہی ماہر قانون اور علمی میدان کے شہسوار تھے۔ کیونکہ وہ استادانہ درجہ رکھتے تھے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مذہبی طبقہ کو سیاست اور حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہی سبب ہے کہ ارباب حکومت تعلیمی درسگاہوں کی آزادی میں سد راہ نہ ہوتے تھے۔ دھلی، خیرآباد، رامپور، بریلی، جونپور اور بدایوں یہ ان شہروں کے نام ہیں جہاں دینی مدارس قائم تھے اور دور دراز سے طلبہ جمع ہو کر اپنی تعلیمی تشنگی کو بجھایا کرتے تھے۔

یہ صرف اور صرف دینی مدارس کے بدولت ہے۔ اگر یہ ادارے نہ ہوتے تو مذہبی تعلیمات میں کسی قسم کی ترقی نہ ہوتی۔ اور نہ ہی اتنے کثیر مقدار میں علماء کی فراغت ہوتی۔ اسی ادارہ کی یہ افادیت ہے کہ ہر انسان اسلامی تعلیمات سے کسی نہ کسی حد تک واقفیت رکھتے ہیں۔ اب تک کے تفصیلی جائزے سے ثابت ہوا کہ حکومت اور دینی مدارس کے مابین کسی قسم کا گہرا تعلق نہ تھا اور نہ ہی نظام تعلیم میں بادشاہوں سے کوئی مشورہ لیا جاتا تھا۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ زمانے میں انقلاب اور تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ صبح و شام، شب و روز، امروز و فردا یہ سب انقلابات ہی تو ہیں۔ یہ ملک و سلطنت، دولت و ثروت، رفعت و عظمت، عروج و زوال، ذہن و دماغ، قلب و مزاج، نظریات و تصورات، خیالات و رجحانات سب کی کڑیاں زمانے ہی سے ملتی ہیں۔ جب زمانے میں انقلابات جنم لیں گے تو ظاہر ہے کہ ان کڑیوں میں تبدیلیاں آئیں گی۔ دھیرے دھیرے مغلوں کی حکومت کمزور ہوتی گئی۔ لال قلعہ کی دیواریں ہلنے لگیں اور انگریز اپنا اقتدار جمانے لگے۔ بالآخر ایک دن وہ بھی آیا کہ پورے ملک پر انگریز قابض ہو گیا۔ اور پورا ہندوستان ان کے زیر نگیں آ گیا۔

جناب غلام السیدین صاحب انگریزوں کے زیر اثر آنے اور پھر اس کے رد عمل پر

لکھتے ہیں۔

" انگریزی عہد حکومت میں تعلیم اور حکومت کے درمیان ایک نیا اور مضبوط رشتہ قائم ہو گیا۔ اور کی عہد کی ابتدا سے حکومت کی یہی کوشش رہی ہے کہ تعلیمی مدارس کے ذریعہ طلباء کو اپنے مقاصد کے لئے تیار کیا جائے۔" ؎

اس مذکورہ تحریر سے صاف عیاں ہے کہ انگریز حکمراں نپولین کی نظریات پر چل رہے تھے اور تعلیم کے ادا کے تئیں وہی پالیسی اختیار کی جو دیگر ملکوں میں اپنائی گئی تھی۔ ظاہر ہے وہ دینی مدارس جن کے مقاصد پاکیزہ اور مقدس تھے وہ بھی کسی حد تک ضرور متاثر ہوئے تھے اور ان کا کردار بھی مجروح ہوا ہوگا۔ کیونکہ یہ مدارس ہندوستان کی سرحدوں سے باہر تھے۔

" ہندوستان کی تاریخ میں مدرسوں کی بہت اہم کردار رہا ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن مدرسوں کا کردار اس وقت مجروح ہوا جب ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد پڑی۔ اور مذہبی دھارے کو دوسرے رخ پر موڑ دیا گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے قیام سے قبل ہندوستان میں تعلیمی جولان گاہ صرف مدارس ہوا کرتے تھے اور انھیں سے جملہ علوم کی تکمیل ہوتی تھی چاہے وہ علوم دنیا ہو یا علوم آخرت" ؎

اس منزل پر آتے ہی تعلیم دو راہے پر کھڑی ہوگئی۔ علوم دنیا، اور علوم آخرت اسکول، کالج اور یونیورسٹی جہاں علوم دنیا کی تعلیم دی جانے لگی۔ مکتب اور دینی مدارس جہاں مذہب ملت کی تعلیم دی جانے لگی۔

اول الذکر اداروں کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے۔ اور اس کی پوری کفالت حکومت کرتی ہے۔ ان اداروں میں پڑھانے والے ٹیچر، پروفیسر اور لکچرر کے لیے تمام سہولتیں میسر ہیں۔ جب کہ ثانی الذکر ادارہ صرف مسلمانوں کی امداد اور چندہ کی فراہمی پر اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ یہ ادارہ کسی چراغ سحری سے کم نہیں ہے۔

یہی سبب ہے کہ اس دینی ادارہ سے جو علماء فارغ ہوتے ہیں۔ وہ یا تو صرف مسجد کے امام ہوتے ہیں یا مکتب کے معلم۔ سماج میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ معاشی اعتبار سے بہت کمزور ہوتے ہیں مفلس اور غریب ہوتے ہیں۔ ایک مفلس کی زندگی کیسی کربناک ہوتی ہے۔ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان آزاد ہوگیا۔ پھر کیا ہوا اسکو دو لفظوں میں یوں کہا جاتا ہے۔

۱۔ امداد یافتہ مدارس

۲۔ غیر امداد یافتہ مدارس

دونوں قسم کے مدرسوں کی ایک ہی صورت ہے۔ اول الذکر مدارس ناظم اور مہتمم کے غیر منصفانہ رویہ سے سسک رہے ہیں۔ اور ثانی الذکر مدارس منیجر کے ظلم وستم

اور حکومت کے تعصب و تنگ نظری کے دو پاٹوں کے بیچ پیسے جا رہے ہیں۔ ذرا غور تو کیجیے کہ یہ مدارس کس کے لئے قائم کئے گئے تھے۔ اور آج اس کے کیا مقاصد ہیں۔ یقیناً یہ زوال پذیر تہذیب کی علامت ہے۔

دینی مدارس ــــ اور آزاد ہندوستان

جس وقت ہندوستان آزاد ہوا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کے لئے چار اہم مسائل تھے۔ جس پر ہمیں غور کرنا چاہئے تھا۔ مگر نہیں کیا۔ وہ چار مسائل یہ ہیں۔ جو اب تک حل نہیں کئے گئے ہیں۔

۱۔ معاشی پسماندگی
۲۔ تعلیمی پسماندگی
۳۔ مذہبی ثقافتی شناخت کی حفاظت و برقراری
۴۔ جمہوری حکومت میں مسلمانوں کی غیر متناسب نمائندگی۔

یہ چاروں کس قدر اہم ہیں اس کی اہمیت کا اندازہ آپ بخوبی لگا سکتے ہیں۔ اس جمہوری دور حکومت میں آپ چاروں طرف نظر اٹھا کر دیکھئے آپ کو اندازہ ہوگا ــ کہ ہندوستان کے تمام مسلمان مجموعی اعتبار سے معاشی پسماندگی کے شکار ہیں۔ ممکن ہے انفرادی حیثیت سے کوئی مسلمان مالی حیثیت سے خوش حال ہو۔ لیکن انفرادیت کی بات ہی کب ہے۔ یہ معاشی پسماندگی کسطرح دور ہوگی۔؟ کبھی اس پر سنجیدگی سے غور کیا گیا ہے؟ نہیں۔!

اب رہی بات پسماندگی کی۔ تو یہ بھی دور ہو سکتی ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس کا واحد حل یہ ہے۔ دینی مدارس کو ترقی دی جائے۔ اور انہیں انہیں خطوط پر چلاتے جائیں۔ جو خطوط اسلام نے متعین کئے ہیں اور شریعت نے جن کی وضاحت کی ہے۔ کیا اصحاب صفہ کی زندگی سے آپ بھول گئے کہ وہ علوم بھی حاصل کرتے تھے اور حضور کی صحبت میں رہ کر اپنی مذہبی و ثقافتی شناخت کی حفاظت و برقراری کا راز جانتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ جنگلوں میں جاکر لکڑیاں بھی کاٹتے تھے۔ کیا جنگلوں میں جاکر لکڑیاں کاٹنا صنعت و دستکاری نہیں ہے۔؟ یہ اور بات ہے کہ یہ دستکاری اس دور کی تھی۔ اور اس دور کی دستکاری اور ہے۔ کیا ہمارا ماضی تاریک تھا۔؟ نہیں۔ کیونکہ ہمارے اسلاف عصری علوم کو جانتے تھے۔ سائنس کے میدان کے بہترین کھلاڑی تھے۔ وہ جہاں جاتے تھے اپنے قوم کی نمائندگی کرتے تھے۔ جن کی آواز بلند کرتے تھے۔ سائنس، النفسیات، طبیعات، علم کیمیا ریاضی سب میں ہمارے اسلاف دسترس رکھتے تھے۔ ہر میدان کے وہ استاد تھے۔ بتائیے امام احمد رضا میں کیا کمی تھی۔ کون سا

علم ہے جو وہ نہیں جانتے تھے۔ کیا انہوں نے کالج میں تعلیم حاصل کی تھی؟ کیا کبھی انہوں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا تھا؟ نہیں بلکہ وہ دینی مدارس کے تعلیم یافتہ تھے۔

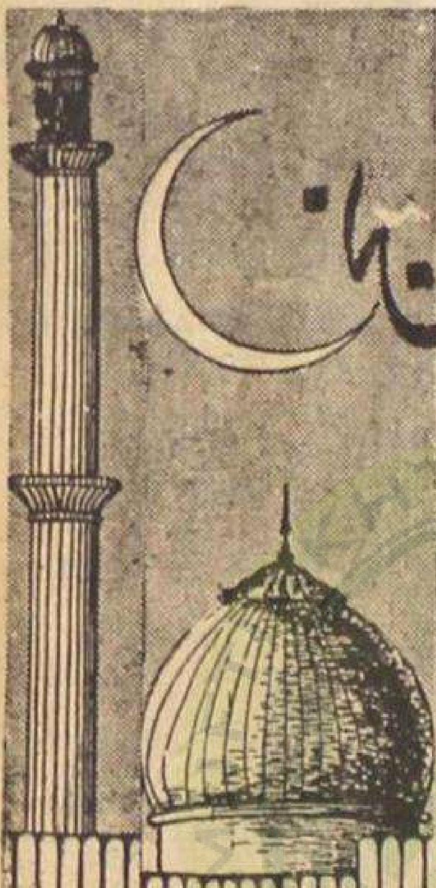
دینی مدارس اور اسکی ضرورتیں

آج جب کہ ہم زندگی اور اس کے گرد و پیش کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو میرے سامنے بہت سی ضرورتیں نظر آتی ہیں۔ جو اس بات کا تقاضہ کرتی ہیں کہ ایک ایسا ادارہ ہو جو جامع العلوم کی حیثیت رکھتا ہو۔ اور گوناگوں خوبیوں کا مالک۔ ضرورت ہے کہ دینی مدارس میں مذہب کی تعلیم دی جائے۔ فطری صورت میں نہیں بلکہ عملی صورت میں کہ مدارس میں ایسا ماحول تیار کیا جائے جس سے طلبہ اور مدرسین پورے طور پر ارکان اسلام پر عمل کریں اور اخلاق و محبت، حسن سلوک، نیک نیتی اور اسلامی کردار کا عملی مظاہرہ کیا جائے۔ اس سے یہ ہوگا کہ طلبہ پوری محنت اور لگن سے شریعت کے سانچے میں ڈھل جائیں گے۔ اور وہ کردار و عمل کا غازی بن کر نکلے گا۔ اور دینی مذہبی و ثقافتی شناخت کو برقرار رکھے گا۔ خواہ وہ کہیں جائیں۔ اپنوں میں یا پھر غیروں میں ہر جگہ ان کی روش ایک ہی رہے گی۔ اور لوگ بھی ان کو پسند کریں گے۔ حکومت وقت بھی انہیں ہاتھوں ہاتھ لیگی۔ خواہ شخصی حکومت ہو یا جمہوری۔ ہر جگہ وہ کامیاب ہوگا۔ ضرورت ہے کہ دینی مدارس میں عصری علوم داخل کئے جائیں۔ تاکہ طلبہ اپنے اسلاف کے نقوش قدم کو چوم کر عصری علوم کو حاصل کریں۔ اور دانشوروں کی صف سب سے آگے نظر آئیں۔ اس طرح تعلیمی پسماندگی دور ہوگی۔ اور موجودہ جمہوری حکومت میں ہماری نمائندگی بھی اچھی خاصی رہے گی۔ میں نے جن خطوط کی نشاندہی کی ہے اگر ان پر دینی مدارس چلائے جائیں تو ان کا افادی پہلو بہت زیادہ کامیاب اور روشن رہے گا۔ اس کے بعد وہ محکوم نہیں فرمانروا ہوگا۔ قوم و ملت کی نمائندگی کرے گا۔ اس سے ان کی پسماندگی بھی دور ہوگی۔ تعلیمی یا معاشی دونوں کی پسماندگی ختم ہوگی۔ اور وہ اس قدر حوصلہ مند ہو جائے گا کہ چاند سے آنکھ مچولی کھیلے گا اور ستاروں پر کمند ڈالنے کی کوشش کرے گا۔ اور نہایت تبسم انداز میں وہ زمانے کی گردش سے مخاطب ہوگا کہ

طوفاں سے ڈرنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
کیا بات ہے کہ ہستی مٹتی نہیں ہماری
صدیوں رہا ہے دشمن دور زماں ہمارا

حوالاجات

۱. بچوں کی نفسیات ص ۲۷۔ ۲۔ نسیم رحمت اول ص ۱۱۔ ۳. منتخب التواریخ ص ۲۵۰۔ ۴۔ دامن مصطفے ص ۹۲۔ ۵. استقامت ۱۹۹۱ء ۶. اصول تعلیم ۷۔ اصول



نغمات رضا کی گونج جہاں

محمد شمس الدین رضوی

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے بارے میں غلط فہمیوں کا بازار اب ختم ہو رہا ہے۔ اور آہستہ آہستہ ان کے کارنامے اجاگر ہو رہے ہیں۔ اس طرح اس جہاں میں پھیلائی ہوئی بے بنیاد غلط باتوں کا پردہ چاک ہو چکا ہے۔ ہر ذی علم، ذی ہوش انسان امام احمد رضا بریلوی کو پڑھنے کے بعد اس کے سارے شکوک و شبہات دور ہو جاتے ہیں۔ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کی صحیح تصویر پیش کرنے کے بجائے ان کے خلاف سارے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے۔ اور اسی پر بس نہیں بلکہ ان کی کردار کشی بھی کی گئی ۔ چونکہ ان کی گیارہ سو تصانیف تو چھپ نہیں سکیں، بلکہ ان کے مخالفین نے کم و بیش گیارہ سو کتابیں، کتابچے اور پوسٹر نکال ڈالے۔ ہر آدمی کو ایسی غلط بات کی ہوا دی گئی کہ وہ اعلیٰحضرت کے مطالعہ کی طرف متوجہ بھی نہ ہو سکا۔ لوگ سنی سنائی باتوں پر عمل کرنے لگے۔ اہل سنت وجماعت کے لئے یہ ایک المیہ ہے کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کا عظیم سرمایہ کچھ دیمک کی نذر ہو گیا۔ اور اب جن لوگوں کے پاس قلمی مخطوطات ہیں تو وہ تعویذ بنائے رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں طبع کر ان کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ابھی حال ہی میں سابق دیوبندی عالم، جو دیوبندیوں وہابیوں کے

زبردست قلم کار و مناظر تھے۔ جنہوں نے اعلیٰحضرت اور اہل سنت کے رد میں درجنوں کتابیں تصنیف کر ڈالیں ___ جماعت وہابیہ کو ان پر ناز تھا۔ وہ ہیں حضرت مولانا سعید احمد قادری۔ جنہوں نے اعلیٰحضرت کے مسلک حق کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور علی الاعلان بذریعہ پوسٹر اور اخبار کے توبہ و تجدید ایمان بھی کی۔ پوسٹر کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

یاد رہے ۲۵ سال سے دیوبندی مذہب میں رہ کر میں ان کے عقائد کی ترجمانی کرتا رہا ہوں۔ آخر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور محبوب دو عالم کی نگاہِ کرم سے مناظر اسلام حضرت علامہ پیر مولانا ابو الرضا محمد عبد العزیز صاحب نوری سے مہتمم مرکزی دار العلوم غوثیہ جوئیہ لکھا ضلع اوکاڑہ کے ساتھ تمام متنازعہ عبارت پر گفتگو ہوتی رہی۔ بالآخر حضرت مولانا علامہ پیر محمد عبد العزیز صاحب نوری نے میری رہنمائی فرمائی۔ جس سے مجھے یقین ہو چکا ہے کہ دیوبندیوں کی تمام عبارات کفریہ ہیں اور غلط ہیں۔ میری جتنی بھی تصنیفات ہیں میں نے ان کو منسوخ کر دیا ہے۔ آج سے میری کسی تصنیف کو کوئی دیوبندی نہ چھاپے اور نہ اس کا حوالہ دے۔ تمام کفریہ عبارات اور اپنی مطبوعہ کتب کو میں نے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے اور عقیدۂ حق سنی بریلوی کو دل و جان سے قبول کر کے علماء حق مسلک بریلوی کے ساتھ شامل ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نور مجسم حبیب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اولیائے کاملین کے صدقے معاف فرما کر اپنی پناہ میں رکھے (آمین)

اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مناظر اسلام حضرت مولانا پیر محمد عبد العزیز صاحب نوری کے علم و عمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر ہم پر قائم و دائم فرمائے۔ (آمین)

انشاء اللہ آئندہ کے لئے میں اپنے بیانات و پروگراموں میں دیوبندی کے عقائد کی بیخ کنی کروں گا تاکہ مسلمانوں کو حق و باطل کا پتہ چل سکے۔

اور یہ واضح ہو جائے کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا پیغام حق محض عشق رسالت اور تحفظ ناموس رسالت کا پیغام ہے۔ اسی لئے علماء دیوبند نے بھی اعلیٰحضرت کو " عاشق رسول " تسلیم کیا ہے۔ اور اکابر

علماء دیوبند میں سے مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی نے بھی اس بات کا اعتراف کیا کہ "اگر مولانا احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انھوں نے انہیں سمجھا تو خاں صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی۔ اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔"
(کتاب اشد العذاب ص ۱۳)

اس اعتراف کے بعد اہل علم وانصاف سمجھ سکتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے خلاف علماء دیوبند کا پروپیگنڈہ بالکل جھوٹ اور غلط ہے۔"

پتہ:۔ مولانا سعید احمد قادری صدیق اکبر ٹاؤن نیو آبادی دھلے گوجرانوالہ (پاکستان)

ایک اور فاضل دیوبند:۔ نے ماہنامہ "قاری" دہلی کو لکھا ہے "ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس بات کا علم ہو کہ دیوبند میں اعلیٰ حضرت یا ان سے تعلق رکھنے والے رسائل وکتب نہیں پہنچتے نہ ہی وہاں طلبہ کو اجازت ہے بلکہ دیکھنا جرم سے کم نہیں۔ میں بھی وہیں کا فارغ التحصیل ہوں۔ وہیں سے مجھ کو بریلویوں سے نفرت، ان کی کتابوں سے عداوت دلوں میں پرورش پائی۔ اس لئے میں کبھی ان کی کتاب سے استفادہ نہیں کر سکا۔ "قاری" چونکہ نیا رسالہ ہے اور ظاہراً یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ بریلویوں کا رسالہ ہے۔ اسی سبب سے میں نے "قاری" کا مطالعہ کر لیا ہے۔ اور فاضل بریلوی نے (مسئلہ شفاعت پر) شمع رسالت کی جو ضیا پاشی کی ہے اس کا ادنی حصہ پہلی مرتبہ "قاری" کے ذریعہ نظر نواز ہوا۔ جس نے میرے دل کی دنیا کو بدل ڈالا۔ ابھی تو صرف ایک فتویٰ نے اعلیٰ حضرت کے عشق رسول کا مجھ کو معترف کر دیا ہے۔ یہ پورا فتویٰ حُبّ رسالت کا ایک گلدستہ ہے۔ میں اپنے دل کے حالات ان لفظوں میں بیان کروں گا۔ کہ اگر ہمارے علماء دیوبند تنگ نظری اور تعصب کو ہٹا دیں تو شاید مولانا اسمٰعیل سے لے کر ہنوز (اب تک کے علماء دیوبند) سب فاضل بریلوی کے شاگردوں کی صف میں نظر آئیں گے۔ (عظیم الحق قاسمی "گیا" (بہار)
(ماہنامہ قاری اپریل ۸۹ء)

احسان الحق دہلوی کراچی سے لکھتے ہیں۔

پردہ اٹھتا ہے:- "میں آپ کو اصل حقیقت سے آگاہ کر رہا ہوں تاکہ آپ قیامت میں میرے گواہ رہیں۔ میں سپاہ صحابہ کراچی کا سرگرم رکن تھا۔ اور بریلوی کا سخت مخالف تھا۔ مگر آج میری قسمت کا ستارہ چمک گیا۔ اور الحمدللہ میں سنی بریلوی مسلمان ہو گیا۔ ہوا یوں کہ میں نے آج ایک کتاب "پردہ اٹھتا ہے" از تصنیف مولانا اقبال احمد اختر القادری پڑھی۔ جس میں وہی کچھ بیان تھا۔ جو کہ میرے ساتھ ہوا۔ میں نے کورنگی میں ایک بریلوی مسجد کے امام سے ان کتابوں کی تفصیل دیکھی جن کا اس میں حوالہ تھا۔ تو سب بات صحیح نکلی۔ میں سمجھ گیا کہ اصل صحیح العقیدہ مسلمان سنی بریلوی ہیں باقی سب غلط۔ میں تو حضرت اقبال احمد اختر القادری صاحب کے لئے دعا گو رہوں گا۔ جن کی حق گوئی نے میری کایا پلٹ دی۔ میں تمام لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو پڑھ کر حقیقت کو مانیں اور سچے مسلمان بنیں اور غلط فہمی و بدگمانی سے بچیں۔"

(بشکریہ ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ)

کتاب منگانے کا پتہ

جمعیت اشاعت اہل سنت نور مسجد کاغذی بازار کھارادر کراچی (پاکستان)

ماضی کے اوراق سے

حکیم محمد ادریس خاں قادری ـــــ بریلوی

سعودی کردار

صحابۂ کرام اور امہات مومنین کی قبروں کو بدبختوں نے ڈھا دیا ـــــ

پڑھتا ہوں تو کہتی ہے یہ اللہ کی کتاب
ہے مثل یہودی کے سعودی بھی عذاب
اس قوم کی حالت کو تحریر کیا لکھئے
کعبہ کی کمائی سے جو پیتے ہیں شراب

جامع ترمذی حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے۔ قال مامات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم وھو یکرہ ثلاثۃ احیاء ثقیف بنی حنیفۃ وبنی امیہ (ترمذی) انہوں نے بیان کیا کہ حضور انور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم تین قبیلوں کو تاحیات ناپسند فرماتے رہے۔ ایک ثقیف، دوسرے بنی حنیفہ اور تیسرا بنی امیہ یہ تینوں دل آزار قبائل روحانی اذیت اور طبعی کراہت کا موجب رہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ابتدائی ایام میں حج کے موقع پر باہر سے آنے والے قبائل کے سامنے اسلام پیش کیا کرتے تھے۔ سرکار نے ارشاد فرمایا کہ بنو حنیفہ کے جواب سے زیادہ قبیح اور ناپاک جواب مجھے کسی نے نہیں دیا۔ (الدرالسنیہ ص ۵۲)

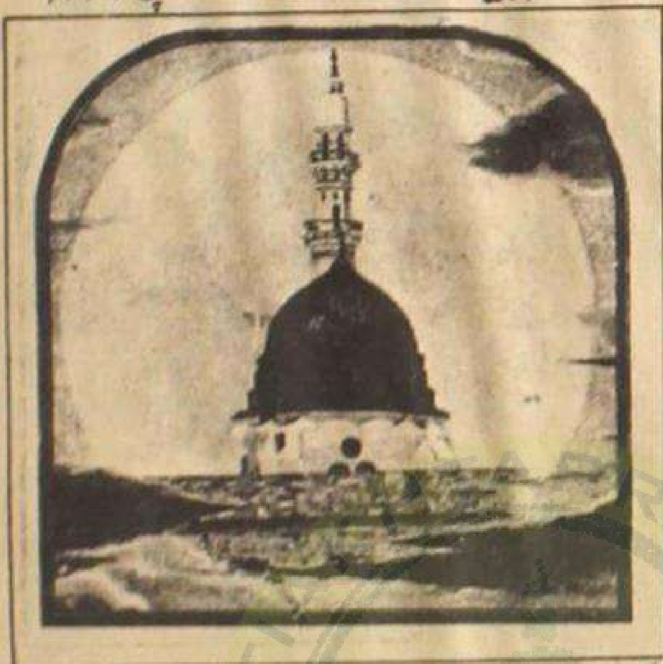
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے روایت ہے۔ اس قبیلہ کی وادی سے اخیر زمانے تک فتنہ اٹھتے رہیں گے اور وہ وادی اپنے جھوٹے پیشواؤں کی بدولت قیامت تک فتنوں سے معمور رہے گی۔ ہلاکت ہو یمامہ کے لئے ایسی ہلاکت جو کبھی ختم نہ ہو۔

(الدرالسنیہ ص ۵۲)

روایت ہے کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت حفصہ کے دروازہ پر کھڑے تھے وہاں سے مشرق کی طرف اپنے دست اقدس سے اشارہ فرمایا کہ فتنہ کی جگہ یہ ہے۔ یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا یہ الفاظ حضور نے دو تین بار کہے۔

(مسلم شریف ص ۳۹۴)

حضور پُرنور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں اختلاف وتفریق کا واقع ہونا مقدم ہوچکا۔ پس اس سلسلہ میں ایک گروہ نکلے گا جس کی باتیں بظاہر دلفریب



ہوں گی لیکن کردار گمراہ کن اور خراب ہوگا۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہیں اتریگا وہ دین سے ایسے نکل جائینگے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ پھر دین کی طرف واپس لوٹنا انھیں نصیب نہ ہوگا یہاں تک کہ تیر اپنی کمان کی طرف لوٹ آئے۔ وہ اپنی طبیعت و سرشت کے لحاظ سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ وہ لوگوں کو قرآن اور دین کی طرف بلائیں گے حالانکہ دین سے ان کا کچھ تعلق نہ ہوگا جو ان سے قتال کرے وہ خدا کا مقرب بندہ ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا، ان کی خاص پہچان کیا ہوگی۔ ارشاد فرمایا سر منڈانا (مشکوٰۃ ص ۳۰۸)

اسی خبیث وادی سے جن کی خبر سرکار دوعالم دے چکے ہیں۔ عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرہویں صدی میں نجد کی وادی حیفہ میں پیدا ہوا چونکہ خیالات فاسدہ اور عقائد باطلہ رکھتا تھا۔ اسی نے اہل بیت کا قتال کیا ان کے اموال کو مال حلال اور اموال غنیمت جانتا تھا۔ ان کے قتل کو باعث ثواب و رحمت جانتا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل اسلام اور تمام مسلمان مشرک ہیں اس نے اہل عرب کا قتل کیا ان کے اموال کو لوٹا اور نوبت بایں جارسید کہ عرب کی حکومت پر قابض ہوگیا۔ اس خبیث خاندان کا پہلا فرماں روا ابن سعود ہوا۔ اس کے حرم میں قانونی اور غیر قانونی عورتوں کی ایک لمبی کھیپ تھی۔ اس کا محل راجہ انور کا اکھاڑہ تھا یعنی ایک سو پچاس اس کے جائز و ناجائز چار سو پچاس اولادیں تھیں۔ اس نے سرزمین عرب میں خوب ظلم و ستم برپا کئے کہ یزید کی خباثت کو بھی شرما دیا۔ یہودی نما سعودی نے ۱۹۲۵ء میں مکہ معظمہ میں مولود النبی (وہ مکان جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے) کو مسمار کرا دیا۔ پھر قبرستان جنت المعلیٰ کی خبر لی۔ اور سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مزار اقدس کو مسمار کرایا۔ وہ مقدس ماں جنھوں نے سب سے پہلے نبوت کی بشارت پر صاد کیا۔ پھر سیدہ اسمار، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عبداللہ بن مبارک، حضرت

امام ابن جبیر، حضرت سعید بن غیب کشتگان حجاج بن یوسف، خواجہ عثمان ہارونی پیر و مرشد حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔

ان سب مزارات کو منہدم کرا کے پھر شہدائے بدر کی خبر لی۔ جن کو رسول اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے خود دفنایا تھا۔ جن کی فضیلت میں سورۂ انفال کی ۷۵ آیتیں فضا کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ شہدائے بدر میں چھ مہاجر آٹھ انصاری کل چودہ شہیدوں کے مزارات ہیں۔ وہ سب ان نجدی درندوں نے مسمار کرا دیئے۔ انہدام مزارات کی خبر ساری دنیا میں پہونچی۔ لہٰذا ہندوستان کے خلافت کمیٹی کا ایک وفد جس میں ۶ اشخاص تھے ۱۹۲۵ء میں عرب پہونچا۔ ارباب حکومت سے مزارات کے بارے میں تحقیق کی ہے۔ جس پر شاہ سعود نے خلافت کمیٹی کو ایک تحریر دے کر یہ وعدہ کیا کہ مدینہ منورہ کے مزارات کے ساتھ یہ سلوک نہیں کیا جائے گا۔ خلافت کمیٹی یہ تحریری دستاویز لے کر ہندوستان آئی۔ باوجود تحریری وعدے کے ۱۹۲۶ء کو یہود نما سعود نے مدینہ منورہ جنت البقیع کے مساجد و قبرستان کو منہدم کرایا۔

(فہرست انہدام مساجد)

۱۔ مسجد فاطمہ متصل مسجد قبا ۲۔ مسجد ثنایا ۳۔ مسجد مائدہ ۴۔ مسجد اجابہ اور پھر ۵۔ مسجد بلال ـــــ کو منہدم کر کے اس جگہ سعودی محل تیار کرایا۔ خبیث اپنی خباثت کو پوری کرنے کو مدینہ منورہ جنت البقیع کی طرف متوجہ ہوا۔

(فہرست انہدام جنت البقیع)

۱۔ سیدہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرہ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۲۔ حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۳۔ حضرت سیدہ ام کلثوم بنت رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔
۴۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا ۵۔ ام المومنین حضرت زینب بنت عوفہ ۶۔ ام المومنین حضرت حفصہ
۷۔ ام المومنین حضرت صفیہ ۸۔ ام المومنین حضرت صفیہ ۹۔ ام المومنین حضرت سودا
۱۰۔ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش
۱۱۔ ام المومنین حضرت جویرہ ۱۲۔ ام المومنین حضرت میمونہ ۱۳۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ
۱۴۔ حضرت رقیہ بنت حضرت امام حسین
۱۵۔ حضرت فاطمہ صغرا بنت حضرت امام حسین
۱۶۔ شہزادہ رسول حضرت امام حسن
۱۷۔ سر مبارک حضرت امام حسین
۱۸۔ سید الساجدین حضرت امام زین العابدین
۱۹۔ جگر گوشۂ رسول حضرت ابراہیم
۲۰۔ عم رسول اللہ حضرت عباس
۲۱۔ نور دیدہ مرتضیٰ حضرت امام جعفر صادق
۲۲۔ نور دیدہ مرتضیٰ حضرت امام باقر
۲۳۔ امیر المومنین خلیفہ رسول اللہ حضرت عثمان ابن عفان ۲۴۔ حضرت ابن وقاص
۲۵۔ حضرت سیدنا عثمان ابن مظعون



برونڈی سنٹرل افریقہ کی ایک مرکزی مسجد

۲۶۔ حضرت عبدالرحمن ابن عوف ۲۷۔ حضرت سعد ابن وقاص ۲۸۔ حضرت امام مالک ۲۹۔ حضرت امام نافع ۳۰۔ پھر شہدائے اُحد کی خبر لی اور شہید اعظم عم رسول اللہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہٗ کے مزار مقدس کو منہدم کرایا۔

ہائے کیسے کیسے لالہ رخوں کی جلوہ گاہوں کو چشم زدن میں ان ظالموں نے ویران کر ڈالا۔ چودہ سو سال سے امت رسول نے جن نقوش محبت کو حوادث زمانہ کی زد سے بچا کر محفوظ رکھا تھا۔ جن کے پُر کیف نظاروں سے آنکھیں ٹھنڈی رہا کرتی تھیں۔ ان نجدی درندوں نے انہیں روند ڈالا۔ رسول پاک کے لاڈلوں امت کی ماؤں خلفائے پاک جن کی فضیلت کا قرآن پاک شاہد ہے۔ ان کی خواب گاہوں کو بلڈوزروں سے روند ڈالا۔ انکے مزارات کی حرمتوں کو خاک میں ملایا۔

اب میں قارئین سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کے لخت جگر یا ماں باپ کی قبروں کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے تو آپ کو کتنا صدمہ پہونچے گا۔ دشمنوں کو آج تک آپ نے معاف نہیں کیا ہے تو کیا ان یہودی نما سعودیوں کو آپ معاف کر دیں گے۔؟

۲۶ مئی ۱۹۲۶ء کو ہندوستان سے خلافت کمیٹی کا وفد پھر عرب پہونچا۔ اور تحریری سعودی وعدہ تحفظ مزارات یاد دلایا تو ارباب حکومت نے کہا۔ نجدی حکومت کفر و بدعت کے استحصال کو اپنا فرض سمجھتی ہے۔ اس معاملہ میں وہ دنیائے اسلام کے مصالح کی کوئی پرواہ نہیں کرے گی خواہ دنیائے اسلام اس سے خوش ہو یا ناراض۔ (رپورٹ خلافت کمیٹی ص ۹۴)

ازواج پاک اہل بیت اطہار صحابۂ کرام کی قبروں پر بھی پھول سجانا فاتحہ پڑھنا تو سعودی دھرم میں بدعت ہے مگر کفاروں کی قبروں پر پھول چڑھانا سعودی دھرم میں کار ثواب ہے

روزنامہ کوہستان کی خبر پڑھئے۔ سعودی عرب کے وزیر دفاع امیر فہد (موجودہ بادشاہ) جو شاہ سعود کے ہمراہ امریکہ آئے ہیں کل امریکہ کے صدر جارج واشنگٹن کی قیامگاہ کی سیر کی۔ بارش کے باوجود انہوں نے پائیں باغ کی سیر کی اور جارج واشنگٹن

کی قبر پر پھول چڑھاتے۔
(روزنامہ کوہستان ۲۰ فروری ۱۹۵۷ء)

یہ تو تھا ایک شہزادہ کا فعل۔ اب شاہ سعود کا کردار ملاحظہ ہو۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۲۰ فروری ۱۹۵۷ء کو لکھتا ہے۔ واشنگٹن آج صبح شاہ سعود پوٹومک دریا عبور کرکے ارلنگٹن قبرستان گئے اور ایک سپاہی کی قبر پر پھول چڑھائے۔ یہ ہے سعودی دھرم سرزمین نجد کے بارہ میں سرور کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک کہ نجد فتنوں اور زلزلوں کی جگہ ہے وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا (بخاری شریف)

ایک روز عائشہ صدیقہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کفر کا مرکز یہاں ہے جہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔
(مسلم شریف)

اور رحمت عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک ہے کہ کچھ لوگ مشرق کی سمت سے ظاہر ہوں گے جو قرآن پاک پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے نیچے نہیں اتریگا جب انکا ایک گروہ ختم ہوگا تو وہیں انکا دوسرا گروہ جنم لیگا کہ ان کا آخری دستہ دجال کے ساتھ ہوگا۔ (الدرر السنیہ ص ۵۱)

لاکھوں سلام

جس کی عظمت پہ صدقے وقارِ حرم — جس کی زلفوں پہ قرباں بہارِ حرم
نوشۂ بزم پروردگارِ حرم — شہریارِ ارم تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

میں بھی ہوں اک گدائے درِ اولیاء — میں بھی ہوں اک سگِ کوئے غوث الورٰی
میں بھی ہوں ذرۂ کوچۂ مصطفٰے — تیرے اُن دوستوں کے طفیل اے خدا
بندۂ ننگِ خلقت پہ لاکھوں سلام

کعبۂ دین و دل یعنی نقشِ قدم — جن کی عظمت نہیں عرشِ اعظم سے کم
ہر بلندی کا سر ہو گیا جس پہ خم — کھائی قرآں نے خاکِ گذر کی قسم
اُس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

جس کے زیرِ نگیں ہیں سماک و سمک — جس کے صدقے میں ہیں چاند سورج فلک
جس کا سکہ رواں فرش سے عرش تک — جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و ملک
اُس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام

پڑ گئی جس پہ محشر میں۔ بخشا گیا — دیکھا جس سمت۔ ابرِ کرم چھا گیا
رُخ جدھر ہو گیا۔ زندگی پا گیا — جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

آسماں ملک اور جَو کی روٹی غذا — لامکاں ملک اور جَو کی روٹی غذا
کُن فکاں ملک اور جَو کی روٹی غذا — کُل جہاں ملک اور جَو کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

ابرِ جود و عطا کس پہ برسا نہیں؟ — تیرا لطف و کرم کس پہ دیکھا نہیں؟
کس جگہ اور کہاں تیرا قبضہ نہیں؟ — ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

آفتابِ قیامت کے بدلے ہوں طور — جب کہ ہو ہر طرف "نفسی نفسی" کا شور
جب کسی کا کسی پر نہ چلتا ہو زور — کاش محشر میں جب اُن کی آمد ہو اور
بھیجیں سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مرشدی شاہ احمد رضا خاں رضا — فیضیابِ کمالاتِ حسّاں رضا
ساتھ اخترؔ بھی ہو زمزمہ خواں رضا — جب کہ خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

مروجہ جہیز سماج کا بدترین شیوہ

از: محمد مبشر الاسلام نوری دمکاوی

"جہیز" کا لفظ سن کر فوراً ہمارا دماغ اور ذہن و فکر ان دل سوز و دردناک و اندوہناک واقعات کی طرف مبذول ہو جاتا ہے جو جہیز نہ ملنے کی بنیاد پر آئے دن منظر عام پر آتے رہتے ہیں اور جس کی وجہ سیکڑوں انسانی جانوں کو موت کے کھنڈر میں ڈھکیل دیا گیا۔ ان دردناک واقعات کو پڑھنے اور سننے کے بعد ہمیں خون کے آنسو رونا آتا ہے کہ ہمارے انڈیا کی سرزمین پہ نہ جانے کتنی حسیناؤں، دوشیزاؤں اور سہاگ رات کی سہاگن کو جہیز کی بیہودہ رسم کی تکمیل نہ کرنے کی وجہ سے موت کی آغوش میں سلا دیا جاتا ہے۔ اور جہیز کے لالچی لوگ جہیز جیسی بیہودہ رسم کے لالچ میں آکر ان خوبصورت پھولوں کو مسل ڈالتے ہیں جن کی خوشبوؤں سے ہماری زندگی معطر رہتی ہے۔ جس کے وجود سے نسل آدم کا گلستاں شاداب رہتا ہے۔

آخر یہ ظلم و ستم کی موسلا دھار بارش لڑکیوں کے اوپر کب تک ہوتی رہیگی۔ کیا اس خطرناک رسم کی بنیاد پہ ہزاروں لڑکیوں کو موت کے چنگل میں نہیں دبا دیا گیا؟ کیا انھیں زندگی کی لذتوں سے محروم نہیں کیا گیا؟ ہمارے مذہب نے اور رسول اعظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز ہرگز اس کی تعلیم نہیں دی ہے کہ اگر کوئی لڑکی والا دولہا کو قیمتی سامان نہ دے سکے تو وہ جبراً اس سے سامان لے لے۔ اور خطیر روپے کی مانگ کرکے والدین کو غم و اندوہ کے بحر ناپیدا کنار میں غوطہ زن ہونے پہ مجبور کر دے ہمارے اسلامی سوسائٹی اور اسلامی سماج میں یہ ظالم و بیہودہ رسم نے بہت غلبہ ڈالا ہے۔ اور پورے معاشرے میں اپنا پنجہ جما لیا ہے۔ آج کل تو اس کا رواج اس طرح ہو گیا ہے کہ لوگوں نے اپنے کو مسلمان کہنے والوں نے، غلامی رسول کا دعویٰ کرنے والوں

نے ہزاروں اور لاکھوں روپے کی مانگ کرنا اپنا طرۂ امتیاز سمجھ لیا ہے اور اس پر وہ فخر کرتے ہیں۔ آئے دن اخبار والے رسائل وجرائد میں اس کے متعلق خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں جس کو پڑھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ شوہر نے اپنی بیوی کو پٹرول ڈال کر جلا ڈالا تو کچھ جہیز کے لالچی اپنی حسین بیوی کو پھانسی کے پھندے پہ لٹکا دیتے ہیں۔ کبھی دوشیزہ کے اوپر ظلم واستبداد کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں۔ اور بالآخر اس طرح سے اس کی قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔ لڑکی بار بار معافی مانگتی ہے کہ میں نے کیا قصور کیا ہے؟ میری کیا غلطی ہے؟ لڑکی اپنے شوہر سے اپنی زندگی کی بھیک مانگتی ہے۔ لیکن کیا ظالم شوہر لالچی انسان اس کو چھوڑ دیتا ہے یا نہیں" اس بات اس پر کوئی اثر نہیں کرتی ہے۔ جابر شوہر اس کے نشہ اور لالچ میں مال و زر کے حصول کے لئے اس طرح اندھا ہو جاتا ہے کہ شادی جیسے مقدس رشتہ کا کچھ خیال نہیں کرتا ہے۔ مقام حیف ہے۔ یہ پاک رشتہ جو رسول اعظم کی بہترین سنت ہے۔ شادی سے رسول کی سنت کو زندہ کیا جاتا ہے مگر جہیز والے جب شادی کے رشتہ منسلک ہونا چاہتے ہیں تو پہلے بات چیت لڑکی کی نہیں۔ مال و زر، دولت و ثروت کی ہوتی ہے۔ ٹی۔ وی، وی۔ سی۔ آر، موٹر سائیکل، کار اور لاکھوں روپے کی مانگ رکھی جاتی ہے۔ اس کے بعد ہی لڑکے کے بارے میں تبادلۂ خیال ہوتا ہے۔ آخر کب تک دوشیزاؤں سے اور لڑکیوں کو موت کے جنگل میں دبایا جاتا رہے گا؟ آخر کب تک ان مظلوموں کی آہ و بکا ہمارے کانوں سے ٹکراتی رہے گی؟ کب تک لڑکیوں کو جلانے اور مارے جانے والے دل سوز، دردناک واقعات کا سدّ باب ہوگا؟

فاللہ خیر حافظا وھو ارحم الراحمین

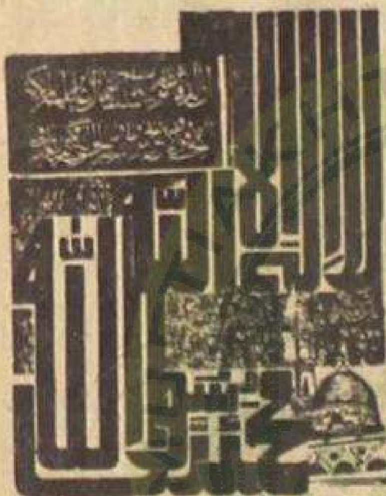
اس بیہودہ رسم کی ایجاد کرنے میں اغنیاء کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اور مالدار لوگوں نے ہی اس کی ابتدا کی ہے جس کے پاس مال و زر نقد و جواہرات کی بہتات رہتی ہے ان لوگوں کو تو کچھ پتہ نہیں چلتا ہے وہ آسانی سے اس رسم کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیتے ہیں۔ صرف اور صرف شہرت کے لئے ناموری کے لئے۔ تاکہ لوگ اس کی خوب سے خوب تعریف تحسین کریں ___ کہ فلاں نے جہیز اتنا وافر مال خرچ کیا۔ آج جہیز کے نام پر ہی لڑکی کا رشتہ نکاح طے کیا جاتا ہے۔ اگر کسی لڑکی کے

ہاں اس کے والدین کے پاس اتنی
دولت نہیں ہے کہ وہ لڑکا والوں کی مطلوبہ
چیزوں کو شادی میں دے سکے، تو اس
جگہ اگر جہیز بات مکمل طے ہو چکی تھی یہ کہہ کر کے
کہ تو جہیز نہیں دے سکتا ہے۔ منہ مانگی ڈیمانڈ
نہیں مل رہی ہے۔ رشتہ نہیں ہو پاتا ہے
اور لالچی آدمی دوسری جگہوں کی تلاش میں سر
گرداں رہتا ہے کہ کہیں ایسا آدمی مل جائے
جو ہمیں منہ مانگی چیز دے سکے، اس طرح
کے ماحول سے ہماری اسلامی فضا خراب
ہوتی جا رہی ہے۔ اور سب یہی خواہش کرتے
ہیں کہ شادی میں زیادہ سے زیادہ سامان
ہمارے گھر میں آئے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں
کہ اس طرح کی بیہودہ رسم سے مالداروں
کو تو کوئی پریشانی نہیں ہوگی ـــــ مگر
ہمارے ہی درمیان، ہمارے ہی ملک
میں، ہمارے ہی بھائیوں میں نہ جانے
کتنے باپ ایسے بھی ہیں جس کے پاس سوائے
غربت وافلاس کے کچھ نہیں ہے۔ وہ افلاس
و تنگدستی کے شکار ہیں۔ ان کی چار پانچ
لڑکیاں ہیں۔ آخر وہ باپ اپنی لڑکیوں
کی شادی کس طرح کریں گے۔ انکی
لڑکیاں گھر کی چہار دیواری کے اندر اپنے
جذبات کا سلسلہ مکمل ڈھا دیتی ہیں، اور
یہی ہو بھی رہا ہے کہ وہ مسکین و غریب
لڑکیاں اپنے شباب کی منزل میں آکر
بھی اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کو قربان
کر دیتی ہیں اس کا صرف ایک سبب ہوتا
ہے کہ اس کے والدین مجبور ہو جاتے
ہیں، مانگ پوری نہیں کر پاتے ہیں۔ اس
طرح سے لڑکیاں والدین کے لئے ام
عظیم بن جاتی ہیں۔ اور بے سہارا یا باپ
کی لڑکیاں سنت رسول کی لذتوں سے
محروم ہو جاتی ہیں۔ اور گھر میں دھری کی
دھری رہ جاتی ہیں۔ کیونکہ انھیں اس شرط
پر شریک حیات ملتا ہے جب مطلوبہ چیزوں
کی تکمیل ہو جائے۔ سہ

وہ کیا کریں گے قدر رفیق حیات کی
جنکی نظر میں پیار کی قیمت جہیز ہے

آہ! افسوس آج کے مادہ پرست
اور پر آشوب دور میں ہم نے غیر مسلموں
کے رسم و رواج کو اپنا لیا ہے جو ہمیں
تنزلی اور پستی کی طرف لے جا رہا ہے ہماری
تاریخ ہمیں درس عبرت دیتی ہے تاریخ کے
سینے میں سب واقعات و حقائق نقش
ہیں کہ خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کی شادی کس طرح ہوئی!
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح
شادی کی تھی؟ کیا حضور نے اس چیز کا درس
دیا تھا نہیں ہرگز نہیں۔ تو پھر ہم کیوں سے
ایسا کرتے ہیں؟ حالات کا جائزہ لیں تو معلوم
ہوگا کہ یہ وبا ہر طرف پھیل گئی ہے اور شہر
تو شہر دیہاتوں میں بھی اس کی ہوا اور
چنگاری پہونچ گئی ہے۔ جہاں کہ اس طرح

کا کوئی رواج نہ تھا۔ دیہات میں جب جہیز کا دولہا سسرال جاتا ہے تو لوگ اس کا نظارہ کرنے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی بیل ہے جس کی قیمت دس ہزار پچاس ہزار ہے اس طرح سے ذلت و رسوائی کی چادر اوڑھائے جانے کے باوجود کوئی احساس نہیں ہوتا ہے۔ مسلمانو! اللہ و رسول کا کلمہ پڑھنے والو! ذرا سنجیدگی کے ساتھ سوچو تو سہی ۔ کیا اس طرح کا رواج، یہ طریقہ عہد رسالت و عہد خلافت و عہد اسلاف و ائمہ مجتہدین میں تھا؟ اس وقت اس کا کوئی نام و نشان نہ تھا اور اس بری رسم نے آج کے دور میں جنم لیا ہے۔ اے میرے مسلمان بھائیو؟ آپ جہیز کی مانگ کر کے کتنے دن تک عیش کریں گے۔ دوسرے کے مال و دولت سے کب تک خوش و خرم رہیں گے۔ جو آپ اپنے بیٹے کی شادی کے میں وصول کرتے ہیں، یا وہ جو شادی میں خطیر رقم کا مطالبہ کرتے ہیں کب تک آپ مستی اڑائیں گے دوسرے کے روپئے سے یہی تو حال ہو گا چار دن کی چاندنی تے پھر اندھیری رات ــــ صرف چند دنوں کے لئے راحت ہے۔ لہذا غور کریں کہ کتنی بری چیز ہے۔ آپس میں عداوت و دشمنی نفاق و تعصب پرستی لڑکیوں کا جلایا جانا اس ظالم رسم کا شاخسانہ ہے ہمارا تو یہ شیوہ ہونا چاہئے کہ غریبوں کی مدد کر کے اس کی تنگدستی اور بدحالی کو دور کریں۔ اسلام نے عورتوں کی تقدیس کا اعلان فرمایا ہے۔ اور عورت کی زندگی کو ستیاناس اور پامال ہونے سے بچا کر ایک بارونق اور خوشگوار زندگی عطا فرمائی



ہے مسلمان آج اس کو پامال کر رہے ہیں ان کی زندگی کا چراغ گل کر رہے ہیں کس لئے تو جواب ہو گا جہیز کے لئے اور حصول زر کے لئے۔ نوجوانوں سے گذارش ہے اس گھناؤنے طریقہ کو روکنے کے لئے ہمارے نوجوان طبقوں کو آگے آنا ہو گا تب جہیز والوں کے فکر و مزاج، و مذہب سے بے رغبتی کو ختم کیا جا سکتا ہے ورنہ ہمارے سماج میں اسلامی روایات و تہذیب کا نام و نشان نہ رہے گا۔ اگر نوجوانوں نے قدم آگے بڑھایا تو بالیقین ان کو کامیابی ملے گی۔ نوجوان طبقہ مانگ نہ کر کے شادی کرے تو مسئلہ

کا حل نکل سکتا ہے۔ میری نوجوانوں سے گذارش ہے کہ اگر ان کے والدین اس کے لالچی ہیں اور اس کی کے لئے شادی نہیں کرا رہے ہیں تو وہ مصر ہو جائیں کہ ہم بغیر مطالبہ کے سنت رسول کو اپنائیں گے۔ ہر شہر، قصبہ، دیہات میں ایک کمیٹی تیار کریں کہ جہیز کے لالچیوں کو لڑکی نہ دی جائے اور بائیکاٹ کریں۔ کمیٹیاں اولوالعزمی و مستعدی سے اس کے خلاف میدان میں آئیں۔ نوجوان بھائیوں نے اگر دلچسپی کے ساتھ اس کی روک میں پیہم کوشش کی تو بہت اجر کے مستحق ہوں گے۔ خستہ حال لوگوں میں امید و بیم کی کرن نمودار ہو گی نا امیدوں مایوسیوں کو اجالے میں تبدیل کر دے گی اور لڑکیوں کے لئے تابناک مستقبل کی راہ کھل جائے گی۔

قرآن مقدس نے کسی ایماندار کے قتل کی سخت ممانعت فرمائی ہے نہ جانے کتنوں نے بیویوں کو اس کے لئے موت کے دہانے میں ڈھکیل دیا قرآن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو کسی بھی ایماندار کو قصداً قتل کرے اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں اسے ہمیشہ رہنا ہے۔ خدارا مسلمانو اب قرآن لڑکیوں پر رحم کھاؤ ـــــ اب بھی تو ہوش میں آؤ ـــــ اس میں تو ہماری ہی بدنامی ہے ـــــ کیوں نہ ہم متحد ہو کر اس کے خلاف آواز بلند کریں۔

مدرسہ مصطفویہ رضویہ برکات العلوم کا قیام

ضلع کھیری لکھیم پور میں ایک معیاری درسگاہ کی ضرورت کافی دنوں سے محسوس کی جا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مدرسہ برکات العلوم کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ درد مند حضرات سے تعاون کی اپیل ہے۔ مدرسہ میں حفظ، قرأت اور عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔ اور بیرونی طلبہ کے طعام و قیام کا بھی بندوبست ہے، ساتھ ہی تعمیری کام کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ رابطہ کا پتہ

محمد فرقان رضا نوری مقام و پوسٹ بنکا گاؤں تحصیل محمدی ضلع کھیری (یو پی)

ایڈز کی تعریف

WHAT IS AIDS?

تحریر:— محفوظ علی انور علی —(ہالینڈ)

آج سے گیارہ بارہ سال قبل دیکھا جائے تو ایڈز نامی بیماری کا تصور تک وجود میں نہیں آیا تھا۔ کیونکہ ایسی کوئی بیماری نہیں تھی کہ جس میں یہ کہا جا سکے کہ اس میں وزن کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹروں میں اس کی تحقیق کی جستجو پیدا ہونی شروع ہو گئی۔ آخرکار سینٹر آف ڈیزیز کنٹرول (centre of desdeces control) نے ۱۹۸۱ء مئی کے آخر میں ایک ایسے مرض کینسر (cancer) کا اعلان کیا جس میں انسان کے اوپر جوئنسٹک (Joinstick) جیسے عام وائرس سے طرح طرح کی مہلک بیماریاں پیدا ہونی شروع ہو گئیں۔ اس کینسر کو کیپوسس سارکوما (camposes sarcoma) کا نام دیا گیا۔

چنانچہ ڈاکٹروں نے اس کینسر کی بنا پر جون جولائی ۱۹۸۱ء میں ایک خطرناک مرض بیماری کا اعلان کیا جسے ایڈز A.I.D.S. (Acquired Immune Deficiency syndron) کہتے ہیں یہ اس وقت پتہ چلا جب ایک شخص کو کیپوسس سارکوما جیسا مرض کینسر ہوا اور وہ لاس اینجلس (Louis angelas) میں پڑا اپنی موت کا انتظار کر رہا تھا۔ جب ڈاکٹروں نے اس کا میڈیکل چیک اپ (check - up) کیا اور اس کا الیزہ (Ileza) کا ٹیسٹ کرایا گیا۔ اور اس طرح اسے ایڈز کا مریض قرار دیا گیا۔ ایڈز کا پہلا مریض امریکہ میں پایا گیا تھا۔ لیکن اس سے پہلے جنوبی افریقہ میں

لوگ اس طرح کی موت مر رہے تھے اور اس طرح اس کا یہ تصور لیا گیا کہ یہ بیماری انسانوں میں نہیں بلکہ جنوبی افریقہ میں موجود خاص قسم کے بندروں میں اس کا انکشاف کیا گیا تھا۔ یہ نظریہ مضبوط دلائل پیش نہ کر سکا۔ اور اس نظرئے کے تقریباً چھ ماہ بعد ان نظریات کے بعد اس بات کو بیماری کی دلیل سمجھا گیا کہ یہ بیماری تلذذ بالمثل ہوموسیکشل (Homasexuel) کی وجہ سے وجود میں آئی ہے۔

ایڈز کا وائرس محض چند ایک محدود طریقوں سے ہی پھیلتا ہے۔ سب سے پہلا ذریعہ جنسی تعلقات ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں جب اس بیماری کی باقاعدہ تصدیق ہوئی تو اس کا شکار ہم جنسی پرست نوجوان پائے گئے۔ امریکہ، فرانس بیلجیم، ہالینڈ اور افریقہ کے کچھ علاقوں میں بھی ہم جنسی پرست نوجوان مردوں میں یہ مرض ایک قسم کے نمونیہ کی شکل میں اور جلد کے ایک ایسے سرطان کینسر کی شکل میں نمودار ہو رہا تھا۔ جو اس سے پیشتر مشاہدہ میں نہیں آیا تھا۔ تین ماہ کے اندر اندر اس مرض سے مرنے والے نوجوان کی تعداد سیکڑوں تک جا پہونچی اس وقت ڈاکٹروں اور طبی محققین کو یقین تھا کہ یہ بیماری انہیں نوجوانوں اور اوسط عمر مردوں میں لاحق ہوتی ہے۔ جو جنس پرستوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ معار مستقیم کے ذریعہ جہاں خون کی نالیاں خورد اگ کی نالی کی طرح نہایت نازک اور حساس ہوتی ہے۔ اس بیماری کا جو ثومہ خون میں داخل ہو کر بدن کی لازمی قوت مدافعت کو ناکارہ بنا دیتا ہے۔

چنانچہ کیپوسنس سارکوما میں مبتلا افراد کی تلاش شروع ہو گئی۔ کیونکہ یہی کینسر ایڈز جیسی مضر بیماری کی اصل علامات میں سے ایک علامت سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ ستمبر ۱۹۸۴ء میں امریکہ کی ۴۵ ریاستوں میں اس کے ۵۰۸۵ مریض ملے جن میں ایڈز جیسی مضر دخطرناک بیماری کا انکشاف کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس ایک اندازے کے مطابق پوری دنیا سے تقریباً سو مریض ایسے ملے جو اس بیماری میں مبتلا تھے۔ چنانچہ ہر سال میں یہ بیماری پونے چھ ہزار افراد سے تجاوز کر گئی۔ تمام تر دنیا میں اس بیماری کا حل تلاش کرنے کے لئے تحقیق کرنا شروع کر دی گئی مگر بیماری کا حل نہ ملنے پر بیماری کو واضح طور پر شائع کر دیا گیا تاکہ جنس پرستی کم ہو سکے۔

اس بیماری کے ہونے کی دوسری بڑی وجہ یہ سامنے آئی ہے کہ جب کسی ایک انسان کا خون دوسرے انسانوں کو دیا جائے اور خون میں موجود اجزاء اس انسان کے خون سے نہ ملیں تو اس بیماری کے ہونے کا خدشہ ہو سکتا ہے۔ اگر کسی ایڈز زدہ شخص کا خون بغیر معائنہ کے کسی مریض کے جسم میں داخل کیا جائے تو ایڈز کا وائرس مریض کے جسم میں

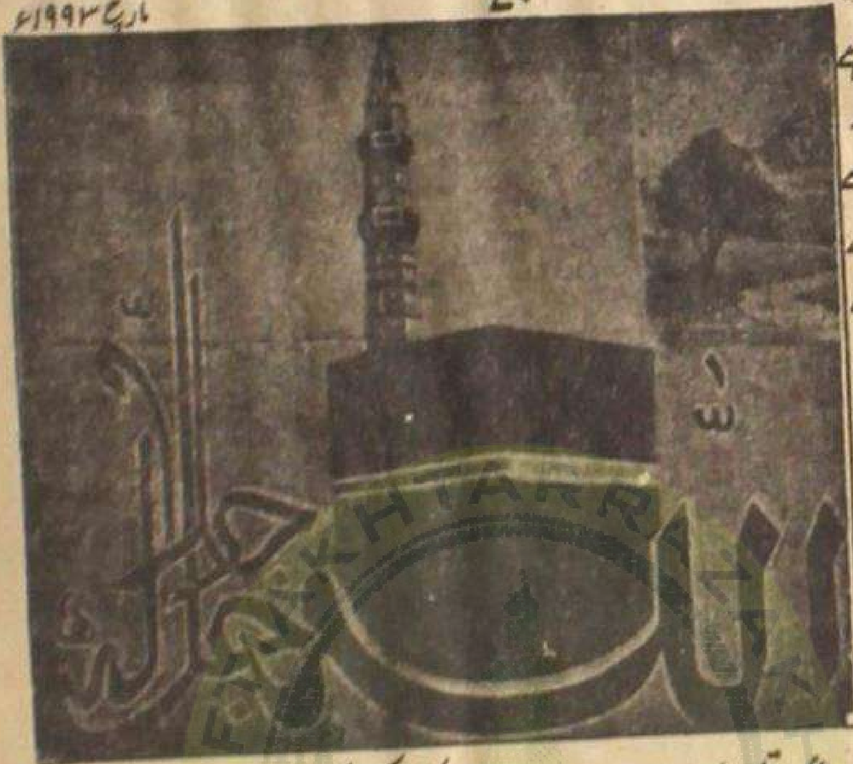
پہنچ سکتا ہے اور اسے ایڈز کے مرض میں مبتلا کر سکتا ہے۔ ۱۹۸۴ء میں ایڈز کے مریض ۵۸۵ ہزار سے تجاوز کر چکے تھے۔ جس میں سے ۷۰ر فی صد مریضوں کو ہوموسیکشل اور بائی سیکشل (BIO- SEXUEL) کی وجہ سے مریض ثابت کیا گیا۔ ان ستر (۷۰) فی صد مریضوں میں سے ۳۴ر فی صد مریض امریکہ کی ریاست نیویارک میں پائے گئے۔ جہاں ہوموسیکشل بہت زیادہ تعداد میں ہے۔

اس کے بعد دوسرا شہر سان فرانسکو اور لاس اینجلس کا ہے۔ ان دونوں ریاستوں میں بھی ہومو کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

اب اس کے بعد اس بات کا انکشاف ہوا کہ ان سو فی صد مریضوں میں سے ۰۷ر فی صد مریض منشیات کی وجہ سے اس خطرناک بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن معمہ وہی تھا کہ ایڈز کا وائرس کب اور کس طرح وجود میں آیا۔ اس کے بعد (C.D.E) نے اس بیماری کی ایک اور وجہ یہ بتائی کہ شائد یہ بیماری خون میں موجود پلازمہ (Plazma) کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ کسی کو خون نہ دیا جائے۔ اس پلازمہ کی وجہ سے ایڈز صرف ایک فی صد لوگوں میں ہوتا ہے اس بات کا بھی انکشاف کیا گیا کہ اگر کسی ایسے مریض کا خون یا لعاب کسی کے جسم پر لگ جائے اور اس کے جسم پر کوئی زخم ہو تو بھی ایڈز کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ ایک اور وجہ جس سے اس بیماری کا خدشہ ہو سکتا وہ انجکشن کی سرنج ہے۔

اگر ایڈز میں مبتلا شخص کی سرنج سے کسی دوسرے مریض کو انجکشن لگایا جائے تو ایڈز کا وائرس مریض کے جسم میں پہونچ کر اسے ایڈز زدہ کر سکتا ہے۔ منشیات کے عادی لوگ اکثر ایک ہی سرنج سے انجکشن لگا لیتے ہیں۔ اس بات پر اگر غور کیا جائے تو بازاروں میں جو کان اور ناک میں چھید کرا تے ہیں؛ اس مشین میں جو سوئی موجود ہے اس کو بار بار استعمال میں لاتے ہیں۔ اب اگر کسی ایڈز میں مبتلا شخص کے کان یا ناک میں سوراخ کرایا گیا ہے اور پھر اسی کو دوسرے صحتمند شخص پر استعمال کیا گیا تو وہ بھی ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو سکتا ہے۔

اس مرض کے پھیلنے کا یہ بھی ایک ذریعہ ہے کہ ایڈز سے متاثرہ عورت حمل اور بچے کو دودھ پلانے کے دوران اس مرض کے وائرس کو اپنے بچے میں منتقل کر سکتی ہے۔ بچے کو اس صورت میں ایڈز ہو جائیگا اگر اس کی ماں کو ایڈز ہو۔ کیونکہ بچہ ماں سے خون لیتا ہے لہذا وہ بھی اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے ایڈز سے متاثرہ بچوں کی تعداد لاکھوں تک پہونچ چکی ہے۔ امریکہ میں ایڈز زدہ بچوں کے لئے بعض خواترس عورتوں نے ایسے گھر بنا دیئے ہیں جہاں ایڈز سے متاثرہ بچوں کو رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ ماں باپ کو



جب یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کا بچہ ایڈز زدہ ہے تو وہ اسے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیتے ہیں یہ بچے اپنے والدین کے گناہ کی سزا بھگت رہے ہیں۔

طبی ماہرین کا خیال ہے کہ پوری دنیا میں اس وقت جتنی ایڈز زدہ عورتیں ہیں ... ۲۰۰۰ء تک ان کی تعداد دو گنی ہو جائے گی۔ اور جن بچوں کو یہ عورتیں جنم دیں گی ان سب کی تعداد کل ملا کر ایک کروڑ تک پہونچ گی آگے چل کر ایڈز میں مبتلا عورتوں کے مسائل سب سے سنگین صورت اختیار کر جائیں گی۔ کیونکہ عورتیں انفرادی طور پر اس مرض سے زیادہ متاثر ہو رہی ہے اور ان کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ ذرا سوچئے کہ اس صورت میں ایک ایڈز زدہ عورت کی حالت کتنی پیچیدہ ہوگی جب وہ حاملہ ہو۔ کیونکہ ایسی صورت میں یا تو وہ حمل ضائع کر دے گی۔ یا پھر ایسے بچے کو جنم دے جس کی زندگی چار پانچ سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ ایڈز سے متاثر عورت گھر کا دیکھ بھال بھی نہیں کر سکتی کیونکہ اس کی صحت رفتہ رفتہ گرتی چلی جاتی ہے۔ اور المیہ یہ ہے کہ ترقی پذیر اور غریب ملکوں میں عوام ایڈز کی تباہ کاریوں سے قطعی بے خبر ہیں۔ وہ اپنے شوہروں سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتیں کہ وہ مانع حمل اشیاء کا استعمال کریں تا کہ وہ کسی حد تک ایڈز کی مزید تباہ کاریوں سے محفوظ رہ سکیں۔

جب کسی مریض کا جو ایڈز میں مبتلا ہو لیبارٹری ٹیسٹ ہوتا ہے تو عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس لیبارٹری کو نرسیں، ڈاکٹروں اور لیبارٹری ورکرز کو بھی ہو جائیگا لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک یہ مریض سے کوئی جنسی کام نہ کریں اگر کوئی جنسی کام کر لیا جائے تو ایڈز ہونے کے

پورے پورے امکان ہوتے ہیں۔

یہ مرض امریکہ اور یوروپ میں ہم صنف جنسی پرستوں اور جسم فروش عورتوں کے ذریعہ زیادہ پھیلا ہے۔

یعنی ایڈز سے متاثر مرد اس وائرس کو عورت یا مرد میں منتقل کر سکتا ہے۔ پھر متاثر عورت کسی دوسرے صحت مند مرد کو متاثر کر سکتی ہے اور وہ مرد کسی تیسرے مرد یا عورت کو متاثر کر سکتا ہے۔ اس صدی کے اختتام تک دس سال سے کم عمر بچے ایک کروڑ کی تعداد میں اس مہلک بیماری "ایڈز" کے ہاتھوں یتیم ہو جائیں گے اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یہ خود بھی اس بیماری سے متاثر ہوں گے۔ ۶۰ سال سے کم عمر میں اگر کپوسس سار کوما جیسا مضر کینسر ہو جائے تو ایڈز ہونے کے بہت زیادہ امکانات ہوتے ہیں۔ اگر ایڈز ہو جائے تو یہ بہت سے مضر کینسرز کو جنم دیتا ہے۔ مثلاً جسم میں گھٹیاں بن جاتی ہے اور بلڈ کینسر جیسا مضر کینسر لاحق ہو جاتا ہے۔ جلدی کینسر نمودار ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح کی مزید بیماریاں دیکھنے میں آتی ہیں۔ اگر کسی شخص کو ایڈز ہو اور اس کے جسم میں جو نک جیسا عام عام وائرس داخل ہو جائے تو وہ بھی بہت سی مہلک بیماریوں کا سبب بن جاتا ہے مثلاً وہ خون میں داخل ہو کر خون کے سفید خلیوں کو ختم کرنے لگتا ہے۔ جس سے انسان کا وزن کم ہونے لگتا ہے جو ایڈز کی نشانیوں میں سے سب سے اہم سمجھی جاتی ہے۔

اگر ایڈز میں کوئی بیماری ہو جائے تو وہ ختم نہیں ہوتی۔ اس کی اہم وجہ یہی ہے کہ سفید خلیے ختم ہوتے رہتے ہیں۔ جس سے قوت مدافعت ختم ہوتی رہتی ہے۔ کیونکہ سفید خلیے جسم میں موجود جرثوموں کو بیماریاں پھیلانے سے روکتے ہیں۔

ایڈز کے ۵۰ فی صد مریضوں میں اکثر نمونیہ ہو جاتا ہے جو بہت زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے۔ ایڈز میں بہت سی دوسری انفیکشنز ہو جاتی ہیں۔ جن میں تیزی سے سانس چڑھنا بہت خطرناک ہوتا ہے اس میں انسان ایک یا دو ہفتہ کے اندر انتقال کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی ظاہر انفیکشنز (Infections) ہو جاتی ہیں۔ مثلاً آنکھوں میں ایسے وائرس پیدا ہو جاتے ہیں کہ ایک ایسا وقت بھی آجاتا ہے کہ انسان آہستہ آہستہ اپنی بینائی کھو دیتا ہے۔ ہونٹوں اور منہ پر بہت سی انفیکشنز ہو جاتی ہیں۔

(Faba-Infections) جو منہ سے لے کر معدہ تک ہو جاتی ہے۔ اس میں خوراک کی نالی اور دوسرے اعضا بھی شامل ہیں۔ حتیٰ کہ قوت مدافعت اتنی کم ہو جاتی ہے کہ ٹی۔ بی ہونے کا خطرہ بھی لاحق ہو جاتا ہے۔ معدہ اور آنتیں جواب دے جاتی ہیں اور اسمیل



کویت کی ایک سرکاری عمارت

*

شروع ہو جاتے ہیں۔

ایڈز میں اگر بخار آجائے تو کافی عرصہ تک رہتا ہے حتیٰ کہ انسان اتنا کمزور اور لاغر ہو جاتا ہے کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اور موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے

تین ماہ کے دوران اس مرض سے مرنے والے نوجوانوں کی تعداد جب سیکڑوں تک جا پہونچی تو اس وقت ڈاکٹروں اور طبی محققین نے یہ محسوس کیا کہ یہ بیماری ہوموں میں مبتلا اور اوسط عمر کے مردوں میں لاحق ہوتی ہے۔

ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ معاء مستقیم کے ذریعہ جہاں خون کی نالیاں خوراک کی نالی کی طرح نہایت نازک اور حساس ہوتی ہیں۔ اس بیماری کا جرثومہ خون میں داخل ہو کر خون کی لازمی قوت مدافعت کو ناکارہ بنا دیتا ہے۔

جولائی ۱۹۸۳ء میں پیرس پیسچر انسٹی ٹیوٹ (pasja-Institut) اور امریکہ طبی تحقیقی اداروں میں سے کچھ کا خیال تھا کہ یہ انسانوں میں بندروں اور لنگوروں سے منتقل ہوا ہے۔ جب افریقہ میں ایڈز کے پھیلنے کا شور اٹھا تو معلوم ہوا کہ یہ وائرس وہاں موجودہ صدی کی چھٹی دہائی سے پھیل رہا تھا۔ مگر ڈاکٹروں نے اس کی تحقیق نہیں کر سکے تھے

ایڈز کی بیماری سے متعلق جب تحقیق سامنے آئی کہ یہ بیماری خون کی منتقلی کی وجہ سے بھی پھیلتی ہے تو فوراً یہ سوال اٹھا کہ کیا کھٹمل اور مچھروں کے کاٹنے سے بھی یہ بیماری پیدا ہو سکتی ہے؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ کیڑے ایک ایڈز زدہ شخص کا خون چوس کر اس کے وائرس کسی صحت مند انسان کے جسم میں منتقل کر دے۔؟

وہ کیڑے اور مکوڑے جو انسانوں کو کاٹتے ہیں وہ دو طرح سے ایڈز کے وائرس کو انسانوں میں منتقل کر سکتے ہیں۔ ایک حیاتیاتی طریقے سے اور دوسرے میکانکی طریقے سے ●

بقیہ ص ۳ ے کا

اور پرچہ کا انتظار رہے گا۔ جملہ احباب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ دعاؤں میں یاد فرمایا کریں۔ اور حضرت جانشین مفتی اعظم مدظلہٗ وطن واپس تشریف لائیں تو ان کی خدمت میں بھی سلام پیش کریں۔

علامہ ابوداؤد محمد صادق، گوجرانوالہ

(ادارہ)

مکتوبات

امابعد! تسلیمات اسنیٰ وتحیۃ حسنیٰ کے بعد معروض ہوں کہ ناچیز ماہنامہ سنی دنیا کا باقاعدہ قاری ہے۔ سنی دنیا میرے دل کی تڑپ ہے۔ اس کے تمام مقالات باب الاستفتاء تنظیمی اخبارات نعتیہ کلام سب کچھ قابل ذکر ہے۔ انفرادی و اجتماعی، ایمانی وروحانی، سیاسی و انقلابی تمام مشکلات کا دفعیہ ہے مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں سرزمین بنگلہ دیش کے مسلمانوں کے ایمان وعقائد کے تحفظ کے لئے یہ جریدہ شہریہ ایک عظیم حیثیت رکھتا ہے۔ بالخصوص دیگر ممالک اسلامیہ کے سنی بھائیوں اور علماء اہل سنت اور تنظیم طلباء اہلسنت کے تمام افعال واقوال، احوال وکردار کے متعلق مختلف اخبارات میں شائع کر کے مسلک سنیت کی جو دینی خدمات انجام دیتا ہے یہ بلاشک وشبہ قابل ذکر ہے۔

گزشتہ شمارہ میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے اسماء کتب کی جو فہرست شائع ہوئی۔ یہ بلاشک تحفظ کے باعث ہے۔ ناچیز کو ایک اہم بات ذکر کرنا ہے کہ دور حال میں فتنۂ نجدیت ومودودیت خطرناک ہے۔ ان کے عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کے متعلق عام مسلمان اور اہل اسلام ناواقف ہیں سنی دنیا سے عرض ہے کہ فرقۂ باطلہ خصوصاً جماعت اسلامی اور مودودی کے عقائد کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومبرہن دلائل پیش کرے تاکہ مسلمانان عالم ان کے فریب سے بچ سکیں۔ ساتھ ساتھ عقائد اہل سنت والجماعت پر استقامت پختگی آجائے۔ سنی دنیا کے قارئین محبین ومتعلقین واراکین کے طوالت حیات و دینی خدمات کرنے کی توفیق مانگتا ہوں۔

واللہ الموفق والمعین

مولانا محمد عبداللہ چاٹگام، بنگلہ دیش

سلام مسنون!　　یہ جان کر بہت راحت ہوئی کہ آپ اپنے ماہنامہ کا "مولانا حسن رضا بریلوی فکر ونظر نمبر" شائع کر رہے ہیں۔ اس نمبر کی اشاعت پر ہماری طرف سے مبارک باد قبول فرمائیں۔ جہاں تک آپ نے مقالہ کا لکھا ہے۔ اس پر افسوس ہے کہ میرے پاس اس سلسلہ میں کوئی مواد موجود نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے مقالہ ترتیب دینے سے قاصر ہوں۔ اور معذرت خواہ ہوں۔ اب تو آپ کے جریدہ کے فکر ونظر نمبر سے ہی مواد حاصل ہوگا۔ اور معلومات ملیں گی۔

بقیہ ص ۷۷ پر



امیر دعوت اسلامی کی وضاحت

سرپرست دعوت اسلامی حضرت قبلہ مفتی عبد الحلیم صاحب مدظلہٗ کے حکم پر یہ فیصلہ کیا ہے کہ "نماز کا جائزہ" میں ص ۹۱ پر اس عبارت کا اضافہ کر دیا جائے۔

"اس سے سخت تر علمہ وہابیہ زمانہ کا ہے کہ اللہ عزوجل و نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرتے یا توہین کرنے والوں کو اپنا پیشوا یا کم از کم مسلمان ہی جانتے ہیں۔"

(بہار شریعت)

برائے کرم نئے ایڈیشن میں اس عبارت کو شامل کر لیں۔ اور جس قدر ممکن ہو علمائے اہل سنت اور عوام اہل سنت کو اس نئے ایڈیشن پر مطلع بھی کریں۔

(محمد الیاس قادری، کراچی)

مسلمانوں کیلئے دعائے حفظ و امان

۱۸ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ کو براؤں شریف میں حضرت مولانا شاہ محمد صدیق صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کے عرس کی تقریبات حضرت مولانا غلام عبد القادر صاحب چشتی سجادہ نشین خانقاہ صدیقیہ کے زیر اہتمام منائی گئیں جس میں قرآن خوانی، چادر و گاگر کا جلوس نعرۂ تکبیر و رسالت اور "کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروروں درود" کی نغمہ باصداؤں میں مزار پاک پہ پہونچا۔ اس کے بعد مناقب و شجرہ خوانی ہوئی۔ بعدہٗ تقریری پروگرام شروع ہوا۔ ۲ بجے قل ہوا جس میں مسلمانوں کے لئے حفظ و امان کی دعائیں مانگی گئیں۔

(سراج احمد چشتی، ناظم رضوی دار المطالعہ براؤں شریف)

مکتوبات مولانا محمد بدر الدین احمد

ہم لوگ حضور آقائے نعمت استاذ گرامی قبلہ حضرت علامہ مولانا بدر الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ والرضوان مصنف سوانح اعلیٰحضرت کے مکتوبات گرامی جمع کرنے کا کام کر رہے ہیں۔ ابھی تک تقریباً ایک سو سے زائد مکتوبات جمع ہو چکے ہیں۔ جن صاحب کے پاس حضرت علیہ الرحمہ کی کوئی بھی تحریر محفوظ ہو تو اس کی فوٹو کاپی ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

عبد الصمد قادری کیر وف سلیم سائیکل والے
نزدیک پیٹرول ٹنکی، مقام و پوسٹ اترولہ
ضلع گونڈہ (یو-پی)
پن نمبر ۲۷۱۶۰۴

جشن خواجہ غریب نواز

۲۶ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ بروز بدھ بعد نماز عشاء موضع سارم پور بکھر میں مدرسہ تبلیغ انوار العلوم کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ جس کی صدارت حضرت علامہ ظہیر الاسلام نوری جیلانی نے فرمائی جس میں علامہ حیدر علی وحیدی شمسی، حضرت مولانا اظہر القادری لیکچرار شعبہ فارسی اسلامیہ ڈگری کالج مظفر پور بہار نے خواجہ غریب نواز کی ذات پر بھرپور روشنی ڈالی۔ نظامت کے فرائض مولانا قاری خوشتر ضیائی نے انجام دیا اور بارگاہ رسالت میں اپنی سریلی آواز سے خراج عقیدت بھی پیش کرتے رہے صلوٰۃ وسلام کے ساتھ محفل کا اختتام ہوا۔

(احمد علی قادری، سارمپور بکھر بہار)

سالانہ جلسہ دستار فضیلت

ملک کی عظیم دینی درس گاہ الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی ضلع فیض آباد کا سالانہ جلسہ دستار فضیلت زیر صدارت علامہ الحاج سید شاہ مجتبیٰ اشرف صاحب قبلہ اشرفی الجیلانی کچھوچھہ مقدسہ یکم فروری ۱۹۹۳ء کو منعقد ہوا جس میں علامہ سید شاہ ظل حسن صاحب قبلہ اشرفی، سید شاہ ڈاکٹر جلال الدین قادری صاحب، مولا عبد المبین صاحب بستوی پرنسپل دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور مولانا مسیح الدین صاحب مشاہدی استاذ الجامعۃ الغوثیہ اترولہ گونڈہ کی تقاریر ہوئیں۔ جناب کلیم نوری صاحب کانپوری و دیگر شعراء کے سلام نے بارگاہ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام میں منظوم نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ مذکورہ بالا علما ومشائخ کے علاوہ سیکڑوں علمائے اہل سنت نے جلسہ میں شرکت فرمائی۔ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی سے فارغ ہونے والے ۲۹ علما و قراء اور حفاظ کو دستار واسناد سے نوازا گیا جلسہ صبح تقریباً ۵ بجے صلوٰۃ وسلام اور دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

(شبیر احمد رضوی الجامعۃ الاسلامیہ روناہی)

جامعہ برکاتیہ کا جشن دستار فضیلت

۸ نومبر ۱۹۹۲ء بروز یکشنبہ کو جامعہ برکاتیہ سید العلوم کا سالانہ جشن دستار فضیلت اپنی سابقہ روایات واسلامی شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوا، جس کی صدارت ڈاکٹر سید محمد امین ریڈر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے فرمائی۔ جشن دستار فضیلت میں مقامی اور علاقائی لوگوں کا سیلاب امنڈا ہوا تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں سامعین موجود تھے مولانا انوار احمد نعیمی، مفتی شاہ محمد لطف اللہ مولانا عبد الرسول قادری اور حضرت مولانا سید محمد عارف صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام نے بھرپور جوش وخروش کے ساتھ تقاریر فرمائی۔ جامعہ ہذا کے

سربراہ اعلیٰ احسن العلما حضرت مولانا حافظ وقاری سید شاہ مصطفےٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی زیب سجادہ درگاہ عالیہ برکاتیہ بڑی سرکار مارہرہ شریف نے فارغین (۲۲) حفاظ وقراء کے سروں پر فضیلت کا تاج رکھا اور دارالعلوم کے ارکان کی طرف سے حضرت مدظلہٗ العالی نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور دارالعلوم کی ترقی اور ملک کی امن و سلامتی کے لئے دعائیں کیں۔ جلسہ کا اختتام صلوٰۃ وسلام اور حضرت کی دعاؤں پر ہوا۔

(محمد انیس احمد خاں قادری)

جیل میں اسلامی نغمے گونجے

ممتاز دینی درس گاہ دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف کے صدر مدرس حضرت مولانا عبد المصطفےٰ صدیقی صاحب اور دوسرے ۴ر اساتذہ ۱۵ر طلبہ نیز شہر حق ردولی شریف کے ۷۵ر مسلمانوں کو ۹ر دسمبر کو ۱۱ر فرضی دفعات لگا کر گرفتار کیا گیا۔ ۲۷ر دن میں جیل میں رہنے کے بعد ضمانت پر رہائی ہوئی۔ جیل میں تقریباً ۲ر ہزار علماء مشائخ مدارس اہلسنت کے اساتذہ طلبہ اور صوبائی و مرکزی سیاسی لیڈران اور مسلمانوں نے ملاقات کی۔ بفضلہ تعالےٰ جیل میں پابندی سے پانچوں وقت اذان اور باجماعت نماز ہوتی تھی۔ بعد نماز عشاء قرآن حکیم کی تلاوت اور بارگاہ رسالت میں ہدیۂ نعت پیش کیا جاتا تھا۔ آخر میں حضرت مولانا عبد المصطفےٰ صاحب صدیقی حشمتی کا خطاب ہوتا تھا۔ روزانہ بعد نماز فجر سرکار فاضل بریلوی کا لکھا ہوا سلام "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھا جاتا تھا۔ ۶ر رجب کو اسلامی شان و شوکت کے ساتھ سرکار خواجہ غریب نواز کا عرس پاک منایا گیا۔ جیل میں ذکر و اذکار نماز و تلاوت درود و سلام ہی معمول رہا۔

تاہنوز دارالعلوم مخدومیہ میں احباب سیاسی قائدین اور علماء کی آمد کا سلسلہ جاری ہے حضرت مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی ، بہار کے سابق گورنر یونس سلیم اور ——— محسنہ قدوائی ، ستیہ پرکاش مالوی کملا پرشاد راوت کے علاوہ اتر پردیش کے راجیہ پال بی ستیہ نارائن ریڈی جیسے اہم اور غیر معمولی حضرات دارالعلوم مخدومیہ میں آچکے ہیں۔ حضرت مولانا عبد المصطفےٰ صاحب سے سبھی نے ملاقاتیں کیں۔ پولیس و پی اے سی کے ظلم و بربریت کی المناک داستان سنی۔ لوٹ مار کا منظر دیکھا۔ طلباء اور اساتذہ کے زخم اور ٹوٹے ہوئے ہاتھ دیکھے۔ الحمد للہ پولیس اور پی اے سی کی اس ظلم و تشدد کے بعد بھی سبھی اساتذہ اور طلبہ کے حوصلے بلند ہیں۔

(عبد الرحمٰن بعانی)

عرس فقیہ اعظم

مورخہ یکم و ۲ر ذیقعدہ ۱۴۱۳ھ/۲۴ و ۲۵ر اپریل ۱۹۹۳ء بروز سنیچر و اتوار ۔ زیر سرپرستی محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ سجادہ نشین آستانہ

حضور صدر الشریعہ قدس سرہٗ العزیز کا عرس مقدس درج ذیل نظام الاوقات کے تحت منعقد ہو رہا ہے۔ جس میں ملک و بیرون ملک کے علمائے کرام و مشائخ عظام و شعراء حضرات حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ و الرضوان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کریں گے۔ برادران اہلسنت سے شرکت کی استدعا ہے۔ پروگرام

۲۴ر اپریل بروز سنیچر ــــ بعد نماز عشا جلسہ

۲۵ر " " اتوار۔ بعد نماز فجر قرآن خوانی

" " " بعدہٗ خرقہ پوشی، بعد نماز

" " " ظہر جلوس چادر، بعد نماز

" " " عشاء جلسہ۔ شب میں

" " " ۱۲ر بجکر ۲۶ر منٹ پر قل شریف سے

(علامہ المصطفےٰ قادری)

موئے مبارک کی زیارت

۲۷ر رجب / ۲۱ر جنوری ۹۳ء بروز جمعرات صبح ۸ بجے سے ۱۱ر بجے تک بمقام سرداپور سورکھ موئے مبارک سرور کونین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت کرائی گئی۔ یہ موئے مبارک حضرت مولانا داحد علی شیدا رفاقتی صاحب کو دھوراجی کاٹھیاواڑ سے دستیاب ہوا ہے جس کی تحریری سند موصوف کے پاس محفوظ ہے۔ زائرین نے سند بھی دیکھی۔ زائرین کو باادب باوضو رہنے کی سخت تاکید تھی۔ زائرین نے جس وقت صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ عقیدت پیش کرنا شروع کیا تو وہ موئے مبارک جو پہلے کچھ ٹیڑھا تھا سیدھا ہو گیا اور جب صلوٰۃ و سلام بند ہو گیا تو پھر حسب سابق خمی آگئی جس کو سب نے دیکھا اور ایمان کو تازہ کیا۔

۲۰۹۷۲۸

(قادری جنرل مرچنٹ سورکھ فرخ آباد یوپی)

بنگلور میں تنظیم محفل نوری و قادری

۱۰ر جنوری ۱۹۹۳ء بروز اتوار رات ۹ بجے بر مکان زاہد علی صاحب رضوی ریشو نتپور بنگلور ۵۶۰۰۲۲ محفل نوری و قادری منعقد ہوئی۔ جس میں تلاوت قرآن پاک نعت و منقبت خوانی کے علاوہ حضرت مولانا افضل القادری صاحب مراد آبادی کی تقریر کے بعد حلقۂ ذکر قادریہ ہوا۔ صلوٰۃ و سلام و فاتحہ خوانی اور ضیافت پر محفل اختتام پذیر ہوئی۔ بعدہٗ محفل باضابطہ طور پر جملہ برادران رضویت و قادریت کو یکجا کرنے کی غرض سے تنظیم محفل نوری و قادری کی تشکیل ہوئی۔ جس میں تقریباً ۲۰ر اراکین کے علاوہ مندرجہ ذیل افراد کو عہدیداران منتخب کیا گیا

سرپرست حضرت مولانا افضل القادری مراد آبادی

صدر: محمد انور آغا صاحب قادری بنگلور

نائب صدر: محمد قطب الدین صاحب قادری بنگلور

سکریٹری: محمد موسیٰ صاحب مختار رضوی "

نائب سکریٹری: محمد ایوب صاحب قادری "

خازن: محمد زاہد علی رضوی صاحب "

نائب خازن: محمد مشتاق صاحب قادری "

آڈیٹر: محمد زین الدین صاحب قادری "

(سید اسحاق رضوی چنزادرگوی)

خطیب مشرق (حیات و خدمات)

پاسبان ملت خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ والرضوان کی حیات و خدمات کے تمام گوشوں پر مشتمل مولانا ناصر انجم مصباحی کی تاریخی و تحقیقی تصنیف "خطیب مشرق (حیات و خدمات)" دار العلوم غریب نواز کی جانب سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے سائز ۱۸×۲۳/۸ صفحات ۲۴۸، عمدہ کاغذ اور بہترین کتابت و طباعت کے ساتھ قیمت صرف ۳۰ روپے، اپنے محبوب رہنما کے زریں کارناموں سے روشناس ہونے کے لئے آج ہی اس پتے پر رابطہ قائم کریں۔

مولانا انوار احمد نظامی دار العلوم غریب نواز الہ آباد

جامعہ مظفریہ داتا گنج کی پُر درد اپیل

جامعہ مظفریہ برکات العلوم داتا گنج میں تشنگان علوم کو علمی دولت سے مالا مال کر رہا ہے۔ یوپی سرزمین سے علم و دانش کی روشنی پھیلائی ہے۔ فی الحال مالی حالت سے نہایت کمزور ہی نہیں بلکہ موت و حیات کی کشمکش میں ہے یہ بیچ منجدھار سے اپنے ناخداؤں کو آواز دے رہا ہے کہ اس کی دستگیری فرمائیں۔ زر، زکوٰۃ و عطیات وغیرہ سے امداد فرما کر اس کو فکر فردا سے مستغنی کر دیں۔ اس تھوڑے سے عرصہ میں کافی طلبہ جامعہ سے فارغ ہو چکے ہیں جو قوم و ملت کی خدمت کر رہے ہیں۔ آپ کی امداد سے ہی جامعہ اب تک قوم و ملت کی خدمت کر رہا ہے۔ پتہ: مظفر احمد مہتمم جامعہ مظفریہ داتا گنج ضلع بدایوں (یوپی) پن نمبر ۲۴۳۶۳۱

مرکزی حکومت سے علماء جامعہ حبیبیہ کا مطالبہ

۲۲، دسمبر ۱۹۴۹ء سے آج تک مقدمہ کورٹ میں چل رہا ہے۔ حکومت ہند نے اسے حل کرنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اور ہندوؤں کو کھلی چھوٹ کے ساتھ درشن کرنے کی اجازت دیدی گئی۔ ۴۳ رسال کے عرصے میں اگر کچھ ہوا تو یہ ہوا کہ مسلمانوں کو بابری مسجد میں داخل ہونے سے روکا گیا اور کورٹ نے اس مسجد کو قرق کر لیا۔ پہلے محدود طور پر وہاں رام کی پوجا کی اجازت دی گئی، بعد میں عام طور پر پوجا اور درشن کی اجازت دیدی گئی۔ پہلے اتر پردیش حکومت نے بابری مسجد کی آراضی اور اس سے ملحق آراضی موقوفہ کو اپنی تحویل میں لیا۔ پھر حکومت اتر پردیش اور مرکزی حکومت کی بدولت یہ مسجد شہید ہوئی اور اب آراضی مذکورہ کو مرکزی حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج سارے بھارت میں فتنہ و فساد برپا ہے۔ بابری مسجد کی شہادت کے باوجود آج بھی مسجد ہے اور آراضی موقوفہ آج بھی آراضی موقوفہ ہیں۔ اس لئے ہم بھارت کی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ آراضی مسجد اور آراضی موقوفہ کو مسلمانوں کے حوالہ کرے اور بابری مسجد ہی کی جگہ پر دوبارہ مسجد

تعمیر کرنے کی اجازت دے اور مرکزی حکومت سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ وہ کورٹس کے ذریعہ انصاف کا خون کروانے کوشش ترک کرے بلکہ کورٹس کے ذریعہ انصاف کو فروغ دلانے کی کوشش کرے اس لئے کہ عدلیہ کے زوال کو ملک کا زوال ہے۔ اس بیان پر جامعہ حبیبیہ الہ آباد نے جن علماء نے دستخط ثبت کئے ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

حضرت علامہ الحاج محمد عاشق الرحمٰن صاحب مولانا محمد قاسم صاحب حبیبی، مولانا محمد عبد الحکیم رضوی حبیبی، مولانا معراج احمد صاحب، مولانا محمد کاظم خاں حبیبی، مولانا غلام ربانی صادق صادق خاں حبیبی، مولانا ممتاز احمد صاحب مولانا سلیم الدین صاحب۔

(محمد عبد الحکیم رضوی)

پیغام اتحاد سنی کانفرنس ملتوی

متعینہ تاریخ سے موجودہ حالات کے پیش نظر کانفرنس کو ملتوی کر دیا گیا ہے۔ اور اب ۳ر۴ر اپریل ۱۹۹۳ء کو کانفرنس منعقد ہوگی۔

(محمد حبیب الرحمٰن نعیمی سمن پور کٹیہار)

مظہر اللہ شاہ دہلوی کا عرس مبارک

مفتی مظہر اللہ شاہ دہلوی کا عرس مبارک بڑی شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا۔ جس میں ڈاکٹر سعید احمد، مولانا معظم احمد اور خصوصیت سے

مفتی مکرم احمد نے تقریر فرمائی۔

مفتی مکرم احمد نے آبدیدہ ہو کر مسلمانوں کے ساتھ کئے گئے مظالم کا ذکر فرمایا۔ اور مسلمانوں کو زور دیا کہ وہ حالات کا مقابلہ ہر میدان میں کرنے کے لئے تیار رہیں۔ انہوں نے آل انڈیا تحریک حمایت الاسلام کی طرف سے پیش کئے گئے "برادران اسلام کے لئے لائحہ عمل" پر عملدرآمد کرنے پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ میں ساری زندگی ملی خدمت کے لئے تیار ہوں۔ آپ نے وزیر اعظم کی نااہلی اور مسلم اقلیت کے ساتھ ظلم و ستم پر سخت تنقید کرتے فرمایا کہ کیا حکومت مسلمانوں کو پنجاب اور کشمیر کے عوام جیسا بننے پر مجبور کرنا چاہتی ہے۔؟

طویل خطاب کو بڑی لگن اور بھرپور توجہ کے ساتھ سامعین نے سنا اور اس سے خاطر خواہ اثر لیا۔ پرانی دہلی میں کرفیو کے باوجود مسجد فتحپوری میں کثیر تعداد میں لوگ پہنچے اور شب بھر عبادت کی۔ صلوٰۃ و سلام پر مجلس کا اختتام ہوا۔ دعا میں بابری مسجد، سارے عالم اسلام، شہدائے اسلام اور بھارت میں امن و امان کے لئے دعائیں کی گئیں۔

(محمد سلیم جوائنٹ سکریٹری آل انڈیا تحریک حمایت الاسلام)

بابری مسجد ہر بڑے شہر میں تعمیر ہو

بمبئی ۱۰ر فروری، رضا اکیڈمی بمبئی نے تمام مسلم ممالک اور ان کے سفراء کو خط

کے ذریعہ ایک تجویز پیش کی ہے کہ آپ اپنے ملک میں ایک مسجد بنام بابری مسجد تعمیر کریں کیونکہ گزشتہ ۶ ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو ہندوستان میں بابری مسجد کو شہید کرکے فرقہ پرستوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ دھیرے دھیرے ہندوستان کے مسلمان بابری مسجد کی شہادت کو بھول جائیں گے۔ مگر دیگر ممالک میں اگر بابری مسجد کے نام سے ایک ایک مسجد تعمیر ہو جائے گی تو دنیا بھر کے مسلمان بھارت کی بابری مسجد کے قضیہ کو زندہ رکھیں گے۔ اور اس کی جد و جہد میں لگے رہیں گے۔

رضا اکیڈمی نے روس کے ان آزاد مسلم ممالک کو بھی خطوط لکھے ہیں کہ شہنشاہ ظہیر الدین محمد بابر کی جائے پیدائش فرغانہ میں ان کے نام سے ایک تاریخی مسجد بنام بابری مسجد تعمیر کی جائے۔

محمد سعید نوری، خادم رضا اکیڈمی بمبئی

مشیتا غونغ یونیورسٹی میں سیمینار اور رد عمل

مورخہ ۱۹ ر اگست ۹۲ء میں مشیتا غونغ یونیورسٹی کے آرٹس فیکلٹی میں شعبۂ تاریخ الاسلام کے زیر اہتمام ایک سیمینار منعقد ہوا جس میں کئی پروفیسر نے شرکت کی۔ خصوصاً پروفیسر علی احمد نے اس عنوان سے ایک مقالہ پڑھا ہے۔

The darul Olum of deo-band a religion political movement of the INDIA Muslims.

"مسلمانان ہند کے لئے دار العلوم دیوبند ایک دینی و سیاسی انقلاب ہے۔"

اس سلسلے میں مسلک دیوبند کے رکن اعظم مصنف تحذیر الناس مولوی قاسم نانوتوی کو سیمینار میں "حجۃ الاسلام" قرار دیا۔ حالانکہ قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں حضور سرور کائنات فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ہونے کا انکار کیا ہے۔ اس لئے چودھویں صدی کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت واقف اسرار حقیقت احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "حسام الحرمین" میں قاسم نانوتوی کو کافر قرار دیا۔ جس عظیم فتویٰ کو عرب و عجم کے مشاہیر علماء کرام و مفتیان عظام نے تسلیم کیا بالخصوص مفتی حنفی علامہ شیخ صالح کمال مکی، مولانا علی ابن حسین مالکی مکی، الحاج مولانا شاہ مہاجر مکی وغیرہم جیسے چالیس حضرات نے اس قول کو تسلیم کیا۔ اس کے باوجود بھی قاسم نانوتوی کو حجۃ الاسلام کہنا سراسر حماقت و ضلالت و عصبیت ہے۔ سیمینار کے اس اعلان کے تردید میں "اعلیٰ حضرت ریسرچ سنٹر چاٹگام" کی طرف سے مقالہ کارد شائع کیا گیا اور عقائد دیوبندیوں کے خلاف چیلنج دیا گیا۔

المرسل: محمد بدیع العالم رضوی، مدرس پورالعلو ضیاء العلوم مشیتا غونغ بنگلہ دیش۔
(روزنامہ نیا بنگلہ۔ چاٹگام)

The Monthly Sunni Dunia Bareily
Regd. No. XI 7 (82) Vol-3, Annual Subscription Rs. 60/-
Per Copy Rs. 6/-   Regd. PO No. B.R./199/92

اہلسنت کا ترجمان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

مرکز سوادِ اعظم اہلسنت آستانۂ عالیۂ قادریہ رضویہ
کا
علمی، دینی، اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ
بریلی شریف
سنی دنیا

اپریل، مئی
جون ۱۹۹۳ء
ذیقعدہ، ذی الحجہ
محرم ۱۴۱۳ھ

جلد
۱۲
شمارہ
۴، ۵، ۶

مالک و نگران

جانشین مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

نائب نگراں
محمد عسجد رضا خاں قادری

زر اشتراک
فی شمارہ ۶ روپے
سالانہ ۶۰ روپے
پاکستان ۱۵۰ روپے
دیگر ممالک ۲۵۰ روپے
لائف ممبری ۵۰۰ روپے

منیجر
محمد محفوظ عالم

مدیر اعلیٰ
محمد شہاب الدین رضوی اختری

تزئین و کتابت
اختر رضوی، بانسی پورلوی

رابطہ کا پتہ:- ۸۲ سوداگران رضا نگر بریلی شریف (یو-پی)
فون نمبر ۷۲۱۶۶
پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

اشاریات

حضور جانشین مفتیٔ اعظم کے نام ڈرافٹ بھیجتے وقت صرف یہ عبارت لکھیں۔
اختر رضا خاں ــ اسٹیٹ بینک آف انڈیا
برانچ کتب خانہ بریلی

اداریہ

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

از: مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مظفر پوری
مرکزی دار الافتاء بریلی شریف

بابری مسجد منصوبہ بند طریقے سے شہید کر دی گئی۔ ہنگامی حالات کے پیش نظر، مسٹر نرسمہا راؤ نے اقلیت اور سیکولر مزاج لوگوں کی چیخ و پکار پر پہلے تو ایک مہینے کے اندر مسجد کی تعمیر نو کا کھو کھلا وعدہ کر کے مسلمانوں کو خوش فہمیوں کا شکار بنایا۔ اور جب قتل و غارت گری کا مجوزہ کوٹہ پورا ہو لیا تو کانگریسی روایات کے مطابق بابری مسجد کا مسئلہ کھٹائی میں ڈال دیا گیا اور ملک کی معیشت کو فروغ دینے کے نام پر اپنی گری ساکھ کو مضبوط کرنے کے لئے چار سال تک اس اہم مسئلہ کو بھلا دینے کا اعلان کر دیا۔ تاکہ آنے والے الیکشن کے لئے ماحول سازگار بنایا جا سکے اور اس طرح کانگریس کی موروثی کرسی وزارت پھر ان کے حصہ میں آجائے۔ گویا یہ مسئلہ ملک کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے۔ جس پر گورنمنٹ حل کے لئے کوئی توجہ دے۔ یہ بات کوئی نئی نہیں ہے۔ آنجہانی راجیو گاندھی کے پاس بھی ایک سال کے اندر تقریباً پونے دو درجن غیر ملکی دورے کے لئے وقت تھا مگر اس سنگین مسئلہ کے حل کے لئے ان کے پاس بھی وقت نہیں رہتا تھا اور رہتا بھی کیسے؟ کیا اسی لئے یہ مسئلہ کھڑا کیا گیا تھا کہ تصفیہ ہو جائے۔ وہ بھی کانگریس کا پیدا کردہ مسئلہ؟ نہ حل ہونا تھا نہ ہوا نہ ہو۔ اسی لئے چوالیس سال کا طویل عرصہ گزر چکا مگر۔ ؏

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اور اب چار سال میں مسلمانوں کے لئے نہ جانے کتنے مسائل پیدا کر دیئے جائیں گے اور نئے انتخابات میں مسلمانوں کے سامنے کتنے ہی الیکشنی وعدے

ہوں گے۔ وریں اثناکتنی ہی مساجد پر اور نہ جانے کتنے دینی شعائر پر منظم حملے ہوں گے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ گویا یہ چار سال کا وقفہ صرف اقلیت کو مفلوج کرنے کی حکمت عملی تیار کرنے اور نشانے تجویز کرنے کے لئے درکار ہیں۔ ؎ مشتے نمونہ از خروارے۔

صرف ۱۹۸۶ء سے چند جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

- سیتارام گوئل نامی ایک شخص نے وائس آف انڈیا نام کے ایک ادارے سے انگریزی کتاب " دی ڈیڈ ہینڈ آف اسلام" (یعنی اسلام کا مردہ ہاتھ) شائع کی، کتاب کا مضمون نام سے ظاہر ہے۔
- شاہ بانو کی طلاق میں بعد عدت نان و نفقہ کا مقدمہ ہوا جس کا فیصلہ اسلامی قانون کے خلاف ہوا اور پھر اس کے شوہر کو ۱۰۰۰۰ ر روپے اخراجات مقدمہ ادا کرنے کا فیصلہ چیف جوڈیشیل مجسٹریٹ اندور نے دیا۔
- ناظمہ بیگم نامی مطلقہ کے حق میں ایک منصف مجسٹریٹ کے کورٹ سے نان و نفقہ بعد العدۃ کی ڈگری دی گئی۔ جو اسلامی پرسنل قانون میں صریح مداخلت ہے۔
- اسلام دشمن ڈاکٹر شری رام اچاریہ نے "میرٹھ کا کتا" نامی ایک کتاب لکھی جس میں کہا گیا کہ معاذ اللہ قرآن پاک اللہ کی کتاب نہیں اور معاذ اللہ یہ اغلام کی حمایت کرتا ہے۔
- انڈیا گورنمنٹ نے ۶۵۳ کے ایکٹ میں زرعی زمینوں میں لڑکیوں کو ان کے حق سے محروم کر دیا ہے۔ جو قرآنی قانون کے صریح خلاف ہے۔
- سی۔ اے۔ آر کے ڈپٹی کمشنر کی طرف سے سی اے آر کے ملازم کرناٹک کے تین مسلمان سپاہی کو داڑھی صاف کرانے یا ملازمت سے محروم ہونے کا نوٹس دیا گیا۔ اس طرح انھیں مذہب و ملازمت کی صلیب پر لٹکا دیا گیا۔
- اسلام دشمن ڈاکٹر ڈی، سی، ارشی نے ایک مقامی پنجابی ماہنامے میں حضور جان نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ داغدار کریکٹر کا مالک اور بدکردار و بدچلن ------- وغیرہ لکھا۔
- مغربی بنگال سکنڈری ایجوکیشن بورڈ کی اجازت سے شائع شدہ--

ایک بنگلہ کتاب کے صفحہ ۵ پر رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جبرئیل امین علیہ السلام کی فرضی تصویریں شائع کی گئیں۔

اب موجودہ حالات میں نشہ طاقت میں چور جنونیوں کا ننگا ناچ بھی دیکھیں کہ۔

• متھرا کی شاہی عیدگاہ کو کسی ممکنہ خطرہ کے پیش نظر واچ ٹاور، کلوز سرکٹ، ٹی وی الارم اور فلڈ لائیٹیں، دوربین وغیرہ اور عیدگاہ کے ارد گرد، چھت کے اوپر نیچے ہر طرف سی۔ آر۔ پی کے جوان تعینات کر دیئے گئے۔ اس کے باوجود عیدگاہ کے کھلے صحن میں ایک سادھو بلا مزاحمت آکر بیٹھ جاتا ہے۔

• ایک دوسرے سادھو نے جامع مسجد دہلی کو منہدم کرنے کی شاطرانہ چال یہ چلی کہ اس کے نیچے مورتیاں ہیں اس کی کھدائی کر کے مورتیاں دیکھی جائیں اگر مورتیاں نہ ملیں تو مجھے گولی مار دی جائے (یا پھانسی دے دی جائے)

• کچھ دنوں کے بعد اسی جامع مسجد میں عین جمعہ میں ۵ شرپسند گھس بیٹھ کر شامل ہو گئے اور ان کی نقل و حرکت کو دیکھ کر جب مسلمانوں نے خطرہ محسوس کیا تو مسجد کے چہار جانب سیکوریٹی کے چاق وچوبند جوان تعینات ہونے کے باوجود تین افراد فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے خدانخواستہ مسلمانوں نے دھیان نہ دیا ہوتا تو پتہ نہیں نہ صرف مسجد بلکہ ہزاروں نمازیوں پر کیا گزرتی۔؟ اور کچھ بعید نہیں کہ نہ صرف راجدھانی بلکہ پورے ہندوستان میں قیامت برپا ہو جاتی۔

• مسلم کش فسادات کے دوران اقلیت کا قتل عام جو ہوا وہ تو ہوا ہی اس کے بعد اسلحہ تلاشی کے بہانے سوگوار اور بے گناہ مسلمانوں کو پریشان کرنا، ان کے مال و اسباب لوٹ پاٹ کرنا، انھیں جھوٹے کیس میں پھنسا کر گرفتار کرنا اور خواتین کے ساتھ بہیمانہ سلوک کرنا پولیس کا معمول بن چکا ہے۔ بے شرمی کی انتہا ہو گئی کہ اپنے کالے کرتوتوں کی ویڈیو فلم تک بنوائی۔

• مقتولین کے ورثہ کو ہراساں کر کے یہ لکھوانا کہ ہمارا آدمی پولیس کی

زیادتی سے نہیں بلکہ اپنی غلطی سے ہلاک ہوا ہے۔ اپنے گناہوں پر پردہ ڈالنا انتظامیہ کی عادت بن چکی ہے۔

● بمبئی وغیرہ میں تلاشی کے نام پر بندوق دھاریوں نے توجبراً یہ تک لکھوا لیا کہ ہم لاؤڈ اسپیکر پر اذان نہیں دیں گے۔ اور جمعہ وعیدین وغیرہ میں ازدہام کے سبب سڑکوں پر جو صفیں بنتی جاتی تھیں اب نہیں بنیں گی۔

● عامۂ مسلمین کو گمراہ کرنے کے لئے مسلمانوں کے مذہبی رہنماؤں کے نام سے فرضی بیانات شائع کرائے گئے۔ مثلاً ۵ رجنوری ۹۳ء کے ہندی روزنامہ "راشٹریہ سہارا" گورکھپور میں جانشین مفتی اعظم علامہ اختر رضا ازہری میاں صاحب اور ۹ رجنوری ۹۳ء کے راشٹریہ سہارا لکھنؤ میں جامع مسجد دہلی کے امام عبداللہ بخاری کے حوالہ سے نہایت غلط و بے بنیاد بیانات شائع ہوئے۔

● ادھر یوپی میں بی جے پی گورنمنٹ نے اسکول کی نصابی کتابوں میں ایسی کتابیں بھی داخل کی جو سراسر فرقہ پرستی اور گھنونے و منافرانہ مضامین پر مشتمل ہیں۔

● یوں ہی کچھ ننگ اسلام، ننگ قوم اور ننگ وطن متلڈراں بے لگام، کانگریسی آقایان دولت کے غلام اپنی سیاسی دکان چمکانے کے لئے اپنے سیاسی اماموں کی خوشنودی میں غیر اسلامی اور غیر قانونی بیان بازی کرکے اسلام و مسلمان کو نقصان پہونچانے میں پیچھے نہیں رہے۔ مختار عباس نقوی، اعجاز رضوی، اسکندر بخت، پیام واصف، سلمان خورشید، عارف بیگ، جعفر شریف، غلام نبی آزاد اور اب سید شہاب الدین بھی اور ان کے علاوہ چند ایک لیڈر ہیں جن سے سوائے نقصان کے مسلم قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا۔ اس کے باوجود یہ لوگ مسلم قیادت کا دم بھرتے ہیں۔ یہ طلب شہرت و حصول وزارت کے بھوکے لیڈر دشمن کے دوست ہوکر مسلمانوں کے دشمن ہیں یوں ہی وہ حضرات جو کل تک عوام کے جذبات سے کھیلتے رہے۔ لمبی لمبی قرار دادیں اور تجاویز پیش کرتے رہے۔ جو شیر ہندوستان، مجاہد

بے باک، مجاہد دوراں، شیر اسلام، قائد ملت، مسیحائے امت کے مقدس خطابات حاصل کرتے رہے۔ جن کا دعویٰ تھا کہ کسی قیمت مسجد شہید نہیں ہونے دیں گے۔ اگر مسجد کی ایک اینٹ نکلی تو حکومت کا جنازہ نکال دیں گے۔ کرسی کو لات مار دیں گے۔ پارلیامنٹ کو ہلا دیں گے۔ ظالموں پر قیامت ڈھا دیں گے۔ ۶؍ دسمبر کے بعد سب کو سانپ سونگھ گیا۔ منھ سے زبان غائب ہو گئی، قلم کی روشنائی ختم ہو گئی۔ ان سب پر تو بمبئی کا ایک فلمی اداکار سنیل دت ہی بازی لے گیا۔ جس نے دکھاوے کے لئے ہی سہی لیکن اپنا استعفیٰ دے کر اظہار ناراضگی تو کیا۔

بہر حال واقعات سابقہ اور حالات حاضرہ لاحقہ سے یہ بات آفتاب نصف النہار کی طرح آشکارا ہے کہ مسلمانوں کو نت نئے مسائل میں الجھایا جاتا ہے۔ اور انھیں ہر طرح کی مراعات اور کھلی چھوٹ دی جاتی ہے۔ ان کے مظالم پر پردے ڈالے جاتے ہیں بلکہ ان کی پشت پناہی کی جاتی ہے۔ کیا یہ بات کوئی ڈھکی چھپی رہ گئی ہے کہ شرپسند اپنی اکثریت کے نشہ میں نہ کورٹ کے احکام کا احترام کرتے ہیں، نہ گورنمنٹ کے حکم امتناعی کی پرواہ۔ یہ ملک بھر میں ریلیاں نکالیں تو سیکوریٹی کے جوان ان کی نگہبانی کریں۔ یہ جائز زمین پر بنی مسجد کو مسمار کریں تو پولیس کھڑی تماشائی بنی رہے۔ شرپسندوں پر گولی چلانے کا آرڈر ہو تو صاف انکار کر دے۔ اور الٹے شرپسندوں میں شامل ہو لے۔ یہ ہوائی جہاز کا اغوا کریں تو ان کے لیڈر سے ملاقات کے لئے دوسرے جہاز کا انتظام کیا جائے۔ یہ مجمع عام میں مسلمانوں کو ملک چھوڑنے اور بابری مسجد سے ہاتھ دھونے کا زہر اگلیں، خون خرابہ کی دھمکی دیں ریلیوں میں سر عام ترشول، بھالے اور تلواریں چمکاتے پھریں تو رام بھگت اور کار سیوک کہلائیں، اشتعال انگیز مغلظات سے بھرے پمفلٹ تقسیم کریں دیواروں پر جھلسا دینے والے نعرے لکھیں تو وفادار وطن کہلائیں۔ عوام تو عوام فوج کے جوان مسلمانوں کے گھروں میں آگ لگائیں انہیں زندہ جلائیں تو پاگل بتا کر انھیں مرفوع القلم قرار دیا جائے۔ حالات پر قابو پانے کے لئے بھیجا جائے تو وائرلیس پر مسلمانوں کو گالیاں دے کر ان پر گولیاں

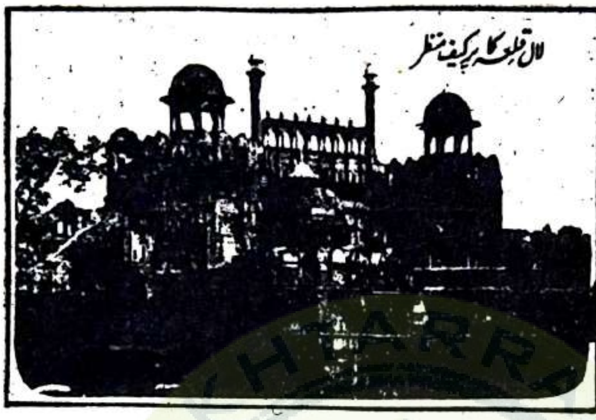
برسانے کا حکم دیا جاتے۔ یہ مسجدوں کی بے حرمتی کریں تو قصوروار بندروں کو ٹھہرایا جاتے۔ مسلمان جان بچانے کی فریاد کریں تو سینے اور سر کو گولیوں کا نشانہ بنایا جاتے۔ مگر جنونی لوگ غیر قانونی غیر ضروری مظاہرہ کریں تو پانی کا چھڑکاؤ یا زیادہ سے زیادہ پاؤں پر ربڑ کی گولیاں استعمال کی جائیں یہ ریلوے اسٹیشنوں، بس اڈوں، کورٹ کچہریوں، عام سڑکوں، محلہ کی گلی کوچوں اور پولیس چوکیوں اور تھانوں میں ہزاروں لاکھوں مندر بنائیں سرکاری عمارتوں، ٹرینوں اور بسوں سب پر "ادم" لکھیں۔ اپنے تہواروں میں مسلمانوں سے چندہ وصولیں۔ ان کے لئے سب جائز ہے۔ مگر مسلمان اپنے ملک میں اپنا آئینی حق مانگیں تو دیش دروہی وغدار وطن کہلائیں۔ کیا یہ جمہوریت کے چہرے پر کلنگ کا ٹیکہ نہیں ہے ؟ کیا مسلمانوں نے اسی برے وقت کے لئے انگریزوں کو بھگایا تھا؟ کیا ان واقعات کی ذمہ داری اور پارٹیوں کے ساتھ ساتھ کانگریس پر عائد نہیں ہوتی ؟ ہوتی ہے اور یقیناً ہوتی ہے اس لئے کہ دشمن کا دوست بھی دشمن ہوتا ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ کانگریس ہی ذمہ دار ہے۔ ؎

نہ اِدھر، اُدھر کی تو بات کر یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا؟
مجھے رہزنوں سے غرض نہیں تری رہبری کا سوال ہے

مگر کانگریس نے کبھی اعتراف جرم نہیں کیا وہ تمام تر ذمہ داریاں ہمیشہ دوسروں کے سر ڈالنے کی عادی رہی ہے۔ کبھی بی جے پی تو کبھی جنتادل اور کچھ نہیں تو پاکستان پر۔ چنانچہ بابری مسجد کے انہدام میں بھی پاکستانی ہاتھ بتاکر عہدہ برآ ہوگئے یا زیادہ سے زیادہ اقبال ہوا تو یہ کہ بی جے پی نے ہمیں دھوکہ دیا اور بس۔ کیا مسٹر نرسمہاراؤ اتنی سی بات کہہ کر بری الذمہ ہو گئے اور قوم انھیں معاف کر دے گی۔ یا ۶/ دسمبر کا سیاہ دن بھلا دیا جاتے گا؟ اور کیا شہیدوں کا خون رائیگاں جاتے گا؟ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ۔ ع

ہے ابتداء ہماری تیری انتہا کے بعد

ظلم سہتے سہتے یہاں کے مسلمان اکتا چکے ہیں۔ اسے ذلت کی زندگی بسر کرتے برسوں ہو چکے۔ وہ اپنی نگاہوں کے سامنے اپنے جگر پاروں کو



لال قلعہ کا پرکیف منظر

تڑپ تڑپ کر دم توڑتے اور ماں بہن کی آبرو لٹتے دیکھ کر اس ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دینے لگے ہیں۔ اب انہیں نہ صرف ذاتی بلکہ اپنا دینی تشخص بھی مٹتا نظر آرہا ہے ___ وہ مسلسل دیکھ رہے ہیں کہ شب و روز ظالم ان کے دین و ایمان پر طرح طرح کے حملے کر رہے ہیں کرتے رہیں گے۔ کبھی ظاہر کبھی پوشیدہ، کبھی کھل کر کبھی خفیہ، کبھی مل کر کبھی علاحدہ ہو کر۔ اب وہ نام نہاد مسلم لیڈران کی مردہ قیادت سے بھی نا امید ہو چکے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ لمبے لمبے وعدے والے مسلم لیڈران بھی ظالموں کے ہاتھوں کی کٹھ پتلی بن چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حالیہ یلغار سے نپٹنے کے لئے وہ اپنے طور پر جو کچھ بھی کر سکتے تھے کر گزرے۔ وہ بے قائد کے ہتھے ہی گورنمنٹ کی توپوں کے سامنے آنے سے نہیں ڈرتے۔ اب سیاسی لیڈران سے منھ پھیر کر اپنے مذہبی رہنماؤں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ ان سے تھوڑی بہت امید رکھتے ہیں اخبار و رسائل اور ذاتی خطوط نیز دار الافتاء میں بھیجے گئے سوالات کے ذریعہ علمائے کرام کو مسلسل حالات کی سنگینی کا احساس دلا رہے ہیں۔ مگر بجز چند علماء کے جو ملک گیر یا بین الاقوامی حیثیت کے مالک نہیں۔ اب تک کسی انٹرنیشنل اور بین الاقوامی یا وسیع حلقۂ ارادت رکھنے والے علماء و مشائخ کی طرف سے جمود و تعطل کے علاوہ کچھ دیکھنے یا سننے کو نہیں ملا۔ ان کی مہر سکوت نہ ٹوٹی۔ سب ایک دوسرے کے سر ذمہ داری ڈال کر نہایت بے فکری کی نیند سو رہے ہیں۔ ع

تری اس نیند پہ بیداری کونین نثار

ایک دفعہ الہ آباد بورڈ کے امتحانات کے لئے امیدواروں کی تصویریں

لازم کر دی گئی تھیں۔ مگر علمائے کرام کے احتجاج پر بورڈ کو اپنا فیصلہ واپس لینا پڑا۔ لیکن حال ہی میں یو۔پی گورنمنٹ نے زمین کے بیعنامے میں خریدار اور بیچنے والے دونوں کی تصویریں لازم کر دی ہیں۔ مگر علماء و مشائخ یا کسی مسلمان لیڈر نے احتجاج کا ایک لفظ نہیں نکالا، نتیجۃً یہ فیصلہ نافذ العمل رہا۔ غرض ـــــ انہیں اس کی قطعًا فکر نہیں کہ ان سے خود ان کے اور عوام کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔ اب بھی وقت ہے کہ علماء اپنی ذمہ داری کو محسوس فرمائیں اور اپنی فکری، سیاسی علمی و عملی صلاحیت کے ساتھ قوم کی سچی رہنمائی فرمائیں۔ وہ سوچیں کہ قوم کو کس طرح جائز طور پر مضبوط و طاقتور بنایا جائے۔ اور تعلیمی و اقتصادی، اخلاقی پسماندگی نیز دفاعی کمزوری کیسے دور کی جائے۔ غرض قوم کو ہر طرح سے بیدار کرنے، اس کی بے حسی دور کرنے۔ مذہبی و دنیوی ضروریات کا خود کفیل بنانے میں محنت و جانفشانی کے ساتھ کام کرنا ہوگا۔

اور قوم کو بھی اپنے اندر انقلاب لانے کی سخت ضرورت ہے۔ آہ! مسلمانوں نے اپنے فرائض چھوڑ دیئے۔ جو مجبوری سے چھوٹے تھے وہ تو چھوٹے ہی تھے، افسوس تو یہ ہے کہ اپنے اختیار سے بھی چھوڑ بیٹھے ہیں کتنے مسلمان ہیں جو نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے، زکوٰۃ نہیں دیتے حج نہیں کرتے۔ داڑھی سنت ہی نہیں شعار دین بھی ہے۔ اسے بھی چھوڑ بیٹھے۔ بابری مسجد کا شہید ہونا یقینًا افسوسناک ہے۔ مگر نماز سے کس نے روکا؟ کاش جانیں نہ گنواتے، دولت نہ لٹواتے بلکہ رجوع الی اللہ کے ساتھ ہر مسلمان نمازی بن جاتا۔ داڑھی رکھا لیتا، ٹوپی لگا کر اپنی تمام مساجد کو آباد کر لیتا۔ یقینًا مسلمانوں کی چاندی تھی۔

آخر میں واشگاف الفاظ میں گورنمنٹ کو بتا دینا ضروری ہے کہ مسجد سے بالعوض یا بلاعوض بے دخل کرنے کا کسی کو کبھی بھی اختیار نہیں اور اگر مسلمان خود بھی اس سے دست بردار ہو جانا چاہیں تو انہیں بھی اس کا کچھ اختیار نہیں کیونکہ بندہ اس کا مالک نہیں حتّٰی کہ خود واقف وبانی کو بھی مسجد کی مسجدیت ختم کرنے یا بدلنے، بیچنے یا نمازیوں کو اس

سے روکنے کا اختیار باقی نہیں رہتا ہے۔ بلکہ وہ ابدالاباد تک مسجد رہے گی اور جو بات ابطال مسجد یا اس کی بے حرمتی پر مبنی ہو اسلام اسے منظور کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ مسلمانوں کا ذاتی معاملہ نہیں یہ قانونِ الٰہی ہے۔ ورنہ یہ قضیہ کب کا حل ہو چکا ہوتا اور مسلمان مزاحمت نہ کرتے۔ لہٰذا چار سال ہو یا چار ہزار سال مسلمان اس سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔ تو ضرورت ہے کہ شواہد کی روشنی میں جلد سے جلد مسئلے کا حل نکال کر مسلمانوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے سرد مہری مسئلہ کا حل نہیں بلکہ حقائق سے صرف نظر کی دلیل ہے۔ جس سے دنیا بھر میں ملک کی بدنامی ہوتی جارہی ہے۔ اس سلسلہ میں اگر گورنمنٹ علماء سے رجوع کرے تو ہر جائز تعاون دیا جاسکتا ہے۔

ع ـــــــ پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

مسلمانوں کو چاہیے کہ جائز اور پُر امن طریقے سے اپنا مطالبہ جاری رکھیں۔ اپنی معاشی حالت بہتر بنائیں جائز دفاعی صلاحیت پیدا کریں، آپسی اتحاد قائم کریں اور فسادات کے موقع پر پولیس فوج جب کسی ایک بھائی کے گھر میں خانہ تلاشی کے لئے جائے تو پڑوس کے سبھی مسلمان ساتھ ہو کر اس کے گھر جائیں۔ صاحب خانہ کو یکا و تنہا نہ چھوڑیں عورتوں کو ہاتھ لگانے نہ دیں، غرض خانہ تلاشی دیں مگر اپنی موجودگی میں تاکہ اہلِ خانہ کسی درندگی کا شکار نہ بن سکیں۔ "

ادارہ

ضیائے قرآن — اہل جنت اور اہل جہنم

اور ہم اس دن جہنم کافروں کے سامنے لائیں گے، وہ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا، اور حق بات سن نہ سکتے تھے، تو کیا کافر یہ سمجھتے ہیں کہ میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی بنا لیں گے، بے شک ہم نے کافروں کی مہمانی کو جہنم تیار کر رکھی ہے۔ تم فرماؤ کیا ہم تمھیں بتا دیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں، ان کے جن کے ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم گئی، اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں، یہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیتیں اور اس کا ملنا نہ مانا، تو ان کا کیا دھرا سب اکارت ہے۔ تو ہم ان کے لئے قیامت کے دن کوئی تول نہ قائم کریں گے — بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے فردوس کے باغ ان کی مہمانی ہے، وہ ہمیشہ ان ہی میں رہیں گے ان سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے۔

(کنز الایمان: پ ۱۶، آیت ۱۰۰ تا ۱۰۷)

ادارہ

بہار حدیث — سخی اور بخیل

حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا اپنی زندگی کے ایام میں ایک درہم صدقہ کرنا مرنے کے وقت سو درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے — فرماتے ہیں! سخی اللہ تعالےٰ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، اور دوزخ سے دور ہے، اور بخیل اللہ تعالےٰ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے۔ اور جاہل سخی خدا کے نزدیک عبادت گزار بخیل سے کہیں بہتر ہے۔

الاستفتاء

جانشین حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت علامہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

(بریلی شریف)

① کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ قاسم نے آج سے قبل ۱۲ سال کے شادی کی تھی جو کسی لکی یا کسی وجہ سے اتنی مدت گزر گئی۔ اب جب ملاقات ہوئی تو اس کے قبل عورت نے یعنی قاسم کی بیوی نے ایک دوسرے شخص سے شادی کرلی جو بغیر طلاق کے ہوئی ہے۔ اب قاسم اس کو چھوڑنا نہیں چاہتا ہے۔ اور جو شخص اس کا شوہر ہے قاسم سے طلاق لینا چاہتا ہے تو اس میں شریعت تینوں کے لئے کیا حکم دیتی ہے۔ اور کیا تینوں کو کرنا چاہئے۔

② کسی بھی حاملہ عورت کے ہاتھ کا کھانا کھانا جائز ہے جب کہ ناجائز حمل قرار پایا ہے صاف صاف دیکھا اور یقین کیا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ ثبوت کی کوئی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اس کے لئے کیا حکم ہے۔؟

③ بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ آگے کو چیز رکھ کر نیاز نہیں کرنا چاہئے صرف کھانے کو کسی فقیر یا مسکین کو دیکر نیاز کرنا چاہئے۔ یعنی جس کی روح کو بخشنا ہو نام لیکر بخش دے۔ جب فقیر یا مسکین کھائے گا تو ثواب اس کھانے کا بخشا جا سکتا ہے ورنہ نہیں، تو نیاز آگے رکھ کر کرنا چاہئے کہ نہیں اس کا کوئی ٹھوس ثبوت دیکر اس کو حل فرمائیں۔

④ کھڑے ہو کر دعا مانگنا یا نیاز کرنا جائز ہے یا ناجائز۔

⑤ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم رحم وکرم کرنے والے ہیں کہ نہیں کسی کا کہنا ہے کہ یہ بات کہنا شرک ہے، رحم وکرم صرف خدا کر سکتا ہے کوئی دوسرا نہیں کیونکہ وہی رحیم وکریم ہے۔

الجواب

① جب کہ یہ عورت مذکورہ قاسم کی منکوحہ ہے اور اس نے اس کو طلاق نہیں دی ہے تو اب اس پر لازم ہے کہ یہ دوسرے مرد سے جدا ہو کر قاسم کے پاس جائے، اگر قاسم اس کو طلاق دیدے تو عدت گزرنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح ہو سکتا ہے۔ قاسم کی منکوحہ ہوتے ہوئے اس نے جو دوسرے مرد سے نکاح کیا تھا۔ وہ صحیح نہ ہوا اور اس

کے ساتھ رہنا گناہ ہوا۔ جس سے مرد عورت دونوں پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) حاملہ عورت کے ہاتھ کا کھانا جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) کھانا آگے رکھ کر نیاز دینا جائز ہے اس کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ یہ بھی شرط نہیں کہ کھانا کوئی فقیر یا مسکین کھائے تو اس کا ثواب مردے تک پہونچے گا۔ بلکہ فقیر و مسکین کو دینے سے پہلے بھی ثواب بخش سکتے ہیں۔ یوں ہی یہ بھی شرط نہیں کہ فقیر و مسکین کو دیا جائے اس لئے کہ یہ صدقہ نفل ہے اور اس میں فقیر کو دینا شرط نہیں۔ بخلاف صدقہ واجبہ کے جیسے زکوٰۃ و صدقہ فطر وغیرہ کے اس کا مستحق فقیر و مسکین ہی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سوال میں مذکورہ باتوں کا مخالفین کے پاس کوئی دلیل شرعی نہیں جو ایسا کہے۔ اس سے دلیل پوچھئے۔ تفصیل کیلئے "الحجۃ الفائحہ" دیکھئے۔ اپنی تشفی کے لئے دلیل بھی سن لیجئے۔ کھانا سامنے رکھ کر نیاز دینے کے سلسلہ میں انوار ساطعہ میں مشکوٰۃ شریف (باب المعجزات) کی دو حدیثیں ذکر کی ہیں ان میں سے ایک ہم ذکر کرتے ہیں اختصار مطلوب ہے لکھتے ہیں کہ۔

از انجملہ حدیث ام سلیم بروایت مسلم و بخاری موجود ہے کہ حضرت کے گرسنگی کا حال معلوم کر کے اس نے چند روٹیاں جو نہی پکا کر دوپٹہ کے پلہ میں باندھیں یہ قصہ طویل ہے آخر یہ کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان روٹیوں کو تڑوایا ملیدہ کی طرح جو کچھ اس کے برتن میں گھی لگا ہوا تھا وہ اس میں ٹپکا دیا۔ پھر حضرت نے الفاظ قسم سے دعا اس پر پڑھے پھر دس دس آدمی کو بلا کر کھلانا شروع کیا۔ اسّی آدمی کو پیٹ بھر بھر کر کھلایا۔ پھر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلیم کے گھر بھر کے آدمیوں کو کھلایا پھر بھی بچ رہا۔ یہ دیکھئے اس میں کھانا سامنے ہے اور اس پر دعا یا جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھنا چاہا اس کا پڑھنا ہے۔ اھ

صدقہ نفل غنی کو دینے کے جواز میں علامہ شامی رد المحتار میں لکھتے ہیں۔

(قولہ وتحرم علیہ الصدقۃ) ای الواجبۃ اما النافلۃ فانما یحرم علیہ سوالہا۔ یعنی آدمی جو مالک نصاب ہو اس پر صدقہ واجبہ حرام ہے لیکن نافلہ (صدقہ نفل) تو وہ اس کو لینا جائز ہے۔ البتہ اس کو سوال کرنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) کھڑے ہو کر دعا مانگنا نیاز دینا جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔



واذکروااللہ قیاما وقعودا وعلیٰ
جنوبکم۔ یعنی اللہ کا ذکر کرو کھڑے
ہوئے بیٹھے ہوئے اور کروٹ سے
لیٹے ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

⑤ بے شک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام
اپنے رب کی عطا سے رحم و کرم فرمانے
والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین
ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت بنا
کر جہانوں کے لئے اور فرماتا ہے۔
لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز
علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین
رؤف رحیم۔" اے لوگو تمہارے پاس
ایسے رسول آئے ہیں جو تم ہی میں سے ہیں۔
جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے جو
تم پر شفیق و مہربان ہیں رحم والے ہیں۔"
مسلمانوں کے لئے جو حضور کو رحیم و کریم کہنا
شرک بتاتے ہیں۔ آیات قرآنی کو جھٹلاتا ہے
اور معاذ اللہ خدا کو شرک کا ملقن ٹھہراتا ہے
واللہ تعالیٰ اعلم ثم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

○

① کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ
میں کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں ایک
مسجد میں فجر کی اذان وقت ختم سحری کے چھ
منٹ بعد ہوتی ہے اور اذان کے دس
منٹ بعد جماعت فجر ہوتی اور نماز کے بعد
امام و مقتدی سو جاتے ہیں۔ یہ عمل رمضان
کے پورے مہینے رہتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ
اتنے اندھیرے میں نماز پڑھنا خلاف ہے۔
لیکن وہاں کے امام کہتے ہیں کہ رمضان
میں ایسا عمل ہر جگہ ہوتا ہے۔ زید نے
اپنے قول کے ثبوت میں بہار شریعت
حصہ سوم کے وہ مسائل دکھاتا ہے۔ جن
میں فجر کو روشن کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہے
اور نماز کے بعد قبل طلوع آفتاب ہو جانا
مکروہ لکھا ہے۔ لیکن امام نے کہا کہ ہم اس
کتاب کو نہیں مانتے بلکہ مولویوں کے عمل
کو مانتے ہیں جو اندھیرے میں نماز پڑھ کر
سو جاتے ہیں تو دریافت طلب یہ امر ہے
کہ رمضان میں اتنے اندھیرے میں نماز
پڑھنا اور نماز پڑھ کر سو جانا مکروہ اور
خلاف سنت ہے یا نہیں۔؟ اور امام کے
بہار شریعت کے ماننے سے انکار کرنے

پر کیا حکم ہے۔؟

(۲) ایک وصیت نامہ مدینہ منورہ کے شیخ احمد کی طرف سے زمانہ دراز سے شائع ہوتا چلا آرہا ہے۔ جس میں حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مسلمانان عالم کو تہدید کی گئی ہے بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ساٹھ ہزار آدمی مرے ان میں سے کوئی مسلمان نہ تھا نیز مسلمانوں کی بداعمالیوں پر بھی متنبہ کیا گیا ہے اور اس وصیت نامہ کی تبلیغ و اشاعت کی طرف مسلمانوں کو بہت زیادہ متوجہ کیا گیا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ " جو اس کی نقل دوسری جگہ بھیجے گا اس کی شفاعت ہوگی جو ایسا نہیں کریگا وہ خدا کی رحمت سے محروم رہے گا۔" اس وصیت نامہ کی کثیر اشاعت ہو رہی ہے۔ میرے پاس بھی اکثر آتے رہتے ہیں مگر میں نے ابھی تک اس میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ لہٰذا مطلع فرمائیں کہ از روئے شرع یہ وصیت نامہ درست ہوسکتا ہے یا نہیں اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں حصہ لیا جائے یا نہیں۔؟

(۳) کل طویل احمق الا عمر۔

عبارت مذکورہ حدیث ہے یا نہیں۔؟ اگر حدیث ہے تو عبارت صحیح ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ عربی مقولہ ہے لہٰذا مطلع فرمایا جائے۔

الجواب

(۱) اگر فجر کی اذان ایام رمضان میں وقت سحری ختم ہونے کے چھ منٹ بعد دی جائے تو حرج نہیں کہ وقت سحری ختم ہوتے ہی صبح صادق شروع ہوجاتی ہے، یوں ہی اذان کے دس منٹ بعد نماز پڑھنا جیسا کہ سوال میں ذکر ہوا صحیح ہے یعنی نماز ادا ہو جائے گی مگر ایسا کرنا خلاف اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ مستحب یہ ہے کہ فجر میں اتنی تاخیر کرے کہ زمین روشن ہو جائے لیکن اتنے وقت میں پڑھے کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے اور اگر نماز فاسد ہو جائے تو از سر نو مذکورہ طریقہ پر طہارت کے ساتھ پڑھ سکے۔ اتنی تاخیر کہ طلوع آفتاب کا شک ہو، مکروہ ہے۔ کبیری میں فرماتا ہے ثم استحباب الاسفار عام عندنا فی الازمنۃ کلہا الا فی صلوٰۃ الفجر یوم النحر بمزدلفۃ۔ یعنی ہمارے نزدیک نماز صبح کو روشنی میں پڑھے استحباب ہر زمانے میں عام ہے سوائے نماز فجر کے جو قربانی کے دن مزدلفہ میں ادا کی جائے (کہ اس کو بہت اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے) سوال میں نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے سونا مکروہ ذکر کیا ہے ہم نے

بہارِ شریعت جلد سوم دیکھی لیکن یہ مسئلہ ہم کو نہ ملا۔ آپ سے استدعا ہے کہ آپ بہارِ شریعت کا صفحہ مع سطر نمبر لکھ کر بھیجیں تاکہ حکم نکالنا آسان ہو۔ امام کا بہارِ شریعت کو یہ کہنا کہ میں اسے نہیں مانتا محض نفسانیت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ وصیت نامہ محض خرافات ہے اس میں جو حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-

ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک
ساٹھ ہزار آدمی مرے جن میں
کوئی مسلمان نہ تھا اور یہ کہ حضور
اس کی شفاعت فرمائیں گے۔
جو اس وصیت نامہ کی اشاعت کریگا

محض افترا ہے اس کی اشاعت میں حصہ لینا خرافات پھیلانے کے مرادف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مذکورہ عبارت یوں پڑھئے تو صحیح ہے كُلُّ طَوِيلٍ أَحْمَقُ إِلَّا عُمَرُ۔ یہ حدیث میری نظر سے نہیں گزری جو اس کو حدیث بتائے اس سے ثبوت لیجئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

○

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ درمیان خطبہ میں اردو اشعار یا زبانی اردو میں دنیا کی مثال دیکر وعظ کہنا از روئے شرع محمود ہے یا نہیں۔؟ نیز خطبہ پڑھتے وقت پیروں کو حرکت دینا کیسا ہے۔؟ تحریر فرمائیں۔

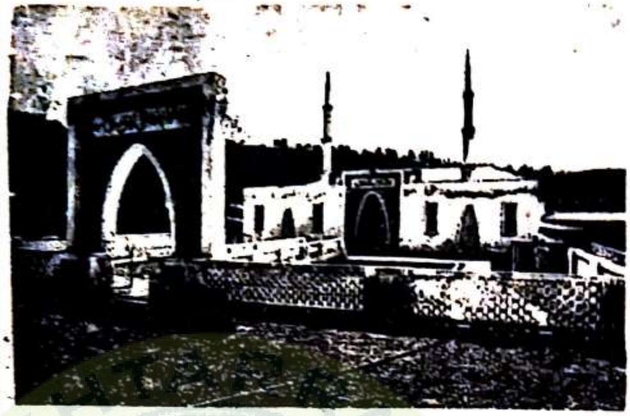
(۲) امام کے سر میں عمامہ نہ رہے اور مقتدی کے سر میں رہے ایسی صورت میں مقتدی اور امام کی نماز میں کوئی خلل تو نہیں ہوگا۔ دلائل سے بیان فرمایا جائے۔

الجواب

(۱) خطبہ کے درمیان اردو فارسی اشعار یا غیر زبان عربی خلط کرنا خلاف سنت متوارثہ ہے مکروہ تنزیہی ہے فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۴۸۶ میں فرمایا ہے۔

یوں ہی زبان عجمی کا داخل خطبہ
کرنا مناسب نہیں کہ زمانہ صحابہ
وتابعین وائمہ دین سے خطبہ
خاص زبان عربی میں ہونا متوارث
ہے۔ کما ذکرہ الشاہ ولی
اللہ الدہلوی فی شرح المؤطا

دیکھئے جب عبارت مذکورہ کے بموجب زبان عجمی کا خلط خطبہ میں کرنا خلاف سنت متوارثہ ہوا تو اب اردو فارسی اشعار کو خطبہ میں خلط کرنے کا حکم آپ کو معلوم ہو گیا کہ ایسا کرنا خلاف سنت متوارثہ ہے ہاں اگر چند شعر عربی کے از قبیل پند ونصائح کے پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔



شاہجہان مسجد ٹھٹھہ (سندھ، پاکستان)

عمامہ مستحبات میں سے ہے۔ غنیۃ المصلی میں ہے۔ والمستحب ان یصلی فی ثلثۃ اثواب ازار وقمیص وعمامۃ یعنی مستحب یہ ہے کہ تین کپڑوں میں پڑھے۔ ازار قمیص عمامہ اور مستحب کے ترک سے خلل تو درکنار کراہت بھی لازم نہیں آتی۔ فتاویٰ رضویہ میں درمختار کا یہ قول ذکر کیا۔ لھا اٰداب ترکہ لا یوجب اساءۃ ولا عتابا بالترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل۔ یعنی نماز کے لئے کچھ مستحبات ہیں جن کا ترک نہ موجب اسائت نہ عتاب کا مقتضی جیسے سنت زوائد کا ترک لیکن ان کا کرنا افضل ہے

واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں غفرلہٗ

چنانچہ ایسا کرنا حضرت عمر سے ثابت ہے ایک روایت میں ہے کہ جب آپ خلیفہ ہوئے منبر پر تشریف لے گئے لوگوں کو اپنے سے نیچا دیکھ کر حمد الٰہی بجالائے پھر پہلا کلام جو آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوا وہ یہ اشعار تھے۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ اور پر نرمی کر سب کاموں کے اندازے اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہیں جو مقدر میں نہیں ہے وہ تیرے پاس آنے کا نہیں اور جو مقدر میں ہے وہ تجھ سے کمی کرنے کا نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد سوم ص ۴۵۸ ملخصاً درمیان خطبہ پیروں کو حرکت دینا ممانعت نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مقتدی کے سر پر عمامہ ہو اور امام کے سر پہ نہ ہو۔ صورت مسئولہ میں دونوں کی نماز میں کوئی خلل نہیں۔ اس لئے کہ

کچھ اپنی - کچھ اُن کی

۵

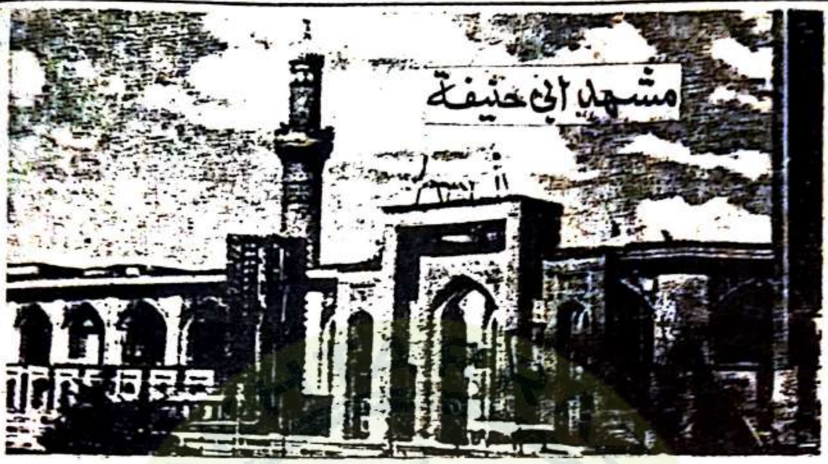
حقیقت احمدی

ڈاکٹر سیّد عبداللہ طارق، رامپوری

وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ
موضوع کی یکسانیت سے قارئین ہوسکتا ہے اکتا گئے ہوں۔ لیکن حقیقت احمدی کا مضمون اتنا طویل ہے کہ ایک ضخیم کتاب ہی اس کی متحمل ہوسکتی ہے۔

تنوع انسان کی فطرت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کیساتھ جو مومنین کی جماعت تھی وہ منّ وسلویٰ جیسی نعمتوں سے اکتا کر لہسن اور پیاز کے چٹخارے طلب کر بیٹھی تھی۔ اُنہیں کیا الزام دوں انہوں نے تو بہت دن صبر کیا۔ خود اپنے اوپر غور کرتا ہوں کہ اگر تین وقت لگاتار مرغِ مسلّم کی ضیافت نصیب ہو تو چوتھے وقت پالک کا ساگ مانگ بیٹھوں گا۔ تبدیلی پسند کرنے میں کچھ حرج نہیں۔ پالک کی بھجیا بھی اللہ کی نعمت ہے لیکن اپنے لئے بھی اور آپ کے لئے بھی دعا کرتا ہوں کہ ہم بنی اسرائیل کی طرح ناشکر گزار نہ بنیں جنہیں تمام جہانوں پر فضیلت عطا ہوئی تھی اور انہوں نے اس کا پاس نہ کیا۔ اب ہم خیرِ امّت ہیں۔ رب العالمین ہمیں اس کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے ــــ آمین

ہاں تو اِس مہینے ایک بار پھر منّ و سلویٰ پر صبر کریں۔ انشاءاللہ اگلے ماہ ذائقہ تبدیل ہوگا۔ یعنی اس مرتبہ مختصراً قرآن وسنت سے حقیقت احمدی کے کچھ مزید ثبوت اور ساتھ ہی حسبِ سابق ہندوؤں اور عیسائیوں کے



توہمات میں چھپے ہوئے کچھ اور جواہر پارے ہدیۂ قارئین ہیں۔

کتاب و سنت کے براہ راست ثبوت

ارشاد ربانی ہے کہ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ..... (اور بے شک ہم نے تمہاری تخلیق کی پھر تمہاری صورتیں بنائیں ....) آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری اصل تخلیق ہمیں جسم عطا ہونے سے پہلے ہوئی تھی یعنی بدن ملنے سے پہلے عالم ارواح میں ہماری روحیں پیدا کی جا چکی تھیں۔ کیا عالم ارواح میں بھی نبوت تھی؟ بیشک تھی۔ لیکن وہاں چونکہ تمام ارواح ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ اکٹھا تھیں اس لئے بہت سے رسولوں کی ضرورت نہ تھی۔ اور چونکہ ارواح کے لئے کوئی روح ہی نبوت کر سکتی ہے اس لئے وہاں تمام روحوں کی طرف رسول بھی روحِ اول۔ حضرت احمد مجتبیٰ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مقدس روح۔ حدیث میں ثبوت دیکھ لیجئے۔

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نبوت کے لئے آپ کس وقت نامزد ہوتے۔؟ آپ نے فرمایا" اس وقت جب کہ آدم علیہ السّلام روح اور بدن کے درمیان تھے۔" (ترمذی)

● حضرت الصبحی سے بھی تقریباً اسی مضمون کی حدیث روایت ہوئی ہے جسے امام احمد نے نقل کیا ہے۔

بعض دانشوران فرماتے ہیں کہ ان روایات سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش (جسمانی) سے پہلے بھی حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم عالمِ ارواح میں نبی تھے۔ ان کے خیال میں یہ احادیث تو صرف اتنی اطلاع دے رہی ہیں کہ حضور کی نبوت اللہ تعالے کے علم میں آدم علیہ السّلام کی پیدائش سے قبل ہی طے ہوچکی تھی۔

اس اعتراض کو میں بچکانہ کہوں یا معصومانہ یا پھر تجاہل عارفانہ! وہ یہ نہیں سوچتے کہ اللہ تعالے کے علم میں تو حضرت آدم علیہ السّلام اور تمام انبیاء علیہم السّلام کی نبوتیں ان کی پیدائش سے قبل طے تھیں۔ حضرت آدم علیہ السّلام کے جسم میں روح ڈالنے سے قبل ہی نہیں بلکہ تمام روحوں کی پیدائش سے پہلے سبھی انبیاء کی نبوتیں اللہ تعالے کے علم میں تھیں۔ حضرت ابوہریرہ کے جواب میں حضور صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے یہ کیوں نہ فرمایا کہ "تمام ارواح کی پیدائش سے قبل انبیاء کی نبوتیں طے ہوچکی تھیں۔" لیکن نہیں۔ آپ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اس وقت جب کہ آدم علیہ السّلام ابھی روح اور بدن کے درمیان تھے۔" مطلب بالکل واضح ہے کہ آپ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السّلام کی روح تو موجود تھی لیکن روح کا رشتہ بدن سے نہ جڑا تھا۔

یہاں ایک قصہ سُن لیجئے۔

جب پہلے انسان کے چاند پر پہونچنے کی خبر آئی تو ایک صاحب بھاگے بھاگے اپنی دادی کے پاس پہونچے۔ "دادی امریکہ سے خبر آئی ہے کہ اپالو چاند پر اتر گیا" دادی بولیں "یہ مشرکین اپلے جلاکر یہی سمجھتے ہیں کہ چندا ماد یوتا اتر آیا۔" وہ صاحب کہنے لگے "نہیں دادی! اُپلے نہیں اپالو۔ اپالو اس راکٹ کا نام ہے جو امریکہ نے چاند پر بھیجا تھا۔ اور چاند نہیں اترا بلکہ چاند پر انسان اتر گئے۔" دادی نے ایسی جہالت کی باتوں پر ایک "ہونہہ" کی اور بات ختم کرتے ہوئے فرمایا "اس خبر کے راوی ضعیف ہوں گے۔"

جب دانش وران روایات کے ضعیف ہونے کا فیصلہ صادر فرمادیں تو ہم بھی بات آگے نہیں بڑھاتے۔ ہمارے لئے اتنا کافی ہے کہ ترمذی نے مذکورہ حدیث کو حسن بتایا ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اسے درج کیا ہے۔

ثبوت در ثبوت

حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش سے قبل ربّ العالمین نے فرشتوں سے فرمایا "اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً" (میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں) تمام علماء مفسرین کا اجماع ہے کہ اس فرمان کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت زمین سے شروع ہوئی تھی۔ جنت میں پیدائش کے بعد بھی حضرت آدم علیہ السّلام کی نبوت جاری نہیں ہوئی تھی۔ پھر باری تعالےٰ نے ان کے جسم میں روح ڈالنے کے بعد انہیں تمام اشیاء کے ناموں کا علم دیا۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا (اور اللہ تعالےٰ نے آدم علیہ السّلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے)۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ علم حضرت آدم علیہ السّلام کو اللہ تعالےٰ نے براہ راست دیا تھا؟ ایسی صورت میں یہ وحی ہوئی اور آدم علیہ السّلام جنت ہی میں نبی ہوتے حالانکہ وہ وہاں نبی نہ تھے۔ پھر کیا کسی ایسی روح کی معرفت حضرت آدم علیہ السّلام کو الاسماء کلّھا (تمام اشیاء کے ناموں) کا علم ملا جس کی نبوت وہاں جاری تھی؟ اس کا واضح جواب ہمیں مندرجہ ذیل روایت سے ملتا ہے۔

● دیلمی نے ابو رافع سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مجھے میری امت مٹی اور پانی (یعنی جسم اور روح) میں دکھائی گئی اور مجھے الاسماء کلّھا کا علم دیا گیا جو آدم علیہ السّلام کو دیا گیا۔"
(تفسیر فتح القدیر۔ جلد اول۔ ص ۵۲)

معلوم ہوا کہ حضور کی روحِ اقدس کو یہ علم اس وقت عطا کیا جا چکا تھا جب ارواح جسموں سے جدا تھیں اور جب حضرت آدم علیہ السّلام بھی مٹی اور پانی یعنی روح اور بدن کے درمیان تھے۔

معاملہ کتنا واضح ہو گیا۔ صرف دو شخصیتوں کو یہ علم عطا کیا گیا تھا۔ ان میں سے حضرت آدم علیہ السّلام اس وقت نبی نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ روحِ احمد (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کی معرفت یہ علم حضرت آدم علیہ السّلام کو دیا گیا تھا۔

یہ روحِ احمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آسمانی دنیا میں رسول ہونے کی عقلی دلیل ہے۔

ھندو مذہبی کتب کی تائید

پچھلی قسط میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ہندو مذہبی کتابوں میں لفظ "اگنی" دراصل



جامع مسجد شیخ قریشیان ہانسی ضلع حصار

"اُگرنی" کا بگڑا ہوا تلفظ ہے جس کے معنی ہیں 'سب سے اول'، یہ ایک صفاتی نام ہے جو خدا کے لیے بھی استعمال ہوا ہے اور تخلیق اول یا روح اول یا روح احمد (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کے لئے بھی۔
اب آگے بڑھنے سے پہلے تین ایسے الفاظ کی حقیقت بھی جان لیجئے جن کے مفہوم کو پنڈتوں نے مسخ کر دیا۔ اِندر، پرجاپتی اور مَنوُ۔
ان میں سے اِندر اور پرجاپتی اگنی یا روح اول کے صفاتی نام تھے جنہیں پنڈتوں نے اگنی کی طرح دیوتا مشہور کر دیا۔ وید میں لکھا ہے ــــ
"اے اگنی تم ہی اِندر ہو"
(رگ وید۔ ۲: ۱: ۳)
اور ویدوں میں مشہور ترین مفسر ساین آچاریہ نے اپنی تفسیر میں بتایا کہ۔
"اِندر کے معنی ہیں دنیا کا بوجھ اٹھانے والا یعنی پرجاپتی۔"
اب مَنو کے بارے میں مختصراً سمجھ لیں۔ وید دھرم میں ۱۴ شخصیات کو مَنو نام سے منسوب کیا گیا ہے۔۔ ان میں سے آدمنو (आदि मनु) یعنی "سب سے پہلے منو" کا بیان بالکل حضرت آدم علیہ السّلام کی طرح ہے۔ لکھا ہے کہ سب سے پہلے منو کے بائیں حصے سے شت رُوپا (سینکڑوں روپوں والی یعنی سینکڑوں زندوں کی ماں یعنی حوّا) پیدا ہوئی پھر ان دونوں سے تمام نسل انسانی چلی۔ منو سے ہی لفظ مَنُش (मनुष्य) بنا جیسے آدم سے آدمی۔
اِن تین الفاظ کی اصل حقیقت جان لینے کے بعد اب مندرجہ ذیل عبارات کا لطف لیجئے۔
"یہ علم خالق نے پرجاپتی (روح اول) کو عطا کیا اور پرجاپتی نے منو (آدم) کو سکھایا۔ اور منو نے تمام انسانوں کو تعلیم دی۔" (چھاندوگیہ اُپنشد۔ ۱۵: ۱)

یہ کس علم کی بات ہو رہی ہے؟ سمجھے آپ؟ الاسماء کلہا کے علم کی۔ موجودہ توریت میں تو صرف اتنا مذکور ہے کہ تمام ناموں کا علم حضرت آدم علیہ السّلام کو دیا گیا تھا (توریت کتاب پیدائش۔ ۲: ۱۹، ۲۰) لیکن وید میں لکھا ہے کہ
नाम धेयं दधाना: (تمام ناموں کا علم روح اول کو عطا کیا گیا تھا
(رگ وید۔ ۱۰:۷۱:۱)

اور وید میں اِندر کے بارے میں اشارہ موجود ہے کہ اِندر (یعنی روح اول) کس شخصیت کی روح تھی۔
"جس نے چالیس سال کی عمر میں شیطان پر فتح پائی وہی اِندر ہے۔"
(رگ وید۔ ۱: ۱۲: ۱۱)

انجیلوں کا تمثیلی انداز

آج جو کتابیں اناجیل کے نام سے مشہور ہیں ان میں جگہ جگہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے متعلق یہ منقول ہے کہ کچھ باتیں ایسی ہیں جنہیں صاف صاف واضح الفاظ میں بیان کرنے کی اجازت نہیں تھی اس لئے وہ تمثیلی زبان میں بات کرتے تھے مثلاً مرقس کی انجیل میں لکھا ہے
"اور وہ (مسیح) ان (عوام) کو اس قسم کی بہت سی تمثیلیں دے دے کر انکی سمجھ کے موافق کلام سناتا تھا لیکن خلوت میں اپنے خاص شاگردوں سے سب باتوں کے معنی بیان کرتا تھا۔"
(انجیل مرقس۔ ۴: ۳۳، ۳۴)

اسی تمثیلی یا متشابہاتی زبان میں حضرت عیسٰی علیہ السّلام روحِ احمد (صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کو "آسمانی باپ" کہتے تھے۔ حقیقتِ احمدی کے موضوع کو نہ جاننے کے باعث لوگوں کو یہ دھوکا ہوا وہ (نعوذ باللہ) خدا کو باپ کہتے تھے۔ عیسائیوں کے اس کفریہ عقیدے کی قرآن نے جگہ جگہ پُرزور تردید کی ہے۔

چونکہ تمام ارواح کی پیدائش روح اول کے وسیلے سے ہوئی اس لئے روح اول تمام ارواح کی باپ قرار پائی۔ حضور اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے بھی فہم رکھنے والوں کو یہ بات متشابہاتی انداز ہی میں سمجھائی تھی۔ اور یہ اشارہ فرمانے کے ساتھ کہ تمام انبیاء کی روحیں ایک ہی روح سے پیدا ہوئی ہیں، یہ صراحت بھی فرمائی تھی کہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے روحِ اول کا خصوصی قرب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہٗ سے مروی مندرجہ ذیل حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

باقی صفحہ ۱۰۱ پر

میلاد شریف کی شرعی حیثیت

مولانا جلال الدین سیوطی قدس سرہ

سوال یہ ہے کہ ماہ ربیع الاول میں حضور نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف منانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟ کیا یہ شرعی نکتہ نظر سے محمود ہے یا مذموم ہے ؟ اور کیا ان کا انعقاد و اہتمام کرنے والے کو ثواب ملے گا یا نہیں ؟

میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ میلاد شریف دراصل ایک ایسی تقریب مسرت ہوتی ہے جس میں لوگ جمع ہو کر بقدر سہولت قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں' اور حضور نبی اکرم فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سراپا نور کے سلسلے میں جو خوشخبریاں احادیث و آثار میں آئی ہیں ' اور جو خوارق عادات اور نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں ' انہیں بیان کرتے ہیں پھر شرکائے محفل کے آگے دسترخوان بچھایا جاتا ہے ۔ وہ حسب طلب اور بقدر کفایت ماحضر تناول کرتے ہیں ' اور دعائے خیر کر کے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں ۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں منعقد کی جانے والی یہ تقریب عید ' بدعت حسنہ ہے ' جس کا اہتمام کرنے والے کو ثواب ملے گا ' اس لیے کی اس میں حضور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ' شان اور آپ کی ولادت باسعادت پر فرحت و انبساط کا اظہار پایا جاتا ہے ۔

میلاد شریف کی تاریخ

میلاد شریف کو مروجہ اہتمام کے ساتھ منعقد کرنے کی ابتداء اربل کے حکمران سلطان مظفر نے کی جس کا پورا نام ابو سعید کو کبری بن زین الدین علی بن بکتگین ہے ۔ اس کا شمار عظیم المرتبت سلاطین اور فیاض امراء میں ہوتا ہے اس نے کئی اور نیک کارنامے بھی سرانجام دیئے ' اور یادگاریں قائم کیں ۔ کوہ تاسیون کے دامن مین جامع مظفری تعمیر کرائی ۔ ابن کثیر اس کے بارے میں لکھتے ہیں :

"سلطان مظفر ربیع الاول کے مہینے میں میلاد شریف کا نہایت شان و شوکت اور تزک و احتشام سے اہتمام کرتا تھا' اور اس سلسلے میں ایک عظیم الشان جشن منعقد کرتا۔ وہ ایک ذکی القلب' دلیر' زیرک' عالم اور عادل حکمران تھا۔ اللہ اس پر رحمت کرے' اور معزز مقام و مرتبہ سے نوازے۔ شیخ ابو خطاب بن وحیہ نے اس کے لیے میلاد شریف کے موضوع پر ایک کتاب بھی لکھی' جس کا نام انہوں نے "التنویر فی المولد البشیر النذیر" رکھا۔ جس پر سلطان نے انہیں ایک ہزار دینار انعام دیا۔ وہ تادم مرگ حکمران رہا اس کی وفات ۶۳۰ھ میں شہر عکا میں ہوئی۔ اس وقت اس نے فرنگیوں کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ مختصر یہ کہ انتہائی نیک سیرت اور پاک طینت آدمی تھا۔

سبط ابن الجوزی نے مراۃ الزمان میں لکھا ہے: کہ سلطان مظفر کے ہاں میلاد شریف میں شریک ہونے والے ایک شخص نے بیان کیا کہ اس نے خود شمار کیا کہ شاہی دسترخوان میں پانچ سوختہ بکریاں' دس ہزار مرغیاں' ایک لاکھ آبخورے' اور تیس ہزار ٹوکرے شیریں پھلوں سے لدے پڑے تھے۔ مزید لکھتے ہیں کہ میلاد شریف کی تقریب پر' سلطان کے ہاں بڑے بڑے جید علماء اور جلیل القدر صوفیہ آتے' جنہیں وہ خلعت و اکرام شاہی سے نوازتا تھا صوفیہ کے لیے ظہر سے لے کر فجر تک محفل سماع ہوتی' جس مین وہ بنفس نفیس شریک ہوتا' اور صوفیہ کے ساتھ مل کر وجد کرتا تھا۔ ہر سال میلاد شریف پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا' باہر سے آنیوالوں کے لیے اس نے ایک مہمان خانہ مخصوص کر رکھا تھا۔ جس میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ بلالحاظ مرتبہ' مختلف اطراف و اکناف سے آکر ٹھہرا کرتے اس مہمان خانہ پر ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ اٹھتا تھا۔ اسی طرح ہر سال دو لاکھ دینار فدیہ دے کر فرنگیوں سے اپنے مسلمان قیدی رہا کراتا اور حرمین کی نگہداشت اور حجاز مقدس کے راستے میں (حجاج کرام کے لیے) پانی مہیا کرنے کے لیے تین ہزار دینار سالانہ خرچ کیا کرتا تھا۔ یہ ان صدقات و خیرات کے علاوہ ہے جو پوشیدہ طور پر کیے جاتے۔ اس کی بیوی ربیعہ خاتون بنت ایوب جو سلطان ناصر صلاح الدین کی ہمشیرہ تھی' بیان کرتی ہے کہ اس کی قمیض موٹے

کرباس (کھدر کی قسم کے کپڑے) کی ہوتی تھی۔ جو پانچ درہم سے زیادہ لاگت کی نہیں ہوتی تھی۔ کہتیں ہیں کہ ایک بار میں نے اس سلسلے میں انہیں روکا تو انہوں نے کہا کہ میرے لیے پانچ درہم کا کپڑا پہن کر باقی صدقہ و خیرات کر دینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں قیمتی کپڑے پہنا کروں اور کسی فقیر اور مسکین کو خیرباد کہہ دوں۔

میلاد شریف کے موضوع پر سب سے پہلی کتاب

ابن خلکان نے حافظ ابو الخطاب ابن دحیہ کے حالات زندگی میں لکھا ہے:

"وہ جید علماء اور مشاہیر فضلاء سے تھے۔ مغرب سے شام و عراق آئے۔ راستے میں ۶۵۴ھ میں اربل کے علاقہ سے گزرے۔ اس کے حکمران ملک معظم مظفر الدین بن زین الدین کو دیکھا کہ وہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا اہتمام کرتا ہے تو اس کے لیے کتاب (التنویر فی المولد البشیر النذیر) لکھی اور خود اسے پڑھ کر سنائی ہم نے اس کتاب کو سلطان کے ہاں ۶۲۵ھ میں چھ نشستوں میں سنا ہے"

انکار میلاد پر فاکہانی کا رسالہ

شیخ تاج الدین عمر بن علی لخمی اسکندری، جو فاکہانی کی نسبت سے مشہور ہیں۔ نے دعویٰ کیا ہے کہ میلاد شریف بدعت مذمومہ ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں ایک مضمون لکھا ہے جس کا عنوان ہے (المورد فی الکلام علی المولد) ذیل میں اسے پورے کا پورا نقل کرتا ہوں، اور پھر حرف بحرف کلام کروں گا۔

کہا شیخ نے، اللہ ان پر رحم کرے:۔ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہدایت دی، اور دین کے ارکان اور ضروری اصولوں پر قائم رہنے کی توفیق بخشی اور سلف صالحین کے آثار اور طریقہ کی پیروی کو ہمارے لیے آسان بنایا۔ حتیٰ کہ ہمارے دل علم شرع کے انوار اور حق مبین کے دلائل قطعیہ سے ہو گئے، اور ہمارے باطن کو دین میں پیدا ہونے والی نئی نئی بدعتوں اور محدثات کی گندگی اور

آلودگی سے پاک رکھا۔ میں اس کا حمد و شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے انوار یقین سے ہمیں منور فرمایا اور حبل متین کو مضبوطی سے پکڑے رکھنے کی ہمت بخشی اور یہ اسی کا احسان و کرم ہے' اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ وہ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں' اولین و آخرین کے سردار ہیں' اللہ ان پر' ان کے آل و اصحاب اور ازواج مطہرات پر جو مومنوں کی مائیں ہیں۔ قیامت کے دن تک درود سلام نازل فرمائے۔

امابعد :- سائلین کی ایک جماعت نے بتکرار یہ سوال کیا کہ ماہ ربیع الاول میں بعض لوگ جو اجتماع کرتے ہیں اور اسے مولود کا نام دیتے ہیں کیا شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے؟ یا یہ دین میں ایک نئی اختراع اور بدعت ہے۔

"میں کہتا ہوں اور اللہ ہی توفیق عنایت فرمانے والا ہے کہ مجھے کتاب و سنت میں میلاد شریف کی کسی اصل کا علم نہیں ہوسکا' اور نہ ہی علماء امت سے جو دین کے قائد اور متقدمین کے آثار پر قائم ہیں' اس کا علم منقول ہوا ہے بلکہ یہ سراسر بدعت ہے' جسے فضول اور بے ہودہ لوگوں نے ایجاد کیا ہے اور یہ ان بندگان شکم کی شہوت نفس کی پیداوار ہے جو کھانے پینے کے بہانے ڈھونڈتے رہتے ہیں"

"دلیل اس کی یہ ہے کہ جب ہم اس پر شریعت کے احکام خمسہ وارد کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ یاتو واجب ہوگی یا مندوب یا مباح یا مکروہ یا حرام' اور اس پر سبھی کا اجماع ہے کہ یہ واجب نہیں ہے' نہ ہی یہ مندوب ہو سکتی ہے اس لیے کہ مندوب وہ امر ہوتا ہے جس کا شریعت نے مطالبہ تو کیا ہو لیکن نہ کرنے والے کی مذمت بھی نہ کی ہو (یعنی اس کے نہ کرنے پر کوئی ماخذہ نہ ہو) میلاد شریف ایک ایسا کام ہے جس کا شریعت نے حکم نہیں دیا' اور نہ ہی صحابہ اور تابعین نے اسے کیا ہے' اور نہ ہی متقدین علماء نے' جن کا مجھے علم ہے' اور اللہ تعالی کے دربار میں اگر مجھ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو میرا یہی جواب ہو گا۔ اس لیے کہ اس پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ دین میں کوئی بدعت مباح نہیں ہو سکتی۔ اب دو ہی صورتیں باقی

رہ گئیں کہ یا تو یہ مکروہ ہوگی یا حرام۔ ذیل میں انہی کے بارے میں الگ الگ گفتگو ہوگی اور دونوں حالتوں میں جو فرق ہے' اسے بیان کیا جائے گا۔"

"ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ذاتی مال سے میلاد شریف کا اہتمام کرے۔ اپنی اہل و عیال اور دوست احباب کو دعوت دے' وہ اس میں شریک ہو کر کھانا کھائیں' اور کوئی خلاف شرع کام نہ کریں۔ اسی کو ہم بدعت مکروہ اور شناعہ کہتے ہیں۔ اس لیے کہ متقدمین پیشوایان دین 'یعنی فقہا اسلام اور علماء انام جو کہ ہر دور اور جگہ کے لیے چراغ ہدایت اور زینت عالم ہیں' میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا"

"دوسری صورت میں گناہ کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ نمود و نمائش اور داد و دہش کے مظاہرے میں حصہ لینے والوں کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے؛ اور ان میں دریوزہ گری اور محرومی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ جب کوئی چیز ملتی ہے تو نفس اسے کوستا اور دل ملامت کرتا ہے' اور یوں غم و افسوس میں مبتلا ہو کر وہ رنجیدہ و کبیدہ خاطر ہو جاتا ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ حیاو شرم کے ساتھ مال لینا (جس سے عزت نفس کے مجروح ہونے کا احساس ہو) تلوار کے ساتھ مال لینے کے برابر ہے۔ خاص کر جب اس محفل میں بھرے پٹیوں کے ساتھ' ڈھول ڈھمکے اور باجے گاجے ایسے آلات موسیقی کے ذریعے راگ و سرور بھی مل جائے' مردوں' نو عمر لڑکوں اور بے پردہ عورتوں کے ساتھ اجتماع کی بھی صورت ہو' جنہوں نے بناؤ سنگار کر رکھا ہو اور وہ باہم مخلوط ہوں یا اوپر سے محفل کا تماشا کر رہی ہوں۔ اس کے ساتھ رقص' کبھی کمر کو جھکا کر اور کبھی بازوؤں اور رخوں کو ادھر ادھر موڑ کر ہو رہا ہو اور یوں لہو و لعب اور روز آخرت کی فراموشی کا عالم ہو۔ عورتوں کی الگ محافل بھی کچھ کم فتنہ انگیز نہیں ہوتیں' جہاں وہ اپنی آوازیں بلند کرتی ہیں اور مزے لے لے کر گاتی ہیں۔ ذکر تلاوت کے وقت حد شرع سے تجاوز کرتی ہیں' بلکہ عام حد سے بھی آگے نکل جاتی ہیں' یعنی خواہ مخواہ چیخ چیخ کر آوازیں نکالتی ہیں' اور یوں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے سراسر غفلت ثبوت دیتی ہیں:

ان ربک لبالمرصاد "بے شک تیرا رب گھات میں ہے"

"ایسی محفل کے حرام ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا اور کوئی مہذب اور دین دار آدمی اس کو بہ نظر استحسان نہیں دیکھ سکتا، جن کے دل مر چکے ہوں اور جو ابھی گناہ و معصیت سے آزاد نہیں ہو سکتے، وہی اس میں لذت پاتے ہیں اور ستم ظریفی یہ کہ وہ اس کو عبادت بھی کہتے ہیں اور ممنوع اور حرام خیال نہیں کرتے (اناللہ و انا الیہ راجعون)

بدا الاسلام غریبا و سیعود کما بداء

"اسلام غریب ہی شروع ہوا اور عنقریب اس کی پہلی حالت لوٹ آئے گی۔"

ہمارے شیخ قشمیری نے اس معاملے میں جس کو ہم نے جائز بنا رکھا ہے کیا خوب کہا ہے:

قد عرف المنکر و استنکر المعروف فی ایامنا الصعبتہ

"ہمارے پر آشوب دور میں منکر معروف اور معروف منکر ہو گیا ہے"

و صار اهل العلم فی وهده — و صار اهل الجهل فی رتبته

اہل علم پست اور بے قدر — اور جاہل بلند مرتبہ ہو گئے ہیں

حادو اعن الحق فما للذی — سار و ابہ فیما مضی نسبتہ

حق سے دور ہو گئے ہیں ان کے طریقے کو، طریق سلف سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی

فقلت للابرار اهل التقی — و الدین لما اشتدت الکربتہ

کرب میں نے ابرار (نیک لوگوں سے) جو اصحاب تقویٰ اور اہل دین کہا

لا تنکرو احوالکم قراتت — لو بتکم فی زمن الغربتہ

اپنے حال سے پریشان نہ ہو کہ تمہاری بازی زمانہ غربت میں آئی ہے

امام ابو عمر بن العلاء نے کیا خوب فرمایا:

لا یزال الناس بخیر — ما تعجب من العجب

"لوگ ہمیشہ نیکی پر رہیں گے (یعنی نیکی کا وجود دنیا سے کبھی ختم نہ ہو گا) اس عجیب دور سے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے"

مزید براں ربیع الاول صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا ہی نہیں

کیا ہو۔ اس سلسلے میں گزارش ہے کہ مندوب کے بارے میں شرع کا مطالبہ کبھی تو نص کے ذریعے سے معلوم ہوتا ہے اور کبھی قیاس کے ذریعے۔ میلاد شریف کے بارے میں اگرچہ نص وارد نہیں ہوئی، تاہم ان دو اصلوں سے جن کا ذکر آگے آئے گا "قیاس ضرور ہوتا ہے یعنی ان دو اصلوں پر قیاس کرکے اس کے مذہب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے)

بدعت کی مختلف قسمیں

اور اس کا یہ کہنا کہ میلاد شریف مباح بھی نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ اس پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ جو چیز دین میں بدعت ہے وہ مباح نہیں ہو سکتی، بلکہ مباح بھی ہوتی ہے، مندوب بھی اور واجب بھی امام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں فرماتے ہیں:

البدعۃ فی الشرع ھی احداث مالم یکن فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھی منقسمۃ الی حسنۃ وقبیحۃ

"بدعت شرعی اصطلاح میں اس نئی چیز کو کہتے ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھی۔ اس کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ اور بدعت قبیحہ (جسے عام طور پر بدعت سیہ بھی کہتے ہیں)

شیخ عزالدین بن عبدالسلام، القواعد میں لکھتے ہیں:

البدعۃ منقسمۃ الی واجبۃ و محرمۃ و مندوبۃ ومکروھۃ ومباحۃ قال والطریق فی ذلک ان تعرض البدعۃ علی قواعد الشریعۃ فاذا دخلت فی قواعد الایجاب فھی واجبۃ اوفی قواعد التحریم فھی محرمۃ اوالندب فمندوبۃ اوالمکروھۃ فمکروھۃ اوالمباح فمباحۃ

"بدعت کی کئی قسمیں ہیں۔ واجب، حرام، مندوب، مکروہ اور مباح۔ یہ جاننے کے لیے کہ کوئی چیز کس قسم کی ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم اس بدعت کو شریعت کے قواعد پر پرکھیں۔ اگر یہ قواعد ایجاب میں داخل ہو تو یہ واجب ہے، اگر تحریم میں ہو تو یہ حرام ہے، اگر ندب میں ہو یہ مندوب ہے، اگر مکرہ میں تو یہ مکروہ ہے، اگر اباحت میں تو یہ مباح ہے"

بلکہ آپ کی وفات کا بھی مہینہ ہے۔ اس لیے اس میں خوشی و مسرت کا اظہار غم و حزن سے بہتر نہیں ہو سکتا محفل میلاد کے بارے میں ہم یہی کچھ کہتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ سے حسن قبول کی توقع رکھتے ہیں۔"

مذکورہ بالا رسالہ کا رد

فاکہانی نے اس مختصر سے مضمون میں جو کچھ کہا ہے' اب اس پر میری گفتگو ملاحظہ فرمایئے۔

اس کا یہ کہنا کہ کتاب و سنت میں مجھے میلاد شریف کی کسی اصل کا علم نہیں ہو سکا۔ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ کسی چیز کے علم کی نفی' اس کے وجود کی نفی کو مستلزم نہیں (یعنی ضروری نہیں کہ جس چیز کا کسی کو علم نہ ہو وہ درحقیقت موجود بھی نہ ہو) امام الحفاظ ابوالفضل احمد بن حجر رحمتہ اللہ علیہ نے میلاد شریف کی اصل سنت سے نکالی ہے۔ ایک اور اصل میں نے بھی نکالی ہے' جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

اور فاکہانی کا یہ کہنا کہ یہ بدعت ہے۔ جسے فضول اور بے ہودہ لوگوں اور پیٹ کے ان بندوں نے ایجاد کیا ہے' جن پر شہوت نفس کا غلبہ ہے اور پھر بدعت کی مختلف قسمیں بیان کر کے یہ کہنا کہ یہ نہ تو واجب ہے' نہ مندوب' اس لیے کہ نہ تو شرع ہی نے اس کا مطالبہ کیا ہے' اور نہ صحابہ و تابعین اور نہ ہی متقدمین علماء نے اسے منعقد کیا ہے۔ اس سلسلے میں ہم کہتے ہیں کہ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے' اسے ایک سلطان عادل و عالم نے ایجاد کیا' جس سے اس کا مقصد تقرب الی اللہ کا حصول تھا۔ اس کے پاس بہت سے علماء و صلحاء موجود تھے مگر کسی نے اس پر نکیر نہیں کی' بلکہ ابن دحیہ (ایسے یگانہ روزگار عالم دین نے) اسے پسند کیا اور اس موضوع پر' اس کے لیے ایک کتاب لکھی (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) یہ سب متقدمین علماء ہی تھے جنھوں نے میلاد شریف کو پسند کیا' اس کی تائید و توثیق کی اور مذمت یا تردید نہیں کی (جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ فاکہانی نے جو کچھ بیان کیا ہے غلط ہے) رہا اس کا یہ کہنا کہ یہ مندوب بھی نہیں۔ اس لیے مندوب حقیقت میں وہ عمل ہوتا ہے جس کا شرع نے مطالبہ

اس کے بعد انہوں نے بدعت کی ان پانچ قسموں کی مثالیں بیان کی ہیں اور لکھا ہے:

وللبدع المندوبۃ امثلۃ منھا احداث الربط والمدارس وکل احسان لم یعھد فی العصر الاول، ومنھا التراویح والکلام فی دقائق التصوف وفی الجدل ومنھا جمع المحافل للاستدلال فی المسائل ان قصد بذالک وجہ اللہ تعالی

"بدعت مندوب کی کئی مثالیں ہیں مثلاً مسافر خانے اور مدرسے بنانا ہے، اور ہر قسم کا کار خیر جو پہلے زمانے میں نہیں ہوا یا (اور بعد میں ایجاد ہوا) مثلاً تراویح دقائق تصوف کا بیان، علم کلام و مناظرہ اور مسائل میں استدلال کے لیے محافل کا انعقاد، بشرطیکہ ان سے رضائے الٰہی کا حصول مد نظر ہو"

بیہقی نے مناقب شافعی میں خود امام شافعی سے، اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

المحدثات من الامور ضربان احدھما ما احدث مما یخالف کتابا او سنۃ او اثرا او اجماعا فھذہ البدعۃ الضلالۃ والثانی ما احدث من الخیر لاخلاف فیہ لواحد من ھذا وھذہ محدثۃ غیر مذمۃ وقد قال عمر رضی اللہ عنہ فی قیام شھر رمضان نعمت البدعۃ ھذہ یعنی انھا محدثۃ لم تکن و اذا کانت فلیس فیھا رد لما مضی

"بدعات کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو کتاب و سنت اور اثر و اجماع کے خلاف ہو یہ بدعت ضلالۃ ہے۔ دوسری وہ جسے کسی نیک مقصد کے لیے ایجاد کیا گیا ہو، اور کتاب و سنت اور اثر و اجماع میں سے کسی کے مخالف نہ ہو ایسی بدعت غیر مذمومہ ہے (یعنی شرعاً اس میں کوئی برائی نہیں) جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے قیام رمضان (تراویح) کے بارے میں فرمایا (نعمت البدعۃ ھذا) "کتنی اچھی بدعت ہے یہ" یعنی یہ ایسی اختراع ہے جو پہلے نہیں تھی اور اب شروع ہوئی ہے تو اس میں پہلی کسی چیز کی تردید نہیں پائی جاتی"

بدعت مندوبہ!

اس سے شیخ تاج الدین کی اس عبارت کی بھی تردید ہو گئی ہے جس میں انہوں نے کہا

ہے کہ میلاد شریف مباح بھی نہیں ہو سکتی' بلکہ یہ بدعت مکروہ ہے۔ کیوں کہ یہ ایجاد کردہ امور کی اس قسم سے ہے' جس میں کتاب و سنت اور اثر و اجماع میں کسی کی مخالفت نہیں پائی جاتی' اس لیے یہ غیر مذموم ہے (یعنی شرعی نقطہ نظر سے اس میں کوئی برائی نہیں) جیسا کے امام شافعی کی عبارت میں ہے اور یہ کار خیر ہے جسے اگرچہ (بصورت موجودہ) عصر اول میں نہیں کیا گیا اور بعد میں ایجاد ہوئی ہے کھانے کی دعوت' جس میں کسی گناہ کا ارتکاب نہ ہو' نیکی ہی کا کام تو ہے۔ لہٰذا میلاد شریف کے سلسلے میں ایسا اجتماع جس میں کوئی آدمی اپنے خاص مال سے اپنے اہل و عیال اور دوست احباب کے لیے کھانے کی دعوت کرے اور اس میں کسی خلاف شرع امور کا ارتکاب نہ ہو بدعت مندوبہ ہے جیسا کہ ابن عبدالسلام کے مذکورہ بیان سے ظاہر ہے

حرام و مکروہ باتیں

فاکہانی نے جو دوسری صورت بیان کی ہے' اور اس پر جو تنقید کی ہے' وہ فی نفسہ صحیح ہے۔ بلاشبہ ایسی محفل جس میں مرد عورتیں' جوان' نوعمر لڑکے' باہم خلط ملط ہوں اور جس میں رقص و سرور اور چنگ و رباب کی گرم بازاری ہو یا ایسی محفل جس میں عورتیں الگ جمع ہو کر بلند آواز سے گاتی ہوں' حرام ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میلاد شریف کا منعقد کرنا ہی حرام ٹھہرا بلکہ مذکورہ بالا صورتوں میں حرمت میلاد شریف کے سلسلے میں اجتماع منعقد کرنے کی وجہ سے نہیں' بلکہ ان چیزوں کی بناء پر ہے' جو شریعت میں حرام ہیں اور اس مبارک اجتماع کے ساتھ مل گئی ہیں (اور اگر ان چیزوں کو نہ کیا جائے تو میلاد شریف ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل ہوگی) بلکہ اس قسم کے امور نماز جمعہ کے اجتماع پر پیش آئیں تو ظاہر ہے کہ یہ ایک قبیح حرکت اور بری بات ہوگی' مگر اس سے نماز جمعہ کے اصل اجتماع کی مذمت لازم نہیں آتی۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس قسم کے بعض امور' رمضان شریف کی راتوں میں بھی جب نماز تراویح کے لیے لوگ جمع ہوتے ہیں پیش آجاتے ہیں تو کیا ان امور کی وجہ سے نماز تراویح کے اجتماع کی مذمت کا تصور کیا جا سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ نماز تراویح کا

اصل اجتماع تو سنت ہے اور نیکی اور عبادت کا کام ہے مگر جو مذکورہ بالا قسم کے امور اس کے ساتھ مل گئے ہیں، قبیح اور شنیع ہیں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ میلاد کے سلسلے میں منعقد کیا جانے والا اجتماع تو بذات خود مندوب اور نیکی کا کام ہے، مگر مذکورۃ الصدر قسم کے جو دیگر امور اس کے ساتھ مل گئے ہیں، مذموم و ممنوع ہیں۔

آخری اعتراض کا رد

آخر میں فاکہانی کا یہ کہنا کہ ربیع الاول تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ساتھ ساتھ آپ کی وفات کا مہینہ بھی ہے، لہٰذا اس میں غم و حزن کے بجائے خوشی و مسرت کا اظہار بہتر مناسب نہیں اس کے جواب میں اول تو یہ عرض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہم پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے، اور آپ کی وفات ہمارے لیے سب سے بڑی مصیبت مگر شریعت نے نعمتوں پر اظہار شکر کی ترغیب دلائی ہے، اور مصائب پر صبر و سکون اور خاموشی کی تلقین کی ہے۔ شریعت نے ولادت کے موقعہ پر عقیقہ کرنے کا حکم نہیں دیا ہے جس سے بچے کی پیدائش پر خوشی اور مسرت کا اظہار ہوا ہے اور موت کے وقت جانور ذبح کرنے کا حکم دیا ہے اور نہ ہی ایسی کسی اور بات کا، بلکہ نوحہ جزع فزع کرنے سے منع فرمایا ہے، لہٰذا قواعد شریعہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اس ماہ مقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے سلسلے میں خوشی منانا وفات پر غم کرنے سے بہتر ہے۔ ابن رجب نے کتاب "اللطائف" میں روافض کی مذمت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے باعث، عاشورہ کو یوم ماتم بنایا ہے، حالانکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کے مصائب اور وفات کے ایام کو بھی ایام ماتم بنانے سے منع کر دیا ہے۔ چہ جائیکہ ان کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ اہتمام کیا جائے۔

ابن الحاج کا موقف

امام ابو عبد اللہ بن الحاج نے بھی اپنی کتاب المدخل میں میلاد شریف کے موضوع پر

بڑی پختگی اور جز رسی سے کلام کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے میلاد شریف کی خوشی منانے اور اس پر شکر کا اظہار کرنے کی تعریف کی ہے۔ اور اس میں جو حرام و ممنوع چیزیں شامل ہو گئی ہیں ان کی مذمت کی ہے۔ یہاں میں ان کا کلام فصل وار درج کرتا ہوں:

"کچھ میلاد کے بارے میں"

من جملہ ان بدعات کے جو ان لوگوں نے ایجاد کر رکھی ہیں' اور اس کے ساتھ ہی ہو یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ یہ بہت بڑی عبادت اور اظہار شعائر (کسی امر عظیم کی بعد گار بنانا) ہے یہ ہے کہ ہو ربیع الاول کے مہینے میں میلاد کرتے ہیں۔ جو بہت سی بدعات اور محرمات پر مشتمل ہوتی ہے۔ ان میں چند یہ کہ شرکاء نغمے اور غزلیں گاتے ہیں' اور ان کے ساتھ آلات موسیقی' ڈھولکیاں' بانسریاں اور سارنگیاں وغیرہ استعمال کرتے ہیں' اور اس سلسلے میں کئی اور بری حرکتیں کرتے ہیں' جو اکثر رسمی طور پر وہ ان اوقات میں کیا کرتے ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ نے فضیلت و عظمت سے نوازا ہے (مثلاً عید وغیرہ کے مواقع) اور جو سراسر بدعات و محرمات ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح کا سماع' اگر اس کے علاوہ دوسری راتوں میں بھی کیا جائے تو بھی ناجائز ہے' چہ جائیکہ اسی ماہ مقدس میں جسے خدائے بزرگ و برتر نے فضیلت و برکت بخشی ہے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں پیدا کیا ایسا سماع کیا جائے جس میں آلات طرب کا استعمال کیا جائے ایسے سماع کو اس ماہ مبارک کی عظمت سے کیا نسبت ہو سکتی ہے' جس میں اللہ جل مجدہ نے ہم پر حضور سید الاولین الاخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سعادت کا احسان عظیم فرمایا' لہٰذا واجب ہے کہ اس مہینے میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا جائے اور زیادہ سے زیادہ عبادت اور خیرات کی جائے۔ کہ اس نے ہمیں اس نعمت کبریٰ سے سرفراز فرمایا (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں پیدا فرمایا) اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے میں دوسرے مہینوں کی نسبت زیادہ عبادت نہیں فرمائی (اور نہ ہی اس کا حکم دیا ہے) مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا کرنا در اصل اپنی امت پر رحمت و شفقت کے باعث تھا' اور ان کے لیے نرمی اور آسانی پیدا کرنے کے لیے تھا اس لیے حضور

علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لیے کوئی عمل چھوڑ دیتے تھے کہیں یہ آپ کی امت پر فرض نہ ہو جائے، اور یہ حضور کی ہم پر رحمت کا نتیجہ ہے۔

یوم میلاد اور صاحب میلاد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

تاہم حضور علیہ السلام نے ایک سائل کے جواب میں اس ماہ عظیم کی فضیلت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جب سائل نے آپ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں استفسار کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذاک یوم ولدت فیہ — یہ میرا روز ولادت ہے! (الحدیث)

چنانچہ اس دن (یعنی پیر) کی فضیلت اس مہینے (یعنی ربیع الاول) کی فضیلت کو متضمن ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرمائے عالم ہوئے اس لیے ہمیں چاہیے کہ اس کے احترام کا حق ادا کریں، اور اس کو اس طرح افضل سمجھیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے دیگر مبارک مہینوں کو افضل قرار دیا ہے اس ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

انا سید ولد ادم ولا فخر ادم فمن دونہ تحت لوائی

"میں اولاد آدم کا سردار ہوں، اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں۔ آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ دیگر تمام انبیاء (قیامت کے دن) میرے جھنڈے تلے ہوں گے"

اوقات و مقامات کی فضیلت، ان عبادات کے باعث ہوتی ہے جو ان میں کی جاتی ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ نے انہیں خصوصیت بخشی ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ اوقات و مقامات کو بذات خود کوئی شرافت و بزرگی حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ شرافت و بزرگی ان خصائص و امتیازات کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے (جن سے اسے سرفراز فرمایا جاتا ہے) تو غور کرو اس عظیم ترین نعمت پر جس سے اللہ تعالیٰ نے اس ماہ مبارک ربیع الاول شریف کو اور پیر کے دن کو مخصوص و ممتاز فرمایا ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ پیر کے دن کے روزہ کی بڑی فضیلت ہے اس لیے کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں پیدا ہوئے اس لیے نہایت مناسب ہے

کہ (اور ہمیں چاہیے) کہ جب یہ ماہ مقدس آئے تو اس کے شایان شان اس کی تعظیم و تکریم اور اجلال و احترام کیا جائے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے کہ کہ حضور بذات اقدس، افضل اوقات میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں اور خیرات کرتے، اور ان کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول تمہاری نظر سے ہیں گزرا کہ

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس بالخیر و کان اجود ما یکون فی رمضان

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے، اور رمضان شریف میں سب سے زیادہ سخاوت فرمایا کرتے تھے۔"

احترام ربیع الاول کیوں ضروری ہے؟

اور اس سلسلے میں ایک اشتباہ کا ازالہ!

اس لیے فضیلت والے اوقات کی۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعظیم فرمائی ہم بھی اپنی استطاعت کے مطابق، ربیع الاول شریف مین یہی فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوقات فاضلہ کے سلسلے میں جو التزام فرمایا وہ تو معلوم ہے، لیکن جو التزام دوسرے مہینوں میں فرمایا ہے وہ اس مہینے (یعنی ربیع الاول شریف) میں نہیں فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو اچھی طرح معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت کریمہ تھی کہ آپ امت کے لیے تخفیف چاہتے تھے خاص کر ان امور میں جو آپ کی ذات مبارک کے ساتھ تھے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ حضور سیدنا عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو اسی طرح حرم قرار دیا جس طرح حضرت ابراھیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو قرار دیا تھا، مگر آپ نے مدینہ شریف میں شکار کرنے، درخت کاٹنے وغیرہ پر کوئی سزا مقید نہیں فرمائی اور ایسا امت کے لیے تخفیف و رحمت کے طور پر کیا۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھا کرتے تھے کہ کونسی چیز ان کے اپنی ذات سے خاص ہے اگرچہ وہ فی نفسہ

فضیلت ہوتی، لیکن آپ امت پر تخفیف کی خاطر اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ ربیع الاول شریف کی تعظیم اسی قبیل سے ہے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال اور صدقات و خیرات کیے جائیں جو ایسا نہیں کر سکتا (یعنی کسی وجہ سے ان امور کو سرانجام نہیں دے سکتا) تو کم از کم اسے یہ چاہیے کہ اس مقدس مہینے کی تعظیم کے پیش نظر حرام اور مکروہ باتوں سے مجتنب رہے اگرچہ یہ امور دوسرے مہینوں میں بھی کرنے مطلوب ہیں مگر یہ مہینہ تو سب سے زیادہ احترام کے لائق ہے جیسے رمضان المبارک اور دوسری حرمت والے مہینوں میں زیادہ سے زیادہ محتاط رہتا ہے حدث فی الدین کو چھوڑ دیتا ہے، اور دوسری غیر مناسب باتوں سے مجتنب رہتا ہے۔

ابن الحاج کی تنقید!

مگر موجودہ زمانے میں بعض لوگ اس کے برخلاف عمل کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں اور وہ یہ کہ جب یہ بابرکت مہینہ آتا ہے تو آلات موسیقی کے ساتھ لہو لعب میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ راگ رنگ کرتے ہیں اور پھر یہ زعم رکھتے ہیں کہ وہ اس ماہ مبارک کا احترام کر رہے ہیں طرفہ یہ کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت سے میلاد شریف کی ابتداء کرتے ہیں اور پھر لذت نفس کے لیے جذبات میں اضطراب و ہیجان پیدا کرنے کے فن میں جو زیادہ باہر ہو جاتا ہے۔ اس کی طرف ہیں۔ اس میں کئی مفاسد اور خرابیاں کار فرما ہیں مگر وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ بعض تو اس میں ایک اور خطرناک بات کا اضافہ بھی کر لیتے ہیں کہ مغنی نوجوان ہوتا ہے، خوبصورت، خوش آواز، نفیس لباس، اور حسین ہیئت رکھتا ہے۔ غزل بڑھتا ہے ساتھ ہی ساتھ آواز میں زیر و بم اور حرکات میں اتار چڑھاؤ پیدا کرتا جاتا ہے اور یوں حاضرین مرد اور عورتوں فتنہ میں ڈال دیتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ فریقین فتنہ کا شکار ہو جاتے ہیں اور دیگر بے شمار خرابیاں جڑ پکڑتی ہیں بعض انتہائی صورتوں میں اس سے مرد اور بیوی کا حال تباہ ہو جاتا ہے اور ان میں جدائی تک کی نوبت آجاتی ہے اور یوں تباہی اور بربادی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جس سے بنا بنایا گھر اجڑ جاتا ہے اور ذہن و قلب کا سکون لٹ جاتا ہے یہ۔ خرابیاں اس

قسم کا میلاد شریف کرانے کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ جب ساتھ میں سماع بھی کیا جائے ہاں اگر میلاد شریف ان خرابیوں (اور اس قسم کے سماع) سے خالی ہو صرف کھانا پکایا جائے اور اس سے میلاد کی نیت ہو اس میں اپنے مسلمان بھائیوں کو بلائے اور جن غیر مشروع امور اور حرکات مذکورہ کی اوپر نشاندہی کی گئی ہے ان سے محفوظ ہو' تو یہ محض اس کی نیت کی وجہ سے بدعت ہے 'کیونکہ یہ دین میں زائد چیز ہے اور سلف صالحین نے اسے نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ سلف کی اتباع ہی بہتر اور اولیٰ ہے سلف میں سے کسی سے یہ نقل نہیں کیا گیا اور نہ ہی کسی کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ اس نے میلاد شریف کی نیت کی اور ہم انہیں کے پیروکار ہیں اور اسی کے مکلف جس کے وہ تھے (اس لیے ہم وہ ہی کریں گے جو انہوں نے کیا)

حاصل تنقید

ابن الحاج کے مذکورۃ الصدر بیان کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے میلاد شریف کی مذمت نہیں کی بلکہ ان چیزوں کی مذمت کی ہے جو شرعاً حرام اور مکروہ ہیں ان کے آغاز کلام سے واضح ہو جاتا ہے اس ماہ مقدس کو خصوصیت دی جائے اور اس کی تعظیم و تکریم کی جائے اس میں زیادہ سے زیادہ نیک کام کیے جائیں بڑھ چڑھ کر عبادات و خیرات و صدقات اور ایسی ہی دوسری نیکیاں کی جائیں میلاد شریف منانے کا یہ وہ طریقہ ہے جسے انہوں نے مستحسن قرار دیا ہے کیونکہ اس میں تلاوت قرآن مجید اور دعوت طعام کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور یہ خیر و ثواب کا کام ہے جہاں تک ان کے اس قول کا تعلق ہے کہ یہ بدعت ہے تو یا تو ان کے پہلے بیان کے خلاف ہے (جس میں خود ابن الحاج نے ربیع الاول شریف کی تعظیم پر زور دیا ہے) یا اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے جس کی اوپر وضاحت آچکی ہے یا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میلاد شریف ایک کار خیر اور پسندیدہ کام ہے اور بدعت میلاد شریف کی نیت ہے جیسا کہ اپنے اس قول میں انہوں نے اس طرف اشارہ کیا ہے (فھو بدعۃ بنفس نیتہ فقط) "یہ محض اس کی نیت کی وجہ سے بدعت ہے"

اس کا علمی محاسبہ

رہا ابن الحاج کا یہ کہنا کہ سلف میں سے کسی کے بارے میں نقل نہیں کیا گیا کہ اس نے میلاد کی نیت کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے میلاد شریف کی نیت کو مکروہ کہا ہے' اور کھانا پکانے اور مسلمان بھائیوں کو اس کی دعوت دینے کو مکروہ نہیں کہا (اور کھانا پکانا اور اپنے مسلمان بھائیوں کو اس کی دعوت دینا ان کی نظر میں بھی مکروہ نہیں ہے۔ اس پر اگر نظر تحقیق ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ قول ان کے پہلے کلام کے مطابق نہیں ہے اس لیے کہ انہوں نے پہلے تو ربیع الاول شریف میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے زیادہ سے زیادہ عبادت و خیرات اور دیگر امور خیر سرانجام دینے کی تلقین کی ہے کہ اس نے اس ماہ مقدس میں اپنے حبیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ میلاد شریف کی نیت سے یہی تو مراد ہے پہلے ایک بات زور دے کر پھر اس کی مذمت کیسے کی جاسکتی ہے؟ بلکہ مجرد نیکی و عبادت و خیرات وغیرہ اور دیگر امور خیر بغیر نیت کے دراصل تصور بھی نہیں کیے جاسکتے اور اگر تصور بھی کر لیے جائیں تو یہ عبادت نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ان سے ثواب ملتا ہے اس لیے کہ کوئی عمل بغیر نیت کے قابل قبول نہیں۔ اور میلاد شریف میں نیت تو ربیع الاول شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کی ہی ہوتی ہے۔ میلاد شریف کی نیت سے یہی مراد ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نیت مستحسنہ (یعنی ایک نیت) ہے اس پر اچھی طرح سے غور کرو (اور اسے خوب ذہن نشین کر لو!)

میلاد کی ایک انوکھی صورت

اس کے بعد ابن الحاج کہتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو میلاد کو مجرد تعظیم کے لیے نہیں کرتے' بلکہ کسی شخص نے مختلف لوگوں کے پاس روپے پیسے بکھرے ہوتے ہیں (۱) جو اس نے بعض مواقع اور تقریبات پر انہیں دے رکھے ہوتے ہیں' اور وہ یہ چاہتا ہے کہ انہیں

واپس حاصل کرلے، مگر مانگنے سے شرماتا ہے، چنانچہ وہ میلاد کا اہتمام کرتا ہے، اور یا یہی لوگوں کے پاس اس کا جمع شدہ مال ہے، کی بازیابی کا سبب بن جاتی ہے۔ اس میں کئی طرح کی خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں نفاق پایا جاتا ہے جو کچھ ہو ظاہر کرتا ہے، دل میں اس کے خلاف موجود ہوتا ہے۔ ظاہر یہ کرتا ہے کہ ہو میلاد شریف اس لیے کر رہا ہے کہ اس سے آخرت کی بھلائی حاصل کرنا چاہتا ہے، اور دل میں یہ ہوتا ہے کہ اس کے جو روپے پیسے لوگوں کے پاس متفرق ہیں۔ انہیں واپس حاصل کرے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو میلاد شریف اس لیے کرتے ہیں کہ لوگوں سے پیسے بٹوریں یا لوگ ان کی تعریف (و ستائش) کریں کہ (واہ بھئی واہ! کتنا اچھا کام کیا) اور اس کے ساتھ مل جل کر کام کریں (جس سے یہ ظاہر ہو کہ کتنے لوگ اس کے ساتھ ہیں) اس صورت میں بھی جو مفاسد اور خرابیاں موجود ہیں، پوشیدہ نہیں۔"

قباحت کا اصلی سبب

ابن الحاج کی یہ تنقید بھی اس قسم کی ہے جس کا جائزہ اوپر لیا جا چکا ہے۔ اس میں جو خرابی (یا مذمت) موجود ہے ہو عدم نیت صالحہ (یعنی صالح نیت نہ ہونے) کی بنا پر ہے، نہ یہ کہ اصل میلاد شریف میں کوئی خرابی یا مذمت کا پہلو پایا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن حجر کا موقف

شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل احمد بن حجر سے میلاد شریف کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے جو جواب دیا وہ یہ کہ: میلاد شریف دراصل بدعت ہے جو قرون ثلاثہ میں کسی سلف صالح سے منقول ہیں، تاہم اس میں محاسن اور قبائح دونوں پائے جاتے ہیں (یعنی بعض اوقات اس میں محاسن پائے جاتے ہیں اور بعض اوقات قبائح) اگر میلاد شریف میں صرف محاسن ہی کا ارتکاب کیا جائے اور قبائح سے اجتناب برتا جائے، تو یہ بدعت حسنہ ہے ورنہ نہیں۔

میلاد شریف کی اصل

فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی ایک مضبوط اصل ' صحیح بخاری و مسلم شریف میں ملی ہے ہو یہ کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کے روزہ رکھتے ہیں ' ان سے پوچھا کہ تم کیوں ایسا کرتے ہو ؟ انہوں نے کہا کہ یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو اس سے نجات عطا فرمائی تھی ' لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر روزہ رکھتے ہیں۔ (۱) اس سے کسی خاص دن جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت عطا فرمائی ہو یا کوئی نعمت (مصیبت) دور کی ہو ' اس کا شکر ادا کرنا اور اس سلسلے میں کسی نیک کام کرنے اور ہر سال اسے یادگار کے طور پر منانے کا ثبوت ملتا ہے اللہ تعالیٰ کے شکر کا اظہار مختلف قسم کی عبادتوں ' سجود و قیام صدقہ و خیرات اور تلاوت قرآن مجید سے ہوتا ہے۔ اس روز (یعنی ۱۲ ربیع الاول) کو نبی رحمت صلی اللہ علیہ و سلم کے ظہور سے بڑی اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے۔ اس دن کو خاص طور پر منایا جائے تاکہ اس دن عاشورا کے دن ' موسیٰ علیہ السلام والے واقعہ سے مطابقت پیدا ہو جائے ' بعض لوگ اسے خاص نہیں رکھتے [illegible] دن میلاد شریف کر لیتے ہیں ' بلکہ بعض لوگوں نے اس میں بھی توسیع کی ہے اور اس کا دائرہ کار سال تک بڑھا دیا ہے۔ ان کے نزدیک سال کے کسی بھی دن میلاد شریف کیا جا سکتا ہے مقصد اس کا بھی وہی ہوتا ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ و سلم کی ولادت کی خوشی منانا) یہ گفتگو تو اصل میلاد سے متعلق تھی۔

خلاف اولیٰ چیزوں کا ترک بہتر ہے !

جہاں تک ان اعمال کا تعلق ہے جو میلاد شریف میں کیے جاتے ہیں ' تو چاہیے کہ صرف ان امور پر اکتفا کی جائے جن سے اللہ تعالیٰ کے شکر کا بجا طور پر اظہار ہو مثلاً مذکورہ بالا امور ' تلاوت قرآن مجید ' دعوت طعام ' صدقہ و خیرات ' نعت سرور کونین صلی اللہ علیہ و سلم اور ایسے اشعار پڑھنا جن سے دل زہد و عبادت کی طرف مائل ہو ' اور امور خیر کو سرانجام دینا اور

آخرت کے لیے عمل کرنے کی تحریک ہو' اور وہ باتیں جو از قبیل سماع اور لہو اور سرور وغیرہ کی جاتی ہیں' ان سے اجتناب کیا جائے اور ان باتوں کو اختیار کیا جائے جو کہ دائرہ اباحت میں داخل ہوں جس سے اس دن خوشی کا اظہار ہوتا ہو' ایسی چیزیں کرتے میں کوئی قباحت نہیں اور جو چیزیں از قبیل حرام و مکروہ ہوں ان سے احتراز نہ کیا جائے ایسے ہی جو چیزیں خلاف اولیٰ ہوں' اور غیر مناسب ہوں ان کو بھی ترک کر دیا جائے۔

میلاد شریف کی ایک اور اصل

میں کہتا ہوں کہ مجھے بھی میلاد شریف کی ایک اور اصل حدیث شریف میں ملی ہے۔ وہ یہ کہ بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔ جب کہ حضور کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ولادت کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کر دیا تھا' اور عقیقہ ایک بار ہی کیا جاتا ہے دوسری بار نہیں کیا جاتا اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا اظہار تشکر کے طور پر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں رحمتہ اللعالمین بنا کر پیدا فرمایا اور اس سے امت کے لیے شرعی مثال قائم فرمانا بھی مقصود تھی جیسا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنے اوپر درود شریف پڑھا کرتے تھے' تاکہ اس کو امت کے لیے شرعی اصول بنا دیں' لہٰذا ہمارے لیے مستحب ہے کہ ہم میلاد شریف منعقد کر کے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر اظہار تشکر کریں جس میں دعوت طعام ہو اور اس طرح کے دیگر امور خیر سرانجام دیئے جائیں اور خوشیاں منائی جائیں۔

ابن الجزری کی ایمان افروز دلیل!

امام القراء حافظ شمس الدین ابن الجزری کی کتاب "عرف التعریف بالمولد الشریف" میری نظر سے گزری ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: کہ ابولہب کو موت کے بعد خواب میں کسی نے دیکھا اور اس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگا: عذاب ہو رہا ہے مگر شب دوشنبہ (یعنی

پیر کی رات کو) میرے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے اور میں اپنی انگلی سے پانی چوس لیتا ہوں' یہ کہہ کر اس نے انگلی کی طرف اشارہ کیا کیونکہ میں نے اس کے اشارے سے اپنی لونڈی ثویبہ کو جب اس نے مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری دی تھی' آزاد کر دیا تھا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی تھی غور کیجئے کہ اگر ابولہب جو کہ کافر ہے اور جس کی مذمت قرآن مجید میں بھی آئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ کی خوشی کرنے کی جزا دی گئی' تو اس مخلص اور موحد مسلمان کا کیا حال ہو گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہے اور آپ کی ولادت کی خوشی کرتا ہے اور حضور کی محبت سے سرشار ہو کر حتی المقدور خرچ بھی کرتا ہے مجھے رب ذوالجلال کی قسم اسے اللہ کریم کی طرف سے یہی جزاء ملے گی کہ وہ اسے اپنے فضل و کرم سے جنت نعیم میں داخل فرمائے گا۔

دمشقی کی روح پرور نعت میلاد

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے اپنی کتاب (مورد الصادی فی مولد الہادی) میں لکھا ہے: یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ابولہب پر ہر پیر کے دن عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے کیوں کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کیا تھا اس کے بعد انہوں نے یہ شعر کہے ہیں:

اذا کان ھذا کافرا جاء ذمہ　　تبت یداہ فی الجحیم مخلدا

یہ کافر تھا جب کہ اس کی مذمت کتاب اللہ میں آئی ہے ٹوٹ گئے اس کے دونوں ہاتھ اور ہو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

اتی انہ فی یوم الاثنین دائما　　یخفف عنہ للسرور باحمدا

حدیث میں آیا ہے کہ ہر پیر کے دن اس سے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی کی تھی۔

فما الظن الذی بالعبد الذی طول عمرہ　　باحمد مسرور او مات موحدا

کیا کیا ل ہے اس بندہ مومن کے بارے میں جو حضور کی ولادت کی خوشیاں مناتا رہا اور توحید (و ایمان) کی حالت میں جان و جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

اور ایک شیخ طریقت کا عمل

کمال ادفوی الطالع السعید میں فرماتے ہیں کہ ہم سے ہمارے ثقہ دوست ناصر الدین محمود بن العماد نے بیان کیا کہ ابو الطیب محمد بن ابراہیم سبتی مالکی نزیل قوص، جو علماء با عمل سے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت (۱۲ ربیع الاول) کو مدرسے کے پاس سے گزرتے اور کہا کرتے تھے۔ (اے فقیہہ یہ روز عید ہے بچوں کو چھٹی کر دو اور اپنے گھر واپس بھیج دو تو وہ ہمیں چھٹی دے کر گھر واپس بھیج دیتے۔ یہ ان کی تقریر .... اور عدم انکار کی دلیل ہے اور یہ صاحب مذہب امام مالک کے نامور فقیہ اور کئی علوم میں صاحب فن متقی اور متورع بزرگ تھے ۔ ان سے ابو حیان وغیرہ نے اخذ کیا ہے وفات ان کی ۶۹۵ھ میں ہوئی۔

فائدہ

ابن الحاج نے لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ماہ ربیع الاول اور پیر کے روز ہوئی، اور رمضان شریف میں ہیں ہوئی جو قرآن کے نزول کا مہینہ ہے اور جس میں لیلۃ القدر پائی جاتی ہے، نہ حرمت والے مہینوں (اشہر حرم) میں۔ نہ ہی پندرہ شعبان المعظم کی رات کو، نہ ہی جمعہ کے دن یا شب جمعہ کو اس کا جواب چار وجوہ سے دیا جا سکتا ہے۔ ایک یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درختوں کو پیر کے دن تخلیق فرمایا۔ اس میں بڑی تنبیہہ ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں خوراک، رزق، میوہ جات، اور خیرات کی چیزیں تخلیق فرمائی ہیں بنی نوع انسان کی نشو و نما اور گزران وابستہ ہے جن سے ان کے نفوس خوش ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ربیع کی لفظ میں اس کے اشتقاق کی نسبت سے ایک اچھا اشارہ اور نیک فال پائی جاتی ہے۔ ابو عبد الرحمٰن

صقلی فرماتے ہیں کہ ہر ایک انسان کے لیے اس کے نام سے اس کا حصہ ہے یعنی نام کا اس کے بدن پر اثر پڑے گا) تیسرے یہ کہ ربیع (یعنی بہار) کا موسم سب موسموں سے معتدل اور حسین ہوتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت بھی سب شریعتوں سے زیادہ معتدل اور آسان ہے چوتھے یہ کہ اللہ حکیم و علیم نے چاہا کہ اس وقت کو خصوصی مشرف فرمائے جس میں آپ اس دنیا میں تشریف لائیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مذکورہ بالا اوقات فاضلہ میں پیدا ہوتے تو یہ وہم ہو سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ان اوقات کی وجہ سے ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

سنو چپ رہو

جانشین مفتئ اعظم ہند حضرت علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری

(دسویں قسط)

(۴) یہ آیت کریمہ اور ان احادیث منورہ کے ہوتے ہوئے اس ایک حدیث غریب حسب تصریح ترمذی میں وہ قوت بھی نہیں کہ وہ آیۂ کریمہ کے مفہوم صریح اور ان متعدد احادیث صریحہ کے معارض ہو جائے کہ وہ قوت میں ان احادیث کے برابر بھی نہیں اور وہ احادیث کثرت کے لحاظ سے خود قوی ہیں پھر آیت کریمہ کا مفہوم صریح ان کا مؤید ہے یہ دوسری قوت ان احادیث کی ہے تو یہ حدیث آیۂ کریمہ اور دوسری متعدد حدیثوں کی حقیقت میں معارض ہی نہیں اگرچہ بظاہر معارض معلوم ہوتی ہے اور یہ من حیث الروایۃ دوسری حدیثوں کے مقابل مضمحل ہے تو آیۂ کریمہ اور احادیث کثیرہ سے عدول اور اس روایت غریبہ پر اعتماد کیونکر روا ہے۔

(۵) حدیث کیا ہنگام تلاوت، رخصتِ تکلم میں ایسی ہی صریح ہے جیسی آیت کریمہ؟ اور دیگر احادیثِ منعِ تکلم و حکم استماع و سکوت میں صریح ہیں اور کیا اس حدیث میں صحابہ کو ہنگامِ تلاوت، زبان سے جواب دینے کا حکم موجود ہے یا یہ بات حدیث سے مفہوم ہوتی ہے برتقدیر اول بتانا پڑے گا کہ حدیث کے الفاظ میں حکم تکلم کہاں ہے؟

برتقدیر ثانی مفہوم اور منطوق میں تعارض ہے تو مرجح کیسے ہے مفہوم کو یا منطوق کو۔

(۶) حدیث کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ جنوں نے اے صحابہ تم سے بہتر جواب دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ حسن جواب میں صحابہ جنوں کے شریک ہیں جیسا کہ اسم تفضیل کا مقتضی ہے اور صحابہ کا استماع وانصات قائم مقام جواب ہوا اور بدلالت حدیث جواب حسن قرار پایا چنانچہ مرقاۃ میں علامہ علی قاری نے تصریح فرمائی۔

"نزل سکوتھم وانصاتھم للاستماع منزلۃ حسن الرد حیث جاء بافعل التفضیل وارتفعہ کلام الملک الخ..."

حدیث کا غلط ترجمہ | اب آپ بتاتے چلیں کہ حدیث میں صحابہ کے سکوت کو ناپسند کرنا کہاں سے نکلا جو آپ یوں گویا ہوئے کہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم أحسن مردوداً منکم کے الفاظ سے نہ صرف یہ کہ اس انداز کی تحسین فرما رہے ہیں بلکہ آدمیوں کے سکوت سے ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے جنوں کے فعل کی تعریف کر کے آدمیوں کو اسی طرح کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں۔"

اگر واقعتاً اس وقت صحابہ سے جواب زبانی مطلوب تھا تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صراحۃً حکم قولی کیوں نہ دیا پھر اس کے بعد بھی اس جیسے مقام میں سامعین کو زبان سے جواب

دینے کا حکم کیوں نہیں کیا بالجملہ جب تک یہ سوالات حل نہ ہولیں حدیث مذکور سے آپ کا استدلال خیال ومحال واللہ تعالٰی الموفق وھوالھادی وبہ العصمۃ والعون۔

ہمارے دلائل کی دستاویز حدیثیں اب لعونہ تعالٰی ہم وہ حدیثیں ذکر کریں جنکا ہم نے وعدہ کیا تھا۔

(۱) اسی مشکوٰۃ میں جس کی حدیث سے آپ نے اپنے مدّعٰی پر دلیل چاہی حدیث ہے۔

"وعن ابن عمر والبیاضی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المصلی یناجی ربہ فلینظر ما یناجیہ بہ ولا یجھر بعضکم علی بعض بالقرآن رواہ احمد"

یعنی حضرت ابن عمر و بیاضی سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک نمازی اپنے رب سے مناجات کرتا ہے تو وہ اس پر نظر رکھے جس کلام سے وہ رب سے مناجات کرتا ہے اور کوئی دوسرے پر آواز سے قرآن کی تلاوت نہ کرے۔

اس پر مرقاۃ علامہ علی قاری میں ہے۔

"والنھی یتناول من ھو داخل الصلاۃ و خارجھا قال الطیبی نھی نعلی قارءۃ

معنی الغلبۃ أی لا یغلب ولا یشوش بعضکم علی بعض جاھرًا بالقراءۃ اھ والبعض أعم من مصل أو نائم او قاریٔ نحو قولہ بالقرآن أی فضلا عن غیرہ فان ذلک یؤذی والایذاء لیس من شان المسلمین فضلاً عن المصلین فضلاً عن المقرئین الخ"

یعنی حدیث کی ممانعت داخلِ نماز اور خارج نماز دونوں کو عام ہے طیبی نے فرمایا فعل کو "غلبٰی" سے معنی غلبہ کے قصد کیلئے متعدی فرمایا یعنی ایک دوسرے پر آواز بلند قراءت کرکے غلبہ نہ کرے اور تشویش نہ ڈالے اور حدیث میں "بعض" نمازی اور سونے والے اور قاری سب کو عام ہے اور حدیث میں قرآن زور سے پڑھنے کی ممانعت ہے چہ جائیکہ قرآن کے سوا کوئی اور کلام اس لئے کہ ان سے ایذا ہوتی ہے اور ایذا مسلمانوں کی شان نہیں ہے چہ جائیکہ نمازیوں کی چہ جائیکہ قرآن پڑھنے والوں کی یہ شان ہو۔

اسی میں ہے۔

(۲) "عن أبی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إنما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ"

مرقاۃ میں ہے۔

"(واذا قرء) ظاهره الاطلاق ولذا قال (فأنصتوا) أی اسکتوا ولم يقل فاستمعوا قال تعالى واذا قرئ القرآن فاستمعوا له أی حال الجهر وأنصتوا حال السر وهو ايضاً من ادلة أئمتنا"

نیز اشعۃ اللمعات میں زیر حدیث اول ہے۔

"ولا يجهر بعضكم على بعض بالقرآن و آواز بلند نکند بعضے از شما بر بعض، بقرآن چہ در نماز و چہ در غیر آں از مصلی و نائم و قاری و ذاکر تا موجب ایذا و تشویش نگردد و اجماع است برآں کہ مکروہ است ماموم را جہر اگرچہ قراءت امام را نمی شنود۔

اسی میں زیر حدیث دوئم ہے۔

"فاذا كبر فكبروا واذا قرئ فأنصتوا" پس چوں تکبیر گوید امام تکبیر گوئید شما و چوں قراءت کند امام خاموش شوید شما و گوش نہید قراءت او را کہ متابعت در قراءت ایں است و خواندن با وے مخالفت و نزاع کردن او وے و تشویش دادن است مر او را

علامہ سیوطی کی تفسیر سے امام اجل جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ درمنثور میں آیۂ کریمہ، "واذا قرئ القرآن" کے تحت احادیث روایت کرتے ہیں ان میں سے

چند یہاں تحریر ہوتی ہیں۔

(۳) "أخرج إبن جریر وابن أبی حاتم والبو الشیخ و ابن مردویہ وابن عساکر عن ابی ہریرۃ فی قولہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا قال نزلت فی رفع الاصوات وھو خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلاۃ۔"

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت لوگوں کے حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے آواز بلند کرنے کی بابت نازل ہوئی یعنی دوران تلاوت ذکر و قرأت سے سامعین کو منع کرنے کے لئے۔

(۴) "أخرج ابن مردویہ عن ابن عباس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ خلفہ قوم فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا"

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو لوگوں نے حضور کے پیچھے قرأت کی تو آیت نازل ہوئی کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو

(۵) " وأخرج ابن جریر عن الزهری قال نزلت هذه الاٰیۃ فی فتی من الانصار کان کلما قرئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا قرأہ

فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا"
یعنی زھری سے روایت ہے فرمایا کہ یہ آیت انصار
کے ایک جوان کے بارے میں نازل ہوئی اس کا
حال یہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
قرآن سے کچھ تلاوت کرتے تو وہ ساتھ ساتھ پڑھتا
توحکم نازل ہوا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی
طرف کان لگاؤ اور چپ رہو۔

(۶) • اخرج ابو الشیخ عن ابن عمر قال کانت بنو اسرائیل
اذا قرأت ائمتھم جاوبوھم فکرہ اللہ ذلک لھذہ
الامۃ قال واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا
یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں
نے فرمایا کہ بنو اسرائیل اپنے ائمہ سے تلاوت میں منازعت
کرتے تھے (جب ان کے ائمہ تلاوت کرتے تھے وہ
بھی ساتھ ساتھ تلاوت کرتے تھے) تو اللہ تعالیٰ
نے اس امت کیلئے اس کو ناپسند فرمایا تو اللہ تعالیٰ
نے فرمایا جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو

(۷) " واخرج عبد بن حمید وابن جریر وابو الشیخ
عن قتادۃ قال کانوا یتکلمون فی الصلاۃ اول
ما أمر وابھا کان الرجل یجیئ وھم فی الصلوۃ
فیقول کم صلیتم فیقول کذا وکذا فانزل اللہ
تعالیٰ ھذہ الایۃ واذا قرئ القرآن فاستمعوا

له وأنصتوا اأمروا بالاستماع والانصات علم
أن الانصات هو أحرى وأن يستمع العبد
ولعيه ويحفظه علم أن لن يفقهوا حتى
ينصتوا والانصات باللسان والاستماع بالاذنين"
یعنی قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں کو
جب پہلے پہل نماز کا حکم ہوا وہ نماز میں کلام کرتے
تھے آدمی آکر کہتا تم نے کتنی کتنی رکعتیں پڑھیں اور لوگ
نماز میں ہوتے تو دوسرا نمازی جواب دیتا اتنی اور
اتنی پڑھ لیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ جب
قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو تو لوگوں کو سننے
اور چپ رہنے کا حکم ہو گیا، معلوم ہوا کہ چپ رہنا
زیادہ سزاوار ہے اس کا بندہ قرآن سنے اور اسے
سمجھے اور یاد رکھے معلوم ہوا کہ لوگ ہر گز نہ سمجھیں گے
یہاں تک کہ خاموشی اختیار کریں اور چپ رہنا
زبان سے ہے۔ یعنی زبان سے کچھ نہ کہے اور سننا
کانوں سے۔

(۸) "وأخرج ابن مردویة عن ابن عباس
فی قوله واذا قرئ القرآن فاستمعوا له
وأنصتوا قال نزلت فی رفع الاصوات
خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم
فی الصلوٰة فی الخطبة لانها صلوٰة قال

ومن تکلم یوم الجمعۃ والامام یخطب فلا صلوۃ لہ"
یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت
ہے اللہ تعالٰی کے قول واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ
وأنصتوا کے بارے میں فرمایا یہ آیت نماز میں
حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے اور جمعہ کے
دن خطبہ میں سامعین کی طرف سے آواز بلند کرنے
کے سبب اتری اس لئے کہ خطبہ نماز ہے
ابن عباس نے کہا اور جو جمعہ کے دن بولے جب کہ
امام خطبہ دے رہا ہو تو اس کی نماز نہیں۔

(۹) "وأخرج ابوالشیخ عن ابن جریج قال قلت لعطاء
ما أوجب الانصات یوم الجمعۃ کالانصات
فی القراءۃ سواء قال نعم"
یعنی ابن جریج نے فرمایا میں نے عطاء سے کہا
جمعہ کے دن خاموش رہنے کا حکم کس دلیل
سے واجب ہے انہوں نے فرمایا اللہ کا ارشاد
ہے جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو
انہوں نے کہا یہ لوگوں کے بقول نماز میں ہے اور
جمعہ میں بھی میں نے کہا کہ اور جمعہ کے دن چپ رہنا
نماز میں خاموشی کی طرح ایک برابر ہے؟ فرمایا ہاں۔

(۱۰) "وأخرج ابوالشیخ وابوحاتم عن ابن عباس
فی قولہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ الآیۃ

قال فی الصلوٰۃ وحین ینزل الوحی عن اللہ

عزوجل"

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا

اللہ تعالیٰ کے قول واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ

الآیۃ کے بارے میں کہ وہ نماز میں ہے اور

جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہو یعنی ان

وقتوں میں استماع وانصات وسکوت کا حکم ہے

فیصلہ ہوگیا | اقول: علماء نے تو فرمایا ہی تھا العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب یعنی اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ شان نزول کے خصوص کا لہٰذا جس طرح نماز میں جب تلاوت ہو تو سکوت فرض ہے احادیث سے بفضلہ تعالیٰ عموم لفظ و شمول حکم کی تائید ہوگئی ولا علیک من قول ابن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

انما نزلت ھذہ الآیۃ واذا قرئ القرآن

فاستمعوا لہ وأنصتوا فی قراءۃ الامام اذا

قرء الامام فاستمع لہ وأنصت لعدما اسمعت

من ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما وغیرہ

لأن المثبت مقدم علی النافی ومن حفظ

حجۃ علی من لم یحفظ:

دل میں کہنا جائز | اور آیت کریمہ میں جو استماع وانصات کا حکم ہے اسے بعد والی آیت نے اور موکد فرما دیا کہ ارشاد ہوا

"واذکر ربک فی نفسک الآیۃ"

یعنی اپنے رب کو اپنے جی میں یاد کرو

چنانچہ (۱۱) امام سیوطی اسی درمنثور میں اپنی سند سے ابن زید سے روایت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول واذ قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کے بارے میں فرمایا یہ آیت اس صورت میں ہے جب امام نماز قائم کرے تو اس کی قرأت سنو اور چپ رہو اور اے وہ شخص جو اس وقت خاموش ہے تو اپنے رب کو جی میں یاد کرو وھذا نصہ۔

"واخرج ابن جریر وابو الشیخ عن ابن زید فی قولہ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا اواذکر ایھا المنصت فی نفسک تضرعا وخیفۃ ودون الجھر من القول قال لا تجھر بذالک"

نیز یہی امام ممدوح فتاوی حاوی میں فرماتے ہیں۔

"ان جماعۃ من المفسرین منھم عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم شیخ مالک وابن جریر حملوا الاٰیۃ علی الذاکر حال قراءۃ القرآن وانہ امر لہ بالذکر علی ھذہ الصفۃ تعظیما للقرآن أن ترفع عندہ الأصوات ویقویہ اتصالھا بقولہ (واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا) قلت وکانہ لما أمر بالانصات خشی من ذلک الاخلاد الی البطالۃ فنبہ علی أنہ وان کان مامورا بالسکوت بالا[illegible] اھـ۔

الذکر بالقلب باق حتی لا یغفل عن ذکر اللہ
ولذا اختم الآیۃ لقولہ (ولا تکن من الغافلین) اھ
یعنی مفسرین کی ایک جماعت نے جن میں عبدالرحمٰن
بن زید بن اسلم استاذ امام مالک اور ابن جریر
ہیں، آیت کریمہ واذکر ربک فی نفسک کو تلاوت
قرآن کے وقت ذکر کرنے والے پہ محمول کیا اور
افادہ فرمایا کہ اسے ہنگام تلاوت حکم ہے کہ وہ
ذکر قلبی کرے قرآن کی تعظیم کیلئے کہ اس کی
تلاوت کے وقت آوازیں بلند نہ ہوں اور
اس کی تقویت اس سے ہوتی ہے کہ یہ آیت
اللہ تعالیٰ کے قول واذا قرئ القرآن فاستمعوا له
وأنصتوا سے متصل ہے۔
میں کہتا ہوں اور گویا جب خاموشی کا حکم ہوا تو
اندیشہ ہوا کہ لوگ یاد الٰہی سے فارغ و غافل
ہو کر نہ بیٹھ جائیں تو متنبہ فرمایا گیا کہ اگرچہ بندہ
زبان سے کچھ نہ کہنے پر مامور ہے مگر ذکر قلبی
کی تکلیف باقی ہے۔ تاکہ بندہ یاد الٰہی سے
غافل نہ ہو اسی لئے آیت کے اخیر میں فرمایا کہ
ولا تکن من الغافلین غافلوں سے نہ ہوجانا"

فتاوٰی خیریہ میں ہے۔
" ولبعض شیوخ مالک وابن جریر وغیرھما

حملوا الآیۃ علی الذکر حال قراءۃ القرآن
تعظیما لہ یدل علیہ اتصالہا بقولہ الخ "

نیز در منثور میں ہے۔

" وأخرج ابو الشیخ عن عثمان بن زائدۃ انہ
کان اذا قرئ علیہ القرآن غطی وجہہ
بثوبہ دیتأول من ذلک قول اللہ عزوجل
واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وأنصتوا فیکرہ
ان یشغل لبصرہ وشیئا من جوارحہ لغیر استماع

یعنی ابو الشیخ نے عثمان بن زائدہ سے روایت کی
کہ جب ان کے پاس قرآن کی تلاوت ہوتی تو کپڑے
سے وہ اپنا منہ چھپا لیتے تھے اور اس عمل کیلئے
اللہ تعالیٰ کے قول واذا قرئ الآیۃ جب قرآن
پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو کو دلیل بناتے
تھے تو انہیں یہ پسند نہ تھا کہ سننے کے سوا کسی
کام میں اپنی آنکھ اور اعضاء جسم کو مشغول رکھیں"

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ استماع قرآن مطلقاً فرض ہے،
اور دورانِ تلاوت زبان سے ذکر و تسبیح بلکہ خود تلاوت بھی منع ہے کہ
منافی تعظیم قرآن ہے لہٰذا لوگوں کو ہر کلام و کام سے ممانعت ہے اور شرع
کو قرآن کی ایسی تعظیم مطلوب ہے کہ دورانِ تلاوت سامعین سے
تو سننا اور چپ رہنا اور ہر مخل استماع کام سے بعض رہنا مطلوب
ہے ہی، قاری کے لئے بھی یہی افضل ہے کہ دورانِ تلاوت وہ سوائے

قرآن کے کوئی اور بات نہ کرے تاکہ قرآن میں دیگر کلام کا خلط نہ ہو پھر جس طرح سامع کو دورانِ تلاوت استماع کے سوا اور کام حرام ہے اسی طرح قاری کو لوگوں کے شغل اور بات کرتے وقت تلاوت شروع کرنا حرام اور اس صورت میں قرآن کی حرمت کو ضائع کرنے کا جرم قاری ہی پر ہے۔

مخصوص وقت میں تلاوت درود سے افضل ہے

چنانچہ ہندیہ میں ہے۔

"ولو قرء القرآن فمر علی اسم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقراءۃ القرآن علی تالیفہ ونظمہ أفضل من الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ فی ذلک الوقت فان فرغ ففعل فھو أفضل وان لم یفعل فلا شیئ علیہ کذا فی الملتقط"

یعنی دورانِ تلاوت اگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام آئے تو قرآن کو اس کے نظم اور تالیف کے ساتھ پڑھتے رہنا نبی صلی اللہ تعا علیہ وسلم پر درود پڑھنے سے افضل ہے پھر فارغ ہو کر درود پڑھا تو یہ افضل ہے اور نہ پڑھا تو کچھ نہیں ملتقطا۔

اسی میں ہے۔

"لا یقرء جھراً عند المشتغلین بالاعمال ومن حرمۃ القرآن أن لا یقرء فی الاسواق وفی

خاکِ حجاز کے نگہباں

مولانا یٰسین اختر مصباحی

ربِ کائنات کے آخری رسول، کائناتِ انسانی کے محسنِ اعظم، جنابِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تبلیغ و ہدایت سے کرۂ ارضی کا گوشہ گوشہ اسلام و ایمان کی تابانیوں سے جگمگا اٹھا۔ تاریکیوں میں اُجالا پھیل گیا، بیمار دل شفایاب ہو کر مسیحا بن گئے، مُردہ رگوں میں حیاتِ تازہ کی لہر دوڑ گئی، ڈوبتی نبضیں پلٹ آئیں، ویرانے لہلہا اٹھے اور آبادیاں باغ و بہار بن گئیں۔

ختمی مرتبت مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضانِ کرم نے قطروں کو بیکراں سمندر کی طغیانی اور ذرّوں کو ستاروں کا جمال بخشا، وحشیوں کو تہذیب و تمدّن کا امین و رازداں بنایا، اور بے سلیقہ انسانوں کو کشور کشائی و فرمانروائی کا حوصلہ دیا۔ باہمی جنگ و جدال کے خوگر عربوں کو ایک سلک گہر میں پرو کر اتحاد کا داعی و علمبردار اور افقِ انسانیت کا آفتاب و ماہتاب بنا دیا۔

وہ جدھر اٹھے ابرِ کرم بن کر کہ انسانی آبادیاں سیراب ہو گئیں، پژمردگی رخصت ہوئی اور بے آب و گیاہ میدان، شاداب خیابانوں، مرغزاروں اور کشت زاروں میں تبدیل ہو گئے۔ وہ جدھر بڑھے صفتِ سیلِ رواں ہو کر طوفانوں نے خود بڑھ کر راہیں دیں اور پتھر موم بن گئے۔ شوکتِ کسریٰ، شکوہِ قیصر اور عظمتِ دارا و جم ان کے قدموں سے پست کر فرشِ راہ ہو گئی۔ انہوں نے کبر و نخوت کے بتوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا، ان کا پرچمِ اقبال لہرایا تو قصرِ انسانیت کے برجِ رفیع پر نصب ہو گیا اور ان کی عظمت و جلال کے آگے "ایورسٹ" جیسی ہزاروں چوٹیاں سرنگوں ہو گئیں۔

انہوں نے اقوامِ عالم کو کامیاب و بامراد زندگی بسر کرنے کا سلیقہ بتایا۔ جہالت و غباوت کے ماحول میں علم و فن کی شمعیں فروزاں کیں اور علم و حکمت کے مراکز قائم کئے۔ انہوں نے تدبیر مملکت کے دستور مرتب کئے اور دنیا کو جہاں بانی کے آداب سکھائے۔ ان کی فتوحات کی تاریخ پڑھ کر آج بھی عقل انسانی انگشت بدنداں ہے۔ ان کے دانش کدوں کا جلال دیکھ کر آج بھی دنیا دنگ ہے اور ان کے جمال و رعنائی پر فریفتہ ہے۔ زبانیں خواہ اس کا اظہار نہ کریں اور قلم اس حقیقت کے اعتراف سے گریزاں ہو مگر مغربی مفکرین کے دلوں میں بھی یہ بات گھر کر چکی ہے کہ ؎

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پودا انہیں کی لگائی ہوئی ہے

بغداد، دمشق، کوفہ، قاہرہ، اسکندریہ، قزوین، شیراز، اصفہان، غرناطہ، اشبیلیہ، دہلی، لاہور، سمرقند، بخارا، یہ کیسے شہر تھے؟ جغرافیۂ عالم میں ان کی چمک دمک اور کیسی آن بان تھی؟ کیا تشنگانِ علوم کے قافلے مشرق و مغرب سے آکر ان سرچشمہ ہائے فکر و فن سے سیراب نہ ہوتے تھے؟ کیا ان کی حیرت انگیز ایجادات کی بنیاد پر آج کی سائنسی ترقیوں کا مدار نہیں؟ کیا ہمارے آبا کی کتابوں کا مغرب آج بھی خوشہ چیں نہیں؟

ہاں! مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کی خاک سے کیسے کیسے عظیم انسان پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنے پیچھے تدبر و دانائی، علم و حکمت، فہم و فراست، زہد و پارسائی، کردار و عمل، اولوالعزمی و بلند خیالی، عزیمت و استقلال اور فضل و کمال کی کیسی کیسی اعلیٰ روایتیں چھوڑی ہیں جن کا شیریں تصور ہمارا سکون قلب، جن کی مقدس یاد طمانیت روح، اور جن کے ذکر جمیل سے ہمارے دلوں کو نئی زندگی مل رہی ہے۔ ان کے گردوں شکار کارناموں کو سن کر آج بھی دلوں کا عالم زیر و زبر ہونے لگتا ہے۔

ایمان و یقین کی عظیم دولت نے انہیں عظمت و اقتدار کی اتنی بلندی تک پہنچایا کہ دیکھنے والے بڑے بڑے کج کلاہوں کی ٹوپیاں زمیں پر آگئیں۔ وہ مال دار تھے نہ

بڑی طاقت وقوت رکھتے تھے، آلات حرب وضرب کی بھی کوئی فراوانی نہ تھی۔ جنگی تدابیر بھی انہوں نے کم سیکھی تھیں۔ صرف اور صرف ایمان کی ایک بیش بہا نعمت تھی جس نے انہیں تاریخ کی بہادر اور کامیاب ترین قوم قرار دیا اور اس کی برکت سے انہوں نے راز ہائے عالم کو آشکارا کیا۔ انسانی زندگی کی پیچیدہ گتھیاں سلجھائیں۔ اسی کی انہوں نے اس طرح حفاظت کی کہ خود خالق کائنات ان کا محافظ اور حامی وناصر ہوگیا۔ اور اسی کے پیچھے وہ دوڑے تو ساری کائنات ان کے پیچھے دوڑ پڑی۔ اسی کو انہوں نے اپنی متاع عزیز سمجھا تو وہ خود سب سے عزیز اور انمول ہیرا بن کر سارے عالم سے مستغنی اور بے نیاز ہو گئے ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو\
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

کتاب وسنت کا ایک ایک ورق گواہ ہے کہ نبی ہاشمی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور تمام شعبہائے حیات میں آپ کی کامل وفاداری واطاعت شعاری ہی اصل اسلام اور خلاصۂ ایمان ہے۔ اسی راہ پر اگلوں کا سارا سفر حیات طے ہوا ہے اور ہر موڑ سے وہ سرخ رو اور کامیاب گزرے ہیں۔ گردشِ دوراں خود ان سے کترا گئی! وران کا سفر شوق جاری ہی رہا۔ دنیا اپنی پوری دل فریبی کے باوجود انہیں اپنی طرف متوجہ نہ کرسکی۔ اس نے یہ دولت چھیننے کی ہزار کوششیں کیں لیکن ہر قیمت پر انہوں نے اس انمول جوہر کی حفاظت وپاسبانی کی ہے کیوں کہ اسی سے ان کے دلوں میں تڑپ اور بازوؤں میں ہمت تھی، اور اسی کے ساتھ نظام زندگی ہی نہیں بلکہ سچ پوچھئے تو بزم ہستی کا وجود بھی وابستہ سمجھتے تھے، اور صبح وشام اس حقیقت کا وہ برملا اعلان کرتے تھے ؎

نبض ہستی تپش اسی نام سے ہے\
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے

لیکن اے لوگو! کیا ہوگیا آج اس سرزمین عرب کو جو کل تک ان کے نام پر مر مٹنے کو تیار تھی، جس کے بہادر اور جیالے فرزند خالد بن ولید نے رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم

کے موئے مبارک کو اپنے تاج سر کا زرنگار ہیرا سمجھا تھا جس کی برکت سے انہوں نے نہ جانے کتنی جنگیں جیتی تھیں۔ اور حضرت امیر معاویہ جیسے مدبر سپہ سالار اعظم نے جن کے ناخنِ مبارک کو اپنی آنکھوں کا نور بنانے کی وصیت کی تھی۔ جن کی محفل میں بیٹھنے کے آداب قرآن نے سکھائے کہ جب تم رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو تو بلند آواز سے نہ بولو۔ اور صحابہ کرام اس طرح ان کے پاس بیٹھتے کان علی رؤسھم الطیر، جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

جس مقدس منبر پر رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا کرتے، صحابہ کرام اسے عقیدت و محبت سے بوسہ دیا کرتے تھے اور مغیرہ بن شعبہ کی روایت کے مطابق سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی جو زمین پر گر رہا تھا صحابہ کرام اسے لے کر اپنے سروں پر ملنے کے لئے اس طرح دیوانہ وار جھپٹتے تھے جیسے اس کے لئے آپس میں جنگ ہو جائے گی اور وہ اپنی قیمتی زندگی اس پر قربان کردیں گے۔

اے چشمِ فلک! تو ہی بتا کیا یہ واقعات اسی سرزمین کے ہیں؟ کیا عاشقوں کا یہ ہجوم اسی بستی میں تھا؟ کیا شوق و وارفتگی اور عشق و محبتِ رسول کی یہ روایتیں اسی سرزمین عرب سے وابستہ ہیں؟

اگر ہیں، اور یقیناً ہیں، یقین ہی نہیں بلکہ اس پر ہمارا ایمان بھی ہے، تو کیا ان آنکھوں کو دھوکہ ہو رہا ہے کہ عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے اور خوابِ غفلت میں پڑے ہوئے یہ عرب کیا انہیں اسلاف کے اخلاف ہیں جن کی عظمت و رفعت کے ترانے پوری تاریخ انسانیت نے گائے ہیں۔ اور جن کے جلال و جمال کی پر وقار تاریخیں جبینِ دہر پہ نقش ہو چکی ہیں۔

اے اہل عرب! خدا کی بے شمار نعمتیں تمہاری زمین پر بکھری پڑی ہیں۔ اے آل سعود! ایمان و اسلام کی رسی مضبوطی سے تھام لو، یہ ساری کائنات تمہارے زیر نگیں آجائے گی۔ بس اپنے دل کو رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدتوں کا گہوارہ بنا لو پھر سارے جہان میں تمہاری عظمتوں کے ترانے گائے جائیں گے۔

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
وگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

دنیا جانتی ہے کہ شاہ فیصل السعود کے عہد حکومت میں اہل عرب بالخصوص سعودی عرب نے بے پناہ سیاسی، اقتصادی، تجارتی اور مادی ترقیاں کی ہیں اور "سیال سونے کی نہریں بہہ پڑی ہیں۔ صنعتی ترقی کا جال پورے ملک میں پھیل چکا ہے۔ جدید عمارات، سڑکوں، پلوں اور کارخانوں کی تعمیر کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔

بائیس لاکھ ترسیٹھ ہزار پانچ سو مربع کلومیٹر میں بسنے والے تقریباً ایک کروڑ سعودی باشندوں کو آج دنیا کی تمام تر سہولیات حاصل ہیں۔ ریاض، جدہ، مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ میں دینی و عصری تعلیم کے فروغ کے لئے کئی یونیورسٹیوں میں مفت تعلیم کا انتظام ہے زراعت میں کافی ترقی ہوئی ہے۔ تمام طبی سہولیات بھی انہیں حاصل ہیں۔ محکمۂ رسل و رسائل میں انقلاب عظیم پیدا ہو چکا ہے۔ مساجد اور مذہبی درس گاہوں کی تعمیر کے لئے سعودی حکومت کی طرف سے دنیا بھر میں ہر سال اربوں روپے خرچ کئے جا رہے ہیں۔

"سیال سونا" جس کی عملی دریافت ۱۹۳۵ء میں ہوئی۔ اس کا تناسب بڑھتے بڑھتے آج دنیا بھر میں تقریباً سب سے زیادہ ہو چکا ہے۔ فیصل السعود نے جب اپنے تدبر و ذہانت کے ہاتھوں اسرائیل دوست ممالک پر "پٹرول بم" پھینکا تو ہر طرف اندھیرا چھا گیا اور ایک گہرا سکوت طاری ہو گیا۔ ہالینڈ، ڈنمارک، بلجیم، اٹلی، امریکہ اور دیگر یورپین ممالک کے حلق سے چیخ نکل گئی اور ان کے ہوش و حواس جاتے رہے۔

وہ سیاسی طور پر اتحاد عالم اسلامی کے زبردست داعی تھے۔ تمام مسلم ممالک کو ایک متحدہ طاقت بنانے کے لئے انہوں نے کافی کوششیں کیں اور اس کے لئے انہوں نے مصر ۱۹۶۴ء، ایران دسمبر ۱۹۶۵ء، اردن جنوری ۱۹۶۶ء، سوڈان مارچ ۱۹۶۶ء، پاکستان اپریل ۱۹۶۶ء، ترکی اگست ۱۹۶۶ء، مراکش ستمبر ۱۹۶۶ء، گانا (وسط افریقہ) ۱۹۶۶ء، مالی ستمبر ۱۹۶۶ء، تیونس ستمبر ۱۹۶۶ء کے دورے کر کے اتحاد کی دعوت دی اور ان ممالک کی

حکمراں شخصیتوں سے اہم موضوعات پر تبادلہ خیالات کیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مسلم سربراہان مملکت کسی نہ کسی حیثیت سے ان کی طرف مائل ہو رہے تھے۔ یہی سب بنیادی اسباب تھے کہ عربوں کو دنیا کی اُبھرتی ہوئی "تیسری طاقت" کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ وہ چاہتے تو ریاض میں بیٹھ کر لندن، پیرس، برلن، ماسکو، نیویارک اور واشنگٹن کی سیاست پر بھی اثرانداز ہو سکتے تھے اور ان کے بدلتے ہوئے تیور کی ایک ایک لکیر یورپ کی پارلیمنٹوں میں پڑھی جاتیں۔

یہ سب کچھ صحیح ہے، لیکن دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ آخر ایمان کی کون سی کمزوری ہے اور کیا وجہ ہے کہ سامراجی طاقتوں کی نوزائیدہ ریاست (اسرائیل) تمہارے لئے عذاب مسلسل اور سوہانِ روح بن چکی ہے۔ اس کے جارحانہ حملوں نے تمہارا ناطقہ بند کر دیا۔ اپنی تمام ترقیوں اور طاقت کے باوجود ایک چھوٹی سی ریاست آخر تمہیں کیوں پائے حقارت سے ٹھکرا دے رہی ہے۔ اور تم سال بہ سال صرف مذاکرات اور کانفرنسوں کی صورت میں ایک دوسرے کے چہروں پر ذلت آمیز اور شرمناک ناکامیوں کی داستانیں پڑھ رہے ہو۔ وہ تمہارے لئے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی تجاویز اور سفارشات کو بھی قہقہوں کی گونج میں اڑا دیتی ہے، اور تم ہو کہ اس حقارت آمیز رویہ کے خلاف کوئی بھی دیرپا موثر اقدام کرنے سے عاجز رہ جاتے ہو۔

اب بھی اپنی بے راہ روی سے باز نہیں آتے اور اپنی آزادانہ زندگی اور عیش کوشی کے لبادوں میں لپٹے ہوئے ہو۔ تمہاری بے انتہا دولت یورپ کے بینکوں میں بیکار پڑی ہے جس سے ان کی اقتصادیات کو استحکام مل رہا ہے۔ تم اپنے وطن سے نکلتے بھی ہو تو نہ جانے کتنے عشرت کدے تمہارے وجود سے آباد ہوتے ہیں اور پھر مذموم حرکات اور لہو ولعب کا ایک طویل سلسلہ چل پڑتا ہے۔

یاد رکھو! تمہاری بیماریٔ دل کا علاج، تمہارے روحانی اور اخلاقی امراض کی شفا، نامرادیوں اور ناکامیوں کا حل، نہ لندن میں ہے نہ جنیوا میں، نہ پیکنگ میں ہے نہ ماسکو میں،

نہ واشنگٹن میں ہے نہ نیویارک میں۔ تم زمین کے ایک ایک ذرّے، سمندر کے ایک ایک قطرے، آسمان کے ایک ایک ستارے اور کتاب و سنّت کے ایک ایک حرف سے پوچھ لو تمہارا مطلوب صرف اور صرف گنبدِ خضریٰ کی سبز چھاؤں اور مقدس جالیوں کے قریب ہے اور بس ؎

آبروئے ما ز نامِ مصطفےٰ ست

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (پ ۵۔ ع ۶)

ترجمہ: اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں. پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

تم "الوحدۃ العربیۃ" کے نعرے لگاتے ہو اور قدیم جاہلی عصبیت کے گڑے ہوئے مُردے اکھیڑتے ہو، اپنی نسلی برتری کا تمہیں غرور ہے۔ یہ تمہاری بھول اور سخت نادانی ہے۔ اگر اسلام سے تمہاری نسبت نہ ہو اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتوں کا چراغ تمہارے دلوں میں روشن نہ ہو تو پھر دنیا میں تمہیں کوئی پوچھنے والا بھی نہ ہوگا اور وحشت و بربریت، جہالت و غبارت، جنگ و جدال کے اسی دورِ ظلمت میں داخل ہو جاؤ گے جس میں رہ کر تم نہایت محدود اور گمنام و بے مقصد زندگی بسر کر رہے تھے۔

سنو! یہ ہے وہ آواز جو عجم کے دُور دراز گوشوں سے نکل کر صحرائے عرب میں گونج رہی ہے ؎

محمد عربی سے ہے عالم عربی

ہوش میں آجاؤ! دیکھو اسرائیل کے توسیع پسندانہ عزائم اور جارحانہ اقدامات کیا تمہیں معلوم نہیں کہ صیہونی تحریک نے تمہارے خلاف بین الاقوامی سازشوں کا جال پھیلا رکھا ہے اور تم ہو کہ خوابِ خرگوش میں مست پڑے ہو۔ تمہاری متحدہ طاقت کو بھی آج صیہونیت کا ایک ہی حملہ پاش پاش کر دیتا ہے۔ "توریت کی ریاست" قائم کرنے کے لئے مذہبی اداروں اور علمی شخصیتوں کی خدمتیں وقف ہیں، تمہاری زمین پر اس کے قبضے، ہر جنگ میں بڑھتے

جارہے ہیں۔ سنہ ۱۹۴۸ء اور سنہ ۱۹۹۲ء کے اسرائیل کا نقشہ دیکھو تو دس گنا سے بھی زائد اسرائیلی رقبہ بڑھا ہوا نظر آئے گا "عظیم زرین اسرائیل" کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے ان کی ریشہ دوانیوں کا سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا جارہا ہے۔ دریائے نیل کے علاقے، بحر قلزم، سینا کا علاقہ، مملکتِ اردن، لبنان، شام، فرات اور سعودی عرب کے مغربی حصوں کو شامل کرکے "عظیم اسرائیل" کا قیام ان کی زندگی کا سب سے بڑا نصب العین بن چکا ہے۔ اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے خارجہ پالیسی اور فوجی طاقت کے اضافہ کے ساتھ اندرون اسرائیل نئی یہودی بستیاں بسائی جارہی ہیں۔ بیسیوں لاکھ فلسطینی مہاجرین کے داخلہ پر پابندی ہی کیا کم تھی کہ بچ جانے والے عربوں کی نسل کشی اور صبرا و شتیلہ میں ان کے قتل عام کے ہولناک مناظر سے زمین کا سینہ دہل اٹھتا ہے۔ بلڈوزر اور ڈائنامیٹ سے نہ جانے کتنی مسلم آبادیوں کا صفایا کیا جاچکا ہے اور ان کی زندگی اجیرن کی جاچکی ہے۔

کیا! اتنی ساری باتیں تمہیں راہِ راست پر لانے اور خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لئے کافی نہیں؟ کیا عراق اور لیبیا کی ناکہ بندی تمہاری آنکھ کھول دینے کے لئے کافی نہیں؟

خدا کی اس وسیع و عریض دنیا میں اس کی نعمتوں سے ہر شخص بہرہ اندوز ہو رہا ہے۔

تمہارے ہاتھوں میں تو اس وقت مرکزی طاقت ہے۔ رباط کانفرنس ستمبر سنہ ۶۹ء میں شاہ فیصل کی کوششوں سے اسلامی بینک قائم ہوا۔ ایک مستقل اسلامی سکریٹریٹ وجود میں آیا۔ فروری سنہ ۷۴ء میں اسلامی کانفرنس لاہور کی ایک اہم اور خفیہ میٹنگ میں یوگنڈا کے صدر عیدی امین نے شاہ فیصل کے لئے "خلیفۃ المسلمین" کی تجویز پیش کی جس پر بعض وجوہ کے سبب عمل نہ ہوسکا۔

لیکن بین الاقوامی سیاسی مبصرین اور مسلم دانش وروں کا کہنا ہے کہ ملک در ملک یہ سعودی امدادیں، تجویزیں، کانفرنسیں اور یہ مذاکرات ایک طرف! اگر اتحاد و اتفاق کے ساتھ "سوادِ اعظم" کے عظیم کارواں میں ہر ایک کی شمولیت ہوجائے تو پھر "پاسبانِ حرم" "خادم الحرمین" اور "خلیفۃ المسلمین" کا اعزاز ملنا صرف چند لمحوں کی بات ہے۔ اور اگر صحتِ ایمان کے

ساتھ۔ خیرامت بن جائیں تو پھر مسلمانان عالم ہی نہیں بلکہ پوری دنیا انہیں اپنا قائد اور سربراہ تسلیم کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار ہے۔

والیانِ نجد و حجاز کے لئے اب بھی موقع ہے کہ وہ اپنے اعمال وافعال کا سنجیدگی کے ساتھ احتساب کریں۔ ایران کے نئے کسریٰ رضا شاہ پہلوی کے عبرتناک انجام کو شاہ فہد اپنے سامنے رکھیں اور تاریخی حقائق سے انحراف نہ کریں۔

اے اہل عرب! خلافت ارضی کی وراثت تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ اس دنیا میں تم بھیڑ بکریوں کی طرح زندگی کے دن کاٹنے اور خودرو پودوں کی طرح اُگنے کے لئے نہیں آئے۔ کعبۃ اللہ، مسجد نبوی اور روضۂ رسول کے ظاہری تحفظ کی ذمے داری اس وقت تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ اگر تم چاہو تو پوری کائنات انسانیت کی قیادت و امامت کے فرائض انجام دے سکتے ہو۔

یہ اُبلتے ہوئے چشمے فریب نظر ہیں۔ ایسے ہزاروں چشمے تو مردِ مومن کے پاؤں کی ٹھوکروں سے اُبل سکتے ہیں۔

ہزار چشمے ترے سنگ راہ سے پھوٹیں
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر

کتاب و سنت کے حقیقی امین بن جاؤ تو شرق سے غرب تک کی دنیا تمہاری ایک نگاہ کیمیا اثر سے زندہ ہو سکتی ہے، اور تم چاہو تو پیاسی انسانیت کو سیراب اور آسودہ حال کردو۔

آج انسان ہر طرف سے گرفتارِ بلا ہے۔ روحانیات اور اخلاقیات کو پسِ پشت ڈال دیا گیا ہے۔ اقتصادی خوش حالی اور سیاسی برتری کے پیچھے ساری دنیا دوڑ رہی ہے۔ لادینیت اور اباحیت پسندی کا ہولناک سیلاب جدید دانش وروں کی صالح ذہنی و فکری صلاحیت کو غرقاب کئے دے رہا ہے۔ خیالات و نظریات تہہ و بالا ہو رہے ہیں۔ مغربی تہذیب کا عفریت شرم و حیا اور غیرت و ناموس کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر شارع عام پر رقص کرتا نظر آرہا ہے۔ الحاد و مغربیت کے بادل اُمنڈ اُمنڈ کر ہر طرف منڈلا رہے ہیں

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۔ (پ ۲۱۔ ع ۸)

ترجمہ: لوگوں کے اعمال کے سبب بحر و بر میں برائی پھیلی کہ لوگوں کو ان کے اعمال کا اللہ تعالیٰ مزہ چکھائے گا تاکہ وہ باز رہیں۔

بنی نوع انسانی اب خدا بیزار تہذیبوں سے گھبرا گھبرا کر اسلام کے سایۂ رحمت میں پناہ لینے کے لئے مضطرب اور بے چین ہے۔ افریقہ کے بے آب و گیاہ صحرا اور یورپ کی دم توڑتی ہوئی انسانیت اب اسلام کے نظام رحمت اور شفا خانۂ حجاز سے اپنی زندگی اور تازہ دمی کی سوغات مانگ رہی ہے۔ نہیں بلکہ اپنا دامن پھیلائے ہوئے انتظار کی راہیں دیکھ رہی ہے۔ تباہی کے دہانے تک پہونچ کر پیچھے پلٹنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے، لیکن اسے کوئی نجات دہندہ رہبر و راہ نما نہیں ملتا۔

اگر آج بھی تم درد و اخلاص کے ساتھ دنیا کو اسلام کا پیغام دو۔ اس تیرہ و تاریک ماحول میں ہدایتوں کا اُجالا پھیلاؤ، علم و فضل کی شمع جلا کر دنیا کو درخشندگی و تابانی کی دولت بخشو، تو پھر وہی موسم بہار پلٹ سکتا ہے، پھر خلافتِ راشدہ کی یاد تازہ ہو سکتی ہے اور ساری دنیا عدل و انصاف اور امن و آشتی کے گہوارہ میں سکون و اطمینان کا سانس لے سکتی ہے۔ صرف یقین محکم کے ساتھ عمل پیہم اور پُرسوز قلب و جگر کی ضرورت ہے۔

آج دنیا کے بیشتر حصوں میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کی تحریک چل رہی ہے۔ اپنے تابناک ماضی کی طرف پلٹنے کے عزائم پرورش پانے لگے ہیں اور اسلامی نظامِ حیات کو عملی شکل دینے کا رجحان تیزی سے بڑھتا اور پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ ایسی شکل میں خاکِ حجاز کا نگہبان یہ مردِ مسلمان انشاء اللہ سارے عالمِ انسانیت کی قیادت کے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ اور اسلامی نشاۃ ثانیہ کا نقیب بھی بن سکتا ہے بشرطیکہ اپنے اندر ایمان و اخلاص کا وہی جوہر پیدا کرے جو اس کے اسلاف میں تھا اور انہیں کی فکر بلند و عظمت کردار کا حامل و امین بھی بن جائے۔

بہرحال! جو قوم اس حقیقت پر ایمان رکھتی ہے کہ یہ سارا عالم مر کر پھر ایک بار جی اٹھے گا، روح جسم سے پرواز کرے گی اور پھر پلٹ آئے گی، بھلا اس کے سامنے مستقبل سے ناامیدی کا کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے؟ اس کا دل تو عزائم سے لبریز اور اس کی آنکھیں یقین و اعتماد سے پُرنور ہوتی ہیں۔ زبان حال اس حقیقت کا برملا اعلان کر رہی ہے کہ ؎

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی

حضرت علی کیلئے حضور کا فرمان

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت کی حفاظت کے لئے مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ (مطلب یہ تھا کہ میرے جیسے بہادروں کو میدانِ جہاد میں جا کر دشمنوں کے سامنے خداداد قوت کا مظاہرہ کرنا چاہیئے) تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا:

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (بخاری و مسلم)

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے نزدیک ایسے ہو جاؤ جیسے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے نزدیک تھے سوائے نبوت کے، کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

عورتوں اور بچوں کی حفاظت و نگرانی پر ایسے ہی شخص کو مقرر کیا جا سکتا ہے جو بہادر ہونے کے علاوہ قریبی عزیز اور عورتوں میں آجا سکتا ہو۔

سلطان العلماء

شیخ عزّ بن عبد السلام

از : علامہ عبد الحکیم شرف قادری ، لاہور

مصر میں اعلان ہوتا ہے ۔
"اے لوگو! تمہارے حکمران تمہارے غلام اور مملوک ہیں۔ وہ حکمرانی کے قابل نہیں ہیں ان کی نہ تو خرید و فروخت صحیح ہے اور نہ ہی ان کا کوئی تصرف اور نکاح درست ہے ۔ جب تک انہیں فروخت کر کے ان کی قیمت مسلمانوں کے بیت المال میں جمع نہیں کر دی جاتی اور اس کے بعد انہیں آزاد نہیں کر دیا جاتا۔"

دمشق کے عالم اور قاضی ، جامع بنو امیہ کے خطیب بلکہ اس دور میں عالم اسلام کے عظیم عالم دین ، سلطان العلماء عزّ بن عبد السلام نے یہ فتویٰ صادر کیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے زبان کے ساتھ ساتھ دانش و حکمت سے معمور دل اور نورانی روح عطا فرمائی تھی ۔ حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کے حوصلے سے سرشار فرمایا تھا۔

جوں ہی اس فتویٰ کا چرچا ہوا نظام مملکت اور قوانین سلطنت درہم برہم ہو گئے اور حکام کے فیصلے اپنا اثر و نفوذ کھو بیٹھے ۔ عوام الناس حیران تھے کہ کیا کریں اور حکمرانوں کی یہ حالت تھی کہ کوئی ان کے حکم کی تعمیل ہی نہ کرتا تھا۔

یہ اطلاع نائب سلطنت کو پہنچی تو وہ غصے سے پاگل ہو گیا ۔ سوچ بچار کے بعد امراء سلطنت کی میٹنگ طلب کی اور باہمی صلاح مشورے کے بعد طے کیا کہ شیخ کو بلا کر جواب طلبی کی جائے ۔ شیخ تشریف لا کر بھرے مجمع میں بیٹھ گئے تو ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے ہمارے بارے میں کیا فتویٰ دیا ہے ۔ ؟

شیخ ان کے اجتماع سے قطعاً مرعوب نہیں ہوئے بلکہ پرواہ تک نہیں کی۔ وہ ایک ایسے پہاڑ کی طرح دکھائی دے رہے تھے جسے طوفان جنبش تک بھی نہیں دے سکتے۔ انہوں نے پُرسکون اور با اعتماد انداز میں فرمایا،

"میرے نزدیک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تم سب غلام ہو اور اسلامی بیت المال کی ملکیت ہو۔ شرعی طور پر تمہارے تصرفات صحیح نہیں ہیں۔ کیونکہ غلام اپنے مولا کی اجازت کے بغیر کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔ اور اس کا کوئی حکم اس کے آقا پر نہیں چل سکتا۔ اس لئے میں نے فتویٰ جاری کیا ہے کہ تمہیں فروخت کیا جائے اور تمہاری قیمت بیت المال میں جمع کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر اور تمام علماء پر یہ فریضہ عائد ہوا ہے۔"

اراکین سلطنت نے پوچھا آپ کے فتوے سے خلاصی کی صورت کیا ہے؟ شیخ نے فرمایا:

"تمہارے لئے ایک بورڈ مقرر کیا جائے گا جو تمہیں فروخت کرنے کا اعلان کرے گا۔ تمہیں بیچ کر قیمت بیت المال میں داخل کر دی جائے گی۔ پھر تمہیں شرعی طریقے سے آزادی حاصل ہو گی تب تمہارے تصرفات صحیح ہوں گے اور شریعتِ مطہرہ کے صحیح طریقے کے مطابق تمہارے احکام قابل عمل ہوں گے۔"

شیخ کی گفتگو کیا تھی؟ ایک آسمانی بجلی تھی جس نے ان کے کانوں کے پردے پھاڑ دیئے اور ان کے جسموں پر لرزہ طاری کر دیا۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف استفہامی انداز میں دیکھا کہ اب کیا کیا جائے؟ شیخ خاموشی سے سر جھکائے ان کی سرگوشیوں کو سن رہے تھے۔ انہوں نے عمائدین حکومت سے پوچھنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ شیخ کی ہیبت اور روحانی قوت ان کے دل و دماغ پر چھا گئی اور انہیں کچھ کہنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ البتہ انہوں نے یہ معاملہ بادشاہ وقت کے سامنے پیش کر دیا اور فریاد کی کہ شیخ نے بڑی زیادتی کی ہے اور یہ فتویٰ سراسر ظالمانہ ہے۔

بادشاہ نے شدت سے محسوس کیا کہ حکومت کے ذمہ دار افراد پر بڑی زیادتی کی گئی ہے۔ اس نے شیخ کو طلب کیا اور تقاضہ کیا کہ اپنا فتویٰ واپس لیں۔ شیخ نے فتویٰ واپس لینے سے واشگاف الفاظ میں انکار کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے علماء پر ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ شاہانِ وقت اور امراء



دولت کے سامنے کھل کر حق کا اظہار کریں اور انہیں اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے کسی ملامت سے متاثر نہیں ہونا چاہئے۔

بادشاہ نے زیادہ زور دیا اور دھمکی آمیز گفتگو پر اتر آیا تو شیخ اپنے موقف پر ڈٹ گئے اور بادشاہ کے عتاب کو کوئی وقعت نہ دی بلکہ جلال میں آکر فیصلہ کیا کہ میں اس شہر میں نہیں رہ سکتا جہاں کا بادشاہ ظالم ہو اور اس کے برے امراء و وزراء باطل سے کنارہ کش ہونے کے لئے تیار نہ ہوں۔

شیخ نے اپنا ضروری ساز و سامان ایک گدھے پر لادا اور اپنے اہل عیال کو کرائے کی سواریوں پر سوار کیا اور خود ان کے پیچھے پیدل چل پڑے ارادہ یہ تھا کہ قاہرہ کو چھوڑ کر اپنے پیدائشی وطن شام چلے جائیں گے انہوں نے ذلت و رسوائی کے ساتھ قیام پذیر ہونے کی بجائے مشقت اور مصیبت سے پُر ہجرت کی شرافت اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

حقیقت یہ تھی کہ انہوں نے دین کے لئے دنیا اور دار بقا کے لئے دارِ فنا تج دینے کا عزم کر لیا تھا۔

لیکن وہ زندہ قوم جس کے دل کی گہرائیوں میں مخلص علماء کی محبت جاگزیں تھی۔ جو ان کے احکام کو دل و جان سے قبول کرتی تھی۔ اور جو ان کے مقام کو اپنی قابل فخر تاریخ میں محفوظ کرنا جانتی تھی اس قوم کے جیالوں نے گوارا نہ کیا کہ یوں علم و فضل، پاکدامنی اور شجاعت، اخلاص اور خود داری اپنے وطن سے رخصت

ہو جاتے اور ہم بے جان جسم کی طرح اکیلے ہی یہاں پڑے رہیں۔ اس قوم کے علماء اور تاجر، عورتیں بچے اور مرد سب کے سب شیخ کے پیچھے پیچھے چل دیئے اور یہ تہیہ کر لیا کہ جہاں شیخ جائیں گے ہم بھی وہیں جائیں گے اور جہاں شیخ قیام کریں گے ہم بھی وہیں رہیں گے۔ سارے کا سارا شہر خالی ہو گیا۔ صرف چند عورتیں اور بچے باقی رہ گئے تھے جو اپنا ساز و سامان سمیٹ کر اپنے رشتہ داروں کے پاس پہونچنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ لوگوں کے جسموں پر حکومت کرتے ہیں۔ دلوں پر تو وہ لوگ حکومت کرتے ہیں جو صحیح معنوں میں عالم ہوتے ہیں۔ جسموں اور دلوں پر حکومت کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بادشاہ کو بھی اطلاع مل گئی کہ شیخ ترک وطن کر کے جا رہے ہیں اور تمام آبادی اس کے پیچھے روانہ ہو چکی ہے۔ بادشاہ کو بتایا گیا کہ شہر میں ایک فرد بھی باقی نہیں رہا۔ سب لوگ شیخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہجرت کر گئے ہیں۔ اب آپ کس پر حکومت چلائیں گے؟ جو فیصلہ کرنا ہے فوری طور پر کیجئے!

بادشاہ لرز گیا۔ اسے اپنی ذات بڑی حقیر معلوم ہوئی۔ اسے اپنا خوفناک انجام سامنے دکھائی دینے لگا۔ اس کے اکثر و بیشتر نوکر چاکر شیخ کے ہمراہ جا چکے تھے۔ بادشاہ بلا تاخیر سوار ہوا اور بچے کھچے خدام کو ساتھ لے کر شیخ کی خدمت میں جا پہونچا۔ اور بہت دیر تک منت سماجت کرتا رہا اور شیخ کو راضی کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر شیخ کی طرف سے ایک ہی انکار تھا۔ بالآخر بادشاہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور شیخ کا فتویٰ تسلیم کر لیا کہ اراکین دولت کو سرِ بازار فروخت کیا جائے گا اور ان کی قیمت مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرا دی جائے گی۔

شیخ کی واپسی کے دوسرے دن نائب سلطنت کو شیخ اور بادشاہ کے درمیان ہونے والی گفتگو اور اس فیصلے کی خبر ملی کہ امراء و وزراء کو سرِ عام فروخت کیا جائے گا تو اس نے اپنا ایک نمائندہ بھیجا جو اپنی حکمت عملی، شیریں بیانی اور انعام کی پیشکش کے ذریعے شیخ کو اپنا فتویٰ واپس لینے پر آمادہ کرے لیکن شیخ کا فیصلہ اٹل تھا۔ وہ کسی صورت بھی اپنی رائے بدلنے پر تیار نہ ہوتے تو نائب سلطنت کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی۔ اس نے کہا:

"ہائے افسوس! یہ شیخ بازاروں میں ہمارے بارے میں اعلان کریں گے



اور ہمیں معمولی مال و متاع کی طرح فروخت کریں گے حالانکہ ہم قوم کے قائد ہیں۔ زمین کے بادشاہ ہیں ہم رعایا کے امراء اور سردار ہیں۔ خدا کی قسم! میں اپنی اس تلوار سے شیخ کا سر قلم کردوں گا اور ان کا بے جان جسم میرے قدموں میں پڑا ہوا دکھائی دے گا۔"

یہ کہا اور اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ شیخ کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔ مارے غصّے کے اس کا برا حال تھا اور ننگی تلوار اس کے ہاتھوں میں دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔

جاتے ہی پوری قوت سے دروازہ دھڑ دھڑایا۔ شیخ کے صاحبزادے یہ معلوم کرنے کے لئے باہر آئے کہ دروازے پر کون ہے؟ کیا دیکھتے ہیں کہ باہر نائب سلطنت کھڑا ہے، اس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار ہے اور وہ اتنا غضبناک ہے کہ وہ صاحبزادے ہی کا کام تمام کر دے گا۔

وہ پلٹ کر والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ گھبراہٹ سے ان کا رُواں رُواں کانپ رہا تھا۔ خوف کسی برچھی کی طرح ان کے دل کے پار ہو رہا تھا۔ اور آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا۔ اسی حالت میں انہوں نے صورت حال والد گرامی کے گوش گزار کی اور ان الفاظ میں درخواست کی۔

"اباجان! دروازے پر موت کھڑی ہے۔ خدا کے لئے آپ اپنی جان پر اور ہم پر رحم کھائیں اور باہر نہ جائیں۔"

شیخ نے اپنے بیٹے کی گفتگو کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ مکمل حوصلے اور سچے عزم کے ساتھ مسکراتے ہوئے اپنے لخت جگر کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"بیٹے! تیرے باپ کی قسمت میں کہاں کہ وہ خدا کی راہ میں شہید ہو جاتے۔"

بیٹے کے ہاتھ سے دامن چھڑاتے ہوئے اس طرح دروازے کی طرف لپکے جیسے تیرِ قضا ہو یا آسمان سے گرنے والی بجلی۔

جیسے ہی شیخ کی نگاہ نائب سلطنت

پر پڑی اسے یوں محسوس ہوا کہ شیخ کی روحانی قوت اس پر حاوی ہو گئی ہے اور وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا طاقت کا سارا غرور اور غیظ و غضب جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ بے ساختہ عجز و انکساری کے ساتھ جھکا ہوا سر اٹھایا اور شیخ سے درخواست کی کہ میرے لئے دعا فرمایئے اللہ تعالٰی میرے اس جرم کی توبہ قبول فرمائے۔

پھر پوچھنے لگا۔

جناب عالی! اب آپ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اور آپ کے اشارے کے پابند ہیں۔

شیخ نے فرمایا:

تمہیں فروخت کروں گا اور تمہاری قیمت مسلمانوں کی ضروریات میں صرف کروں گا۔

نائب نے کہا قیمت کون وصول کریگا؟

شیخ نے فرمایا:

میں بیت المال کے وکیل کے فرائض سرانجام دوں گا۔ اگر بیت المال کا کوئی ذمہ دار منتظم نہ ہو تو قاضی اس کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

نائب کچھ دیر خاموش رہا اور ندامت کے آنسو بہاتا رہا، شوکت اقتدار اور غرور شاہی کی جگہ عجز و انکساری سے طاری ہو گیا اور اس کے دل نے کہا کہ شیخ کا حکم مانے بغیر چارہ نہیں، بے خودی کے عالم میں کہنے لگا۔

"ہم نے معاملہ آپ کے سپرد کر دیا آپ جو چاہیں کریں۔ انشاء اللہ تعالٰی آپ ہمیں صابر پائیں گے اور ہم آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔"

شیخ نے ایک شخص کو مقرر کیا کہ بازار میں جاکر ایک ایک امیر کو فروخت کر دے۔ اس شخص نے سر بازار اعلان کیا اور بھاری قیمت پر تمام امراء کو فروخت کر دیا۔ شیخ نے وصول ہونے والی تمام رقوم کارہائے خیر اور عام مسلمانوں کی ضروریات پر صرف کر دیں۔

پھر شیخ نے اعلان کیا کہ عوام الناس جنہیں چاہیں اپنے حکام اور وزراء منتخب کرلیں۔ سب نے بالاتفاق ان ہی وزراء کو منتخب کر لیا۔ ان ہی کے حکام سلطنت ہونے کی توثیق کر دی اور انہیں دوبارہ ان کے مناصب پر بحال کر دیا۔

تب حضرتِ شیخ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ متوجہ ہوئے اور فرمایا!

"اب امراء و حکام کے تصرفات درست ہیں۔ پہلے یہ غلام اور مملوک تھے اب آزاد ہوئے ہیں۔ اب انہیں

امت مسلمہ کے تمام معاملات میں کاروائی کا حق پہونچتا ہے۔ اب یہ صحیح معنوں میں رعایا کے حاکم اور محافظ بنے ہیں۔"

خداداد صلاحیتوں والے یہ قدسی نفوس جن کا قول، امت کے مستقبل کی عملی اصلاح کے سانچے میں ڈھلا ہوا ہوتا ہے۔ اپنے ایمان کی صداقت، انسانی عظمت، اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل اعتماد اور دین پر غیر متزلزل کی بدولت تاریخ کا دھارا موڑ دیا کرتے ہیں۔ حکومتوں کے نقائص دور کر دیا کرتے ہیں اور عوام الناس کو کامیابی و کامرانی کی راہ پر ڈال دیا کرتے ہیں۔
رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ وآلہٖ

کلام شیخ سعدی

واجد حسین رضوی کا انتقال

یہ خبر اہل سنت کے لئے افسوسناک ہے کہ سیٹھ واجد حسین رضوی (فروٹ مرچنٹ جھریا ضلع دھنباد) کا ۱۸ر اپریل ۹۳ء کو انتقال ہو گیا۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) ادارہ سنی دنیا اور حضور جانشین مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ جملہ پسماندگان کے غم میں برابر شریک ہیں اور مغفرت کی دعا کر رہے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرما۔ آمین! سیٹھ واجد حسین رضوی کا چہلم ۲۰ر مئی ۹۳ء کو ہوگا۔ اس میں تمامی اہل سنت سے شرکت کی درخواست ہے۔

محمد سمیع اللہ رضوی
(سکریٹری مدرسہ حمایت الاسلام جھریا بہار)

بد مذہبوں سے اتحاد کا حکم

از
مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی
مظفر پوری

حضرت علامہ نائب سرکار مفتی اعظم ہند عظیم البرکۃ رفیع الدرجۃ مولینا الحاج مفتی محمد اختر رضا خاں صاحب قادری نوری ازہری مدظلہم النورانی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) دور حاضرہ میں ہر خاص وعام مولوی حضرات وائمہ مساجد سے یہ سنی جارہی ہے کہ اتحاد، اتحاد، اتحاد سب ایک ہوں۔ اس اتحاد میں تمام فرقہائے باطلہ بھی شامل ہیں۔ اتحاد ہونے کے بعد ان کے عقائد کفریہ پر یا ان پر حکم شرع لگانے سے سکوت اختیار کرنا پڑے گا۔ اگر سکوت اختیار نہیں کرتے تو اتحاد نہیں رہے گا۔ اب سکوت اختیار کرنے والوں پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور ان اماموں کی اقتدا میں نماز پڑھنے والوں پر کیا حکم ہے ان کی اقتدا حرام ہے یا نہیں؟

خیر خواہِ امت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حدیث پاک میں ارشاد والاشان ہے۔ ان کی عیادت کو نہ جاؤ، ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو، ان کو سلام نہ کرو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو، ان کو اپنے سے دور رکھو، ان سے خود دور رہو وغیرہ وغیرہ پر عمل کرنا چاہئے یا اتحادیوں کا ساتھ دینا چاہئے؟ اس ارشاد مبارک کی روشنی میں اتحادیوں پر حکم شرعی کیا ہے۔ ایسے اماموں کو امامت کے لئے رکھنا کیسا ہے؟ اور سنی علمائے کرام وائمہ مساجد کو وہابیوں، دیوبندیوں، رافضیوں اور بوہروں خوجوں کے ساتھ مجلسوں میں شریک ہونا کیسا ہے؟ کیا موجودہ خطرناک حالات اور فساد والے ماحول میں شریعت کا حکم بدل گیا ہے۔ اور اب کیلئے نئے حالات میں نئے قوانین پر عمل ہوگا۔؟

(۲) ہندو مسلم بھائی بھائی دونوں گروہ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے کہتا ہے جو کچھ ہوگیا وہ ہوگیا۔ اب ہم تم دونوں بھائی بھائی ہاتھ ملاتے ہیں اور ایک دوسرے کو "جے ہند" کہتے ہیں۔ رخصت ہوتے وقت یہ طریقہ جو اپناتے ہیں کیسا ہے شریعت کا حکم اس فعل پر کیا ہے۔؟

(۳) اتحادیوں کی تمام باطل فرقوں کے ساتھ یہ صدا ہے کہ اب ہم تم ساتھ رہیں گے اور ساتھ مریں گے اس قسم کی آرزو رکھنے والے کا حشر کس کے ساتھ ہوگا۔؟

(۴) اتحادیوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ عقائد و مسلک کے تمام معاملات میں ہر فرقہ اپنی اپنی جگہ آزاد ہوگا۔ اور اپنے منبر سے اپنے عقائد کی اشاعت کرے گا مگر تمام فرقوں کا متحدہ سیاسی محاذ ہوگا اور اس میں سب شریک ہوں گے۔ تمام کی ایک سیاسی آواز ہوگی۔ یہ فعل و عمل شرعاً جائز ہے۔ امید کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں حکم صادر فرما کر ہم عوام اہلسنت کی رہبری و رہنمائی فرمائیں گے۔ (بحوالہ اردو ٹائمز)

(۵) میٹنگ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم سب مل کر ایک متحدہ لائحہ عمل بنائیں اور اپنے مسلکی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر ایک سیاسی متحدہ پلیٹ فارم بنائیں اور جو علماء قوم کو بانٹنے کا کام کر رہے ہیں پہلے ان سے نپٹیں کیوں کہ یہ امت کو غیروں کے ہاتھوں بیچ رہے ہیں اور ایک سودا کئے ہوئے ہیں۔

آیا نمبر (۵) والا مضمون مسلک اہل سنت کے موافق ہے یا نہیں ایسا جملہ استعمال کرنے والے کی اقتدا صحیح ہے یا نہیں اور ان کی ہاں میں ہاں کرنے والے کثیر اماموں کی اقتدا کے بارے میں کیا حکم شرع ہوگا اور ان سب پر حکم شرعی کیا عائد ہوگا۔ یہ بیان اردو ٹائمس میں شائع ہوا ہے۔ اس کی زیروکس کاپی حاضر خدمت ہے۔ غربائے اہل سنت کی حکم شرع ارشاد فرما کر رہنمائی کیجئے۔ بینوا توجروا۔

احمد عمر ڈوسا حشمتی، ہارون بھائی منیش مارکیٹ بمبئی، اقبال نوری حبیب میاں نوری۔

۷۸۶/۹۲

الجواب

بعون الملک الوہاب

بد مذہب جن کی بد مذہبی حد کفر کو پہنچ چکی ان سے اتحاد و وداد قلبی ہی کفر ہے اسلام و کفر کا اتحاد چہ معنی دارد؟ معاذ اللہ کیا اسلام کفر ہو جائے گا، حاشا۔ پھر اس اتحاد نامراد سے حاصل کیا؟ سوائے اس کے کہ اپنا ایمان کھویا۔ قرآن تو فرمائے واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین ٥ اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ ان سے بڑا ظالم کون جنھوں نے اللہ تعالٰے اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی جناب میں دریدہ دہنی کی۔ قوم ظالمین میں تو مبتدع اور فاسق تک داخل ہیں اور ان سب کے ساتھ قعود (بیٹھنا) ممتنع ہے۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے۔ وان القوم الظلمین یعم المبتدع والفاسق والکافر والقعود مع کلھم ممتنع ـــ بلکہ مرتدین کے کفر و

ارتداد پر مطلع ہو کر انھیں کافر نہ جاننا بلکہ ان کے کفر و عذاب میں شک کرنا بھی کفر ہے۔ من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر۔ اور جو ایسا ہے اس کی اقتدا حرام، اسے امام بنانا حرام بدکام کفر انجام۔

حضور دانائے خفا و ظہور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا تجالسوھم ولا تواکلوھم ولا تشاربوھم ام۔ نہ ان کے پاس بیٹھو، نہ ان کے کھاؤ، نہ ان کے ساتھ پیو۔ کیا ان کے جلسوں میں شرکت، لا تجالسوھم کی مخالفت نہیں؟ کیا ان کے ساتھ کھانے پینے، شادی بیاہ کرنے اور ان کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت۔ ان سے اتحاد کی ممانعت نہیں؟

یہ مرتدین وہی تو ہیں جنہوں نے تفریق بین المسلمین اور نفاق ڈالنے کے لئے مسجد قبا کے مقابل مسجد ضرار بنوائی۔ دور نہ جائیے حال ہی میں عراق و امریکہ، یعنی صلیب و ہلال کی جنگ میں کس نے ہتھیار ڈالے۔ صدام حسین کو دھوکے کس نے دیئے۔ عراق کے ٹکڑے ٹکڑے کرانے کی سازش کون کررہا ہے یہ وہی مسجد ضرار والے تو ہیں جو کہتے ہیں۔ ع

اپنا کعبہ الگ بنائیں گے

سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صاف ارشاد فرمادیا۔ لا تحالفوا فی الاسلام حلفا۔ اب اسلام میں حلف پیدا نہ کرو۔ یعنی کافروں کو حلیف نہ بناؤ۔ حضرت عبادہ ابن صامت نے جنگ احزاب کے دن سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے ساتھ پانچ سو یہودی ہیں جو میرے حلیف ہیں۔ میری رائے ہے کہ میں دشمن کے مقابل ان سے مدد حاصل کروں تو حکم نازل ہوا۔ لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین۔ مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں مسلمانوں کے سوا۔ اور فرمایا۔ یاایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم ہ اے ایمان والو! غیروں کو رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے جتنی ایذا تمہیں پہنچے۔ الغرض ان سے اتحاد کی ہرگز اجازت نہیں اور پھر ضرورت بھی کیا ہے۔ پہلے اہل سنت ہی آپس میں متحد ہوجائیں یہ اتحاد کیا کم رنگ لائے گا؟ مگر وائے افسوس کہ اتحاد کیا ہوگا۔ روز بروز اختلاف بڑھتا ہی جارہا ہے۔ اقتدا بہ لاؤڈ اسپیکر پر مشاہیر کبار اہل سنت نے عدم جواز کا فتویٰ دیا مگر کچھ نے اس میں بھی اختلاف کرلیا۔ اذان ثانی بیرون مسجد کا مسئلہ فقہاء کرام سے مصرحہ تھا۔ مگر کچھ نے اس سے بھی اختلاف رکھا گھڑی کی چین کا مسئلہ اکابر سے منقح تھا مگر کچھ نے اس میں بھی اختلاف کرلیا۔

ٹی وی، ٹائی وغیرہ بہت سے مسائل میں نظریاتی اختلاف ایسا طوفان لایا کہ تھمنے کا نام نہیں لیتا بلکہ مسلکی اختلاف سے بھی پرے ہو گیا۔ اس اختلاف نے اپنوں کو تو غیروں سے ملنے پر مجبور کر دیا۔ مگر اپنوں کو اپنے سے بہت دور کر دیا۔ کاش اہل سنت کے یہ جگر پارے، جماعت کے اہم افراد، یہ بیش قیمت موتی جماعتی کاموں میں ہی ایک لڑی بن جائیں۔ اے مولٰے اپنے حبیب کے صدقے میں ہماری جماعت کو متحد کر دے مسلک کے قیمتی سرمایہ کو متحد فرما دے

زمانہ منتظر ہے پھر نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

ضرورت ہے کہ پہلے اہل سنت ایک پلیٹ فارم پر آئیں اور "وعلی اللہ فلیتوکل المومنون" پر کار بند ہو جائیں پھر ہماری چاندی ہے۔ انشاء اللہ وعدۂ الٰہی، "سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب بما اشرکوا باللہ" کوئی دم جاتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گے کہ انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا" پھر اپنا رنگ دکھلائے گا:۔

اور اگر مصلحت پسندی ہی مقصود ہے تو جن سے مال و جان کا خوف ہے انھیں سے ظاہری برتاؤ کیوں نہیں کر لیتے کہ ایسے وقت میں اتنی رخصت شرع مطہر نے دے رکھی ہے۔

قال اللہ تعالٰی۔ الا ان تتقوا منھم تقتہ مگر یہ کہ تم ان سے واقعی ڈرو۔ البتہ عوام جو ان کے عقائد باطلہ سے واقف نہیں ان سے اتحاد میں حرج نہیں۔ وہ ناواقف ہیں انھیں تو قریب کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو بعض مراسم اہلسنت کے پابند نہیں آزاد خیال ہیں اور ان کے بارے میں ضروریات دین میں سے کسی ضرورت دینی کا انکار معلوم نہیں وہ سب بھی اسی میں داخل ہیں۔ بلکہ بلا وجہ ان سے کرید کی ضرورت بھی نہیں۔ انہیں تو مثبت انداز میں اپنے عقائد و مسلک کی خوبی بتائیں وہ سب ان طواغیت کے حکم سے مستثنٰی ہیں۔ ان سے اتحاد کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر جو واقعی کفری عقائد رکھتے ہوں یا ان پر مطلع ہو کر مرتدین کے حامی ہوں۔ جن سے مسلمانوں میں پھوٹ پڑی: ان سے بجز نقصان فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ زمان برکت نشان میں منافقوں کو جماعت مسلمین سے چھانٹ چھانٹ کر کیوں نکالا گیا۔ اسی لئے تو کہ انہوں نے چالاکی سے یہ راہ اختیار کی تھی کہ مسلمانوں کے غنیمت میں شریک اور کافروں سے حصہ بانٹ۔ ہاں اگر وہ ہماری کسی دفاعی کوشش میں ہم نوائی کرتے ہیں تو حرج نہیں۔ یوں ہی ان کی دفاعی کوششوں کی ہم مخالفت نہ کریں۔

ہم کہیں بابری مسجد، مسجد ہے۔ اس سے ظالموں کو غاصبانہ قبضہ سے بے دخل کرایا جائے وہ تائید کریں۔ وہ کہیں تو ہم تائید کریں یعنی اتفاقی مسائل میں کوئی کسی کی مخالفت نہ کرے ہر جماعت ایک ہی مطالبہ کرے اور جو لائق مذمت ہو اس کی مذمت کرے اس قدر اتحاد میں شرعاً کوئی حرج نہیں اور یہ اجتماعی آواز اور دشمنوں کے لئے ہیبت کا سامان ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۲:۔ یہ قول و فعل مسلمان نہ کریں۔ اور کفار کی طرف سے ہو اور رد و انکار میں اندیشہ ضرر ہو تو دل میں برا جانیں۔ بظاہر سن لیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۳:۔ لکل امری مانوی، جیسی نیت ویسا پھل، اور المرء مع من احب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

۴:۔ ناجائز ہے کما مر، اور معاذ اللہ مرتدین کو ان کے عقائد نجسہ کفریہ کی اشاعت کے لئے اجازت دینا، اس سے راضی رہنا حرام اشد حرام کفر انجام ہے۔ ایسا کہنے والے توبہ و تجدید ایمان اور بیوی رکھتے ہوں تو تجدید نکاح بھی کریں کہ اشاعت کفر کی اجازت دینا بھی کفر ہے اور الرضاء بالکفر کفر، میں داخل ہے جہاں جس بات کے ازالہ کا حکم نہیں وہاں تعرض نہ کرنا اولٰی ہے اور یہ کہنا کہ ایسا کرو یہ اور یہ مراسم کفر کی اجازت تو سلطان اسلام بھی نہیں دے سکتا۔ کیا اجازت کفر دے کر خود کافر ہوگا۔ بلکہ وہی نترکھم وما یدینون رد المحتار میں ہے۔ لیس المراد انہ جائز نامرھم بہ بل بمعنی نترکھم وما یدینون نھو من جملۃ المعاصی التی یقرون علیھا کشرب الخمر ونحوہ ولا نقول ان ذلک جائز لھم فلا یحل للسلطان ولا للقاضی ان یقول لھم افعلوا ذلک ولا ان یعینھم علیہ، بخلاف اس کے کہ جو کچھ فریقین کی تراضی و قرار داد سے ہو۔ کذا فی الرضویہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

۵:۔ مسلکی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر سیاسی اتحاد بنانا، گاندھوی علماء کی سنت مستمرہ رہی ہے شبلی نے کہا تھا۔

اب صورت ملک و دیں نئی ہے
افلاک نئے نئی زمیں ہے
سب بھول گئے ہیں ماسبق کو
گردوں نے الٹ دیا ورق کو

ایسا کرنے والے انھیں میں سے ہیں ومن یتولھم منکم فانہ منھم۔ سنی علماء کو تو یہ کہنا چاہئے ۔

چلنا چاہے زمانہ تو مرے ہمراہ چلے
غیر ممکن ہے چلوں میں روش عام کے ساتھ

لمذکورۃ السوال، "جو علماء قوم کو بانٹنے کا کام کر رہے ہیں الخ وضاحت طلب ہے

اگر اس سے قائل کی مراد علماء حق ہیں تو یہ سخت بہتان اور غلط الزام ہے قائل توبہ کرے اور اگر اس کی مراد علماء سو ہیں تو کیا بعد تفسیر مراد ان کا یہ اتحاد نامراد برقرار رہ سکے گا؟ الغرض یہ باتیں نہایت مضر اور صلح کلیت کی طرف مشعر ہیں۔ قائل کو سمجھایا جائے اور وہ قبول حق میں تامل کرے، توبہ کرے ورنہ اسے امام و دینی پیشوا بنانا ناجائز و حرام ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد مطیع الرحمٰن رضوی

مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم

تحسین رضا غفرلہٗ

جوابات صحیح اور اچھے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد صالح غفرلہٗ

مولانا یٰسین اختر مصباحی کی تازہ تصانیف

- بابری مسجد کی شہادت اور تعمیر نو۔ = /۱۵
- خاک حجاز کے نگہبان = /۸
- سواد اعظم = /۶

ملنے کا پتہ:۔ حجاز پبلیشنگ ہاؤس
۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

فتاویٰ مصطفویہ حصہ سوم

تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاوے کا تیسرا حصہ جناب انجینئر قربان علی صاحب حامدی کی کوششوں سے منظر عام پر آرہا ہے۔ کتابت تیزی سے جاری ہے۔ جن حضرات کے پاس حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے فتاوے محفوظ ہوں۔ ان سے گزارش ہے کہ اصل یا فوٹو کاپی ارسال کریں تاکہ ان کے شکریہ کے ساتھ شامل فتاویٰ کیا جا سکے۔ رابطہ کا پتہ

الحاج قربان علی صاحب، کیئر آف مکتبہ سنی دنیا ۸۲۔ سوداگران بریلی یوپی

ایجینٹ حضرات سے گزارش

ماہنامہ "سنی دنیا" کے ایجینٹ حضرات سے گزارش ہے کہ جن جن لوگوں کے پاس حساب پہونچ چکا ہے۔ وہ فوری طور پر واجب الادا رقم ادارہ کو ارسال کرکے شکریہ کا موقع عنایت کریں۔

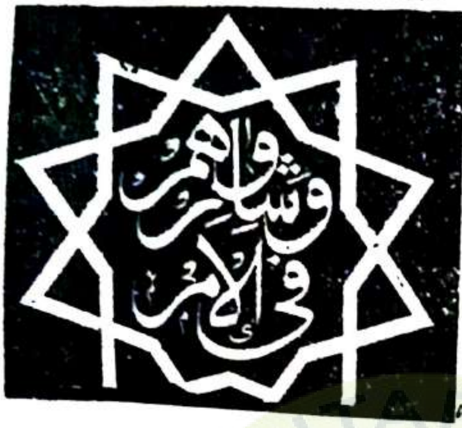
منیجر ادارہ سنی دنیا
۸۲۔ سوداگران رضا نگر بریلی
۲۴۳۰۰۳۔ (یوپی)

لفظ اعلیٰ حضرت تعارف اور استعمال

مولانا محمد شمشاد حسین رضوی
مدرسہ شمس العلوم بدایوں شریف

لفظ "اعلیٰ حضرت" دو لفظوں سے مرکب ہے۔ "اعلیٰ" اور "حضرت" سے۔ یہ دونوں لفظ الگ الگ معنی رکھتے ہیں۔ "اعلیٰ" لغت میں افضل اور عظیم ترین کو کہتے ہیں۔ مگر لفظ "حضرت" دربار، بارگاہ کا معنی دیتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ ایک کلمۂ تعظیم ہے جو بزرگوں، علماء اور صلحاء کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور ان دونوں لفظوں کا مجموعہ "اعلیٰ حضرت" ایک ایسا معنی دیتا ہے جو شان امتیازی کی نشاندہی کرتا ہے۔ اور امثال و اضراب میں ممتاز حیثیت کی خبر دیتا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ اس کا استعمال کس کس کے لئے کیا جا سکتا ہے۔؟ اس بارے میں ہمیں یہ عرض کرنا ہے کہ لفظ "اعلیٰ حضرت" اپنے اندر معنیٔ وصفی رکھتا ہے۔ اور یہ لفظ اپنے معنیٔ وصفی کے اعتبار سے ہر ایک انسان کے لئے بولا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس انسان میں وہ تمام خوبیاں، کمالات پائے جائیں جن پر یہ معنی وصفی صادق آ سکے۔ اور اگر ایسے انسان کے لئے یہ لفظ بولا گیا جس میں مذکورہ کمالات نہیں ہیں۔ تو میرے خیال میں "اعلیٰ حضرت" کا اطلاق بس انسان کے لئے سرے سے غلط ہوگا۔ اور یہ اطلاق محض خوش عقیدگی مبالغہ آرائی یا شخصیت پرستی پر مبنی ہوگا۔

کہا گیا ہے کہ العرفُ قرینةٌ قویةٌ کہ عرف ایک قرینہ قوی ہے۔ عرف اردو زبان ہی نہیں بلکہ ہر زبان و ادب میں اس کی کیا اہمیت ہے؟۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ عرف سے مراد عام بول چال ہے۔ لفظ "اعلیٰ حضرت" اگرچہ اپنے معنیٔ وصفی کے اعتبار سے عام ہے۔ اور ہر کسی کے لئے اس کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عرف میں اس کا استعمال صرف امام احمد رضا کے لئے کیا جاتا ہے۔ اردو زبان و ادب میں جب بھی



یہ لفظ بولا جاتا ہے اس سے ذہن فوری طور پر امام احمد رضا کی طرف جاتا ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پاکستان کے مولانا کوثر نیازی۔

" اردو زبان و ادب میں جب کبھی " آنحضرت" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے سرکار ختمی مرتبت کا وجود باجود ذہن میں آجاتا ہے اور جب "اعلیٰ حضرت" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے سرکار کے ایک غلام" احمد رضا خاں بریلوی کا نام سامنے آجاتا ہے۔"

اسی طرح کے اور بھی الفاظ ہیں۔ جیسے " امام اعظم" غوث اعظم، غریب نواز، سیف اللہ المسلول، محب رسول، اعلیٰ حضرت مفتی اعظم، مفسر اعظم وغیرہ۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو اپنے معنیٰ وصفی کے اعتبار سے ہر کسی کے لئے بولا جاسکتا ہے۔ لیکن عرف عام اور استعمال میں وہ مخصوص شخصیتوں کے لئے خاص ہیں۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے جب بھی یہ الفاظ بولے جاتے ہیں تو پردہ ذہن پر وہ شخصیتیں ابھر کر آجاتی ہیں جن کے لئے یہ مخصوص ہیں۔ جو لوگ "اعلیٰ حضرت" کے لفظ کا استعمال اپنے لئے یا امام احمد رضا کے علاوہ کسی اور شخص کے لئے کرتے ہیں۔ میں ان سے یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ وہ کیا اپنے لئے " امام اعظم" غوث اعظم، سیف اللہ المسلول، کا استعمال کرنے کی جرأت رکھتے ہیں؟ جواب اگر اثبات میں ہے تو پھر کیوں نہیں مسجد کے ہر امام، مکتب و مدرسہ کے ہر مدرس کو امام اعظم اور سیف اللہ المسلول کہا جائے۔

ہر انسان کو چاہئے کہ کسی لفظ کے بولنے یا اس کے استعمال کرنے سے قبل اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرلینا چاہئے۔ کہ بات کہاں سے چلی ہے اور کہاں تک پہونچے گی۔ کیونکہ علم و فن کا میدان اتنا آسان نہیں ہے کہ چٹکی بجاتے ہی سر ہو جائے۔ نگاہ بند کیجئے اور علم و فن کی دولت سمیٹ لی جائے۔ اسے حاصل کرنے کے لئے تتبع و تلاش کی ضرورت ہے۔ شعور و آگہی کی حاجت ہے۔ محنت و مشقت سے ہی اس میدان کو جیتا جا سکتا ہے۔ صبر و قناعت سے ہی اس کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ پھر یہ کہ اس



ہوگیا ہے۔ ان حالات میں لفظ "اعلیٰحضرت" کے اطلاق سے ذہن وفکر کا امام احمد رضا کے علاوہ کسی اور شخص کی طرف پہونچنا قریب قریب مشکل ہے۔ تو پھر کیا ضرورت ہے؟ کہ اعلیٰحضرت کا استعمال کرتا ہے تو میں یہ سمجھوں گا کہ وہ اپنی دلی کدورت اور امام احمد رضا سے اپنے قلبی بغض و حسد کا اظہار کر رہا ہے۔ اس قسم کے جذبہ کا اظہار کر کے کوئی بھی اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کی شخصیت کو مجروح نہیں کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ گلاب کی خوشبو کی طرح محیط عالم پر چھا رہے اور چاند کی چاندنی کی طرح بکھر رہے ہیں۔ کوئی ان کی شخصیت کے پھیلاؤ کو نہیں روک سکتا ہے۔ امام احمد رضا سے بغض و حسد رکھنے والے صرف اسی زمانے میں نہیں ہیں۔ بلکہ اس سے قبل ان کے زمانے میں بھی تھے بعض علمائے رام پور فرنگی محل اور بدایوں یہ سب کون تھے۔ امام احمد رضا سے دلی کدورت رکھتے تھے۔ اور ان کے چمکتے ہوئے چاند وستارے کو گہن آلود کرنا چاہتے تھے۔ لیکن کیا ہوا۔ امام احمد رضا کل بھی چمک رہے تھے اور آج بھی پوری تابانیوں کے ساتھ چمک رہے ہیں۔ البتہ جن لوگوں نے ان سے بغض رکھا۔ وہی خسارے میں رہے۔ کہ ان کے خاندان کا علم وفن لٹ گیا اور علم وشعور کا کارواں تاراج ہوگیا۔ اور فیض و برکت کا بہتا ہوا سوت خشک ہوگیا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے حاسدین کا تذکرہ کرتے ہوتے فرماتے ہیں۔ کہ ؎

اک طرف ہے اعدار دیں اک طرف ہیں حاسدیں
بندہ تنہا ہے شہا تم پر کروڑوں درود!

عطائیں مقتدر و غفار کی ہیں
عبث بندوں کے دل میں غلط ہے یا غوث

انصاف کی بات یہ ہے کہ وہ امام احمد رضا کا احسان مانتے اور ان کی تعلیمات نظریات سے فائدہ اٹھاتے کیونکہ وہ خانقاہوں میں بیٹھنے والوں کے لئے ایک ڈھال تھے۔ عرس و نیاز و دیگر مراسم اہلسنت پر شرک و بدعت کا فتویٰ لگایا جا رہا تھا۔ اولیاء اللہ اور مقدس نفوس کی طرف انگشت نمائی کی جا رہی تھی۔ آداب خانقاہی پامال کئے جا رہے تھے۔ اور اعدائے دین دن بدن تیز حملے کر رہے تھے۔ امام احمد رضا ہی تھے۔ جنہوں نے اعدائے دین، دیوبندیت، چکڑالویت اور وہابیت کے چیلنج کو قبول کیا۔ اور ان کی ہر بات کی کاٹ کی۔ اور خانقاہوں کے آداب کو برقرار رکھا جس پر آج یہ سجادگان براجمان ہیں۔ یہ زمانہ کس قدر ظالم ہے۔ کہ ان کا شکریہ ادا کرنے کے بجائے ان سے ہاتھ ملانے لگے۔ اور ان کے شانہ بشانہ چلنے کی کوشش کرنے لگے۔ یہ احسان فراموشی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ غلط روی ہے۔ جس سے نشان منزل دھندلی ہوتی نظر آ رہی ہے۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی روش کا انداز بدل دیں۔ کیونکہ ؎

غلط روی سے منازل کا بُعد بڑھتا ہے
مسافرو روشِ کارواں بدل ڈالو

جو حضرات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے بغض و عناد رکھتے ہیں میں برائے اصلاح اُن حضرات سے کہنا چاہوں گا کہ اگر صحیح معنوں میں راہ حق کا مسافر بننا ہے اور کامیابی کے ساتھ حق و صداقت کی راہ طے کرنا اور منزل مقصود سے قریب تر آنا ہے۔ تو اپنے آپ کو مرکز کے حوالے کر دو۔ اس مرکز کے دائرہ میں داخل ہو جاؤ، جس کی مرکزیت صرف اور صرف مسلک اعلیٰحضرت برقرار ہے۔ جس میں یاران طریقت کے لئے تصوف و سلوک کی چاشنی ہے عشق و محبت کی سرمستی ہے۔ اور جذبۂ بے لوث کی چاندنی ہے اور جو یاران علم و فن ہیں۔ ان کے لئے فن و حکمت کی تابانیاں ہیں اور تحقیق و تدقیق کے پُراسرار رموز ہیں۔ بہت سے لوگ ہمیں ایسے بھی ملے ہیں جو اس مرکز سے منحرف دکھائی پڑے اور بغض و عناد کی تپش سے ان کی خانقاہوں اور مدرسوں میں دھول اڑتی ہوئی نظر آتی۔ انہوں نے اس دھول کو روکنے کے لئے تھوڑا بہت علم و فن کے پانی کا چھڑکاؤ بھی کیا مگر غلط نظریہ کے تحت جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے ارادے میں ناکام ہوتے

اور مزید ان کے مدرسوں مکتبوں میں دھول اڑنے لگی۔

آخر میں یہ ہم کہنا چاہیں گے کہ امام احمد رضا اب کسی شخصیت کا نام نہیں۔ بلکہ ایک تحریک اور ایک انجمن کا نام ہے۔ ایک مرکز اور عظیم مکتبۂ فکر کا نام ہے وہ ایسے دبستان عقیدہ و ایمان ہیں جن کے نمائندہ ہر جگہ پائے جاتے ہیں ان کے زمانے میں ایک سے ایک قد آور اور جامع الصفات شخصیت تھی۔ لیکن ان تمام میں فوقیت امام احمد رضا کو حاصل تھی۔ اسی لئے تو وہ اعلیٰحضرت تھے۔ کیونکہ ان کے ہمعصر علماء میں بہت سے ایسے تھے۔ جو نوابوں اور امراء کے دربار سے منسلک تھے۔ اور ان کی ہم نوائی سے نہیں تھکتے تھے۔

اور سرکار اعلیٰحضرت کی شان عالی کا یہ عالم تھا کہ ان کے بڑھتے قدم کو دنیا کی کوئی چیز نہ روک سکی۔

ناز و نعمت، حسن و آرائش، سبزہ و گل، خرام ناز، قد نازک، مال و دولت، جاہ و حشمت، رعب و دبدبہ، توپ و تفنگ، تیر و سنان سب ان کی تیز رفتاری کے سبب ان کی راہوں سے ہٹتے چلے گئے۔ نوابوں نے اپنے دربار سے منسلک کرنے کی بہت کوشش کی مگر امام احمد رضا نے انہیں یہ صاف طور سے کہہ دیا کہ ؎

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

مولانا کوثر نیازی ان کے اس کردار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ۔

"دیکھا جائے تو یہ مقام امام احمد رضا کو ان کے ماننے والوں کی خوش عقیدگی سے نہیں ملا۔ یہ ان کے فنانی الرسول اور ایک ہمہ جہت شخصیت ہونے کا فیضان ہے۔ برصغیر میں یوں تو کئی جامع الصفات شخصیت گزری ہیں۔ مگر ایک غیر جانبدار مبصر ان سب کا جائزہ لیتا ہے۔ تو جیسی ہمہ جہت صفت موصوف امام احمد رضا کی نظر آتی ہے۔ ایسی کوئی دوسری نظر نہیں آتی۔"

مناسب ہے اس مقام پر یہ شعر بھی پڑھ دیا جائے کہ۔ ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد بخشندۂ خدا

خیال رہے کہ مولانا کوثر نیازی سیدی اعلیٰحضرت کے عقیدتمندوں میں نہیں ہیں بلکہ وہ ایک صحافی اور نامور سیاستداں ہیں اور حق بات کا برملا اعتراف کر لیتے ہیں اس میں انہیں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں ہوتی ہے۔ اس وقت ضرورت ہے سچے دلوں اور بلند حوصلوں کی جو امام احمد رضا کے متعلق حقیقت کا اعتراف کریں اور اپنے دلوں سے عناد و بغض و کینہ کو نکال پھینکیں۔ خدا انہیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!!

بے رحم حاکم سے فریاد کیا کرنا

از : ڈاکٹر شیر زماں مصطفوی، اسمٰعیل پور، کٹرہ الہ آباد

پیارے وطن کے اندر جو ہو رہا ہے اور جو ہوا ہے اس سے دیش واسی بے چین ہو رہے سرد آہیں بھرتے ہیں اور سینہ تھام لیتے ہیں۔ دیش میں رہنے والے کسی طرح طرح کے کھیل کھیل رہے ہیں اور دیش کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر آمادہ ہیں صدیوں سے چلے آرہے اخلاق و محبت پر پانی پھیر رہے ہیں۔ یہ سب بھاجپا اور اس سے متعلق پارٹیوں کا کام ہے۔ سبھی لوگ تو ایسے نہیں ہیں۔ دیش کی بھاری تعداد آپسی سہیوگ سے رہنا چاہتی ہے۔ ہندوستانی رسم و رواج تو یہی رہا ہے کہ ایک دوسرے کو چاچا، بابا کہہ کر پکارتے رہے۔ دیش کی آزادی میں مسلمانوں نے بڑھ کر حصہ لیا اور انگریز کو یہاں سے مار بھگایا یہ کام صرف بھاجپائیوں کا نہ تھا۔ ہندوستان نے مل کر کیا لیکن آج بھاجپا پورے دیش کی ٹھیکیدار بننا چاہتی ہے۔ ایسا کبھی نہ ہوگا اور نہ یہ خواب پورا ہوگا۔ وقت بدلتا رہتا ہے ایک وقت پھر ایسا آئے گا کہ ہم خود اسی مقام پر مسجد تعمیر کریں گے (انشاء اللہ) مرکز کا وعدہ بھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ اسی مقام پر مسجد بنوائے گی۔

ابھی ۲۵ فروری کو بھاجپا کی دہلی ریلی پر مرکز نے آسانی سے قابو پالیا۔ صرف آنسو گیس اور پانی کے فوّاروں سے، اگر ایسی ہی سختی ۶ دسمبر کو برتی جاتی تو جو ملک میں ہزاروں جانیں گئیں، ہزاروں زخمی اور بے گھر ہوگئے، کروڑوں و اربوں کا مال و جائیداد کا نقصان ہوا، کتنی بہو بیٹیوں کا سہاگ اجڑا یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرکز کا ہاتھ مسجد شہید کرنے میں تھا۔ لاکھوں کروڑوں کے املاک کے بربادی کے علاوہ جو معاوضہ مرنے والوں کو ادا کیا گیا یہ اپنے ملک کی دولت نہیں تھی۔ بہر حال پانی کی طرح جان

برأت نامہ

قارئین کرام! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ سہو ونسیان سے ہونے والی ہر غلطی سے ہم رجوع کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتے ہیں۔ ہمارے بعض احباب بالخصوص حضرت مولانا ادریس رضا خاں صاحب قبلہ پیلی بھیتی اور حاجی احمد عمر صاحب ٹڈو سا بمبئی نے توجہ دلائی کہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت ماہ جنوری ۱۹۹۲ء کے اداریہ "یا ترائوں کا آخر مقصد کیا ہے؟" کے تحت سہو سے عبارت میں بعض لغزشیں ہوگئی ہیں۔ ویسے تو ہم دارالافتاء منظر اسلام سے استفتاء کر چکے تھے۔ مگر چونکہ اس بار ماہنامہ اعلیٰ حضرت سہ ماہی نکل رہا ہے خیال ہوا کہ اس مضمون سے متعلق حکم کو رسالہ ہی میں طبع کر دیا جائے گا اور ان شاء اللہ ضرور طبع ہوتا۔ مگر اسکو بھی حسن اتفاق کہا جائے کہ ماہنامہ سنی آواز (ناگپور) میں اس مضمون سے متعلق حضرت مولانا مفتی محمد منصور صاحب رضوی امجدی کا جواب حضرت علامہ مفتی غلام محمد خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی تصدیق کے ساتھ طبع ہو گیا۔ اگرچہ مضمون نگار پر حضور مفتی صاحب نے اپنے جواب میں کوئی حکم نہیں لگایا ہے مگر ہم اس مضمون کی بعض عبارتوں سے رجوع کرتے ہیں۔ اور بارگاہ الٰہی میں صدق دل سے توبہ کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو معاف فرمائے۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ اور ہمیں قبول حق کی تاحیات توفیق بخشے آمین۔

نیز قارئین کرام بھی ہماری معذرت قبول فرمائیں۔

فقط
فقیر ابرار الحق رحمانی

مولانا حسن بریلوی نمبر ـــــ ایک ضروری اعلان

ماہنامہ سنی دنیا کا تاریخ ساز کارنامہ "مولانا حسن بریلوی نمبر" عرس رضوی کے حسین موقع پر شائع ہو رہا ہے۔ مضمون نگار حضرات سے گزارش ہے کہ ذی الحجہ کی ۲۰؍ تاریخ تک اپنے مقالات ادارے کو روانہ کر دیں اگر وقت مقررہ پر مقالات موصول نہ ہوتے تو شامل نمبر نہ ہو سکیں گے اور کسی کو شکایت کا موقع نہ ہوگا۔ حسن بریلوی نمبر کی کتابت تیزی سے ہو رہی ہے۔ (ادارہ)

ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن شرر مصباحی، دہلی

حضور نوری میاں کی تاریخ مسند نشینی

۱۲۹۷ھ

"حدائق بخشش" میں ایک منقبت ہے جس کا مطلع ہے۔

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین ٭ سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

فاضل بریلوی نے یہ منقبت حضور نوری میاں رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے مسند سجادگی پر فائز ہونے کے موقع پر کہی تھی جیسا کہ حدائق بخشش میں مذکور ہے۔ "درمنقبت سیدنا ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ الشریف کہ وقت مسند نشینی حضرت ممدوح در ۱۲۹۸ عرض کردہ شد" اس وقت ہند و پاک کے حدائق کے تمام دستیاب نسخوں میں تاریخ مسند نشینی ۱۲۹۸ درج ہے۔ جو کہ ہماری تحقیق کی رو سے سہو کتابت ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضور نوری میاں ۱۲۹۷ھ میں مسند سجادگی پر فائز ہوئے تھے۔

حضور نوری میاں کے پیر و مرشد سیدنا آل رسول رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا وصال ۱۲۹۶ھ میں ہوا ہے۔ اور اگر اسلامی ہجری بڑی تقویم بمبئی ۱۴۱۲ھ کے اندراجات کا اعتبار کیا جائے تو آپ کا وصال سال کے آخری مہینے میں یعنی ماہ ذوالحجہ کی ۱۸ تاریخ کو ہوا ہے ظاہر ہے کہ وصال کے بعد جانشین کا اعلان بلاتاخیر ہوا ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ باضابطہ جشن مسند نشینی کا اہتمام کچھ دنوں کے بعد یا کسی خاص موقع پر کیا گیا ہو لیکن ایک طویل عرصے کے بعد ۱۲۹۸ میں رسم مسند نشینی کا اہتمام کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں ہے۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ سیدنا آل رسول رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا سال وصال ۱۲۹۶ متحقق ہو۔ ذیل میں ہم حضور سیدنا آل رسول کے وصال اور حضور سیدنا نوری میاں کی مسند نشینی کے مادہ ہائے تاریخ پیش کرتے ہیں جس کے بعد قرینہ و قیاس کی بھی ضرورت باقی نہیں رہی بلکہ وصال و مسند نشینی کی دونوں تاریخیں متحقق ہوگئیں

(الف) تاریخ وصال حضور سیدنا آل رسول رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

مستخرجہ حضور نوری میاں رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ (۱) بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم تعالیٰ ۱۲۹۶ھ
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۲) الا ان اولیاء اللّٰہ لاخوف علی احد ھم ولا
ھم یحزنون ۱۲۹۶ھ
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۳) اللّٰھم صل وسلم علیٰ سیدنا الرسول و
اٰل الرسول ابدا ۱۲۹۶ھ
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۴) قطرہ را کردہ عین مجر بہ بجر
بہر ہو مرتقلے آلِ رسول
نوریش گفت سال تاریخش !!
رحمت حق برائے آلِ رسول
(قطعہ کے چاروں مصرعوں سے ۱۲۹۶ برآمد ہوتا ہے)
مستخرجہ حضرت شاہ حسین حیدر علیہ الرحمہ۔ (۵) سال تاریخ چنیں گفت حسین حیدر
قرۃ العین علی جان نبی قطب زماں ۱۲۹۶ھ
مستخرجہ حضرت وحشت بدایونی (۶) نیک طینت عابد سیرت سلطان المشائخ مالک سجادہ
۱۲۹۶ھ ۱۲۹۶ھ
مستخرجہ حافظ علی احمد (۷) وفات مرشد دارین ۱۲۹۶ھ
مستخرجہ علامہ مذاق بدایونی (۸) یوں سن نقل مکاں جنت میں رضواں نے کہا
آ بسے اچھے میاں ستھرے میاں آلِ رسول
۱۲۹۶ھ
مستخرجہ سید محمد صادق (۹) عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا ۱۲۹۶ھ
نوٹ: یہ سارے مادّے حضور نوری میاں کے خط (Hand writing) میں ہیں
(ب) تاریخ مسند نشینی حضور سیدنا نوری میاں رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔
مستخرجہ حضور فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱) رحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت انہ حمید مجید ۱۲۹۷ھ
(صرف حروف معجمہ شمار کئے جائیں)
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۲) تبیت بیت نجیبی ۱۲۹۷ھ
(حروف معجمہ میں)
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 (۳) ان الذین یبایعونک انما یبایعون الوھاب ۱۲۹۷ھ
نوٹ: یہ تینوں مادّے فاضل بریلوی کے خط میں ہیں

مستخرجہ جناب عبدالقدیر صاحب۔ (۴) مسند نشیں جو آج ہوتے مرشد انام

یعنی جناب پیر ہدیٰ عاشق اللہ

تاریخ اس کی یوں کہی عبدالقدیر نے

ہے بوالحسین نوری سے اب زیب خانقاہ ۱۲۹۷ھ

مستخرجہ ذاکر صاحب۔ (۵) جلوہ فرما جب ہوئے مسند پہ شاہ بوالحسین

فیض بولا کیجے جاری مجکو حضرت چار سو

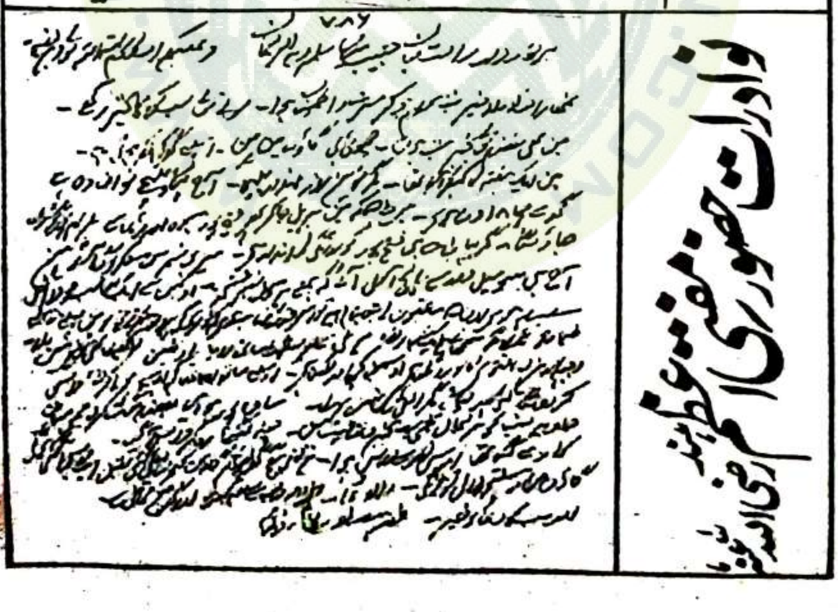
ہو مخاطب ملہم غیبی نے ان کو دی ندا

تجکو سجادہ مبارک ہووے سجادہ کو تو ۱۲۹۷ھ

نوٹ: مذکورہ دونوں مادّے حضور نوری میاں کے خط میں ہیں۔

ان حقائق کی روشنی میں راقم الحروف حضرات مارہرہ مطہرہ وبریلی شریف سے بالخصوص حضور حسن میاں صاحب قبلہ وحضرت ازہری میاں صاحب قبلہ سے عرض گزار ہے کہ ایک واضح اعلان کے ذریعہ متعلقہ ناشرین کو مطلع کر دیا جائے کہ اب حدائق بخشش چھاپی جائے تو متذکرہ منقبت کے سرنامے کی عبارت میں ۱۲۹۸ کی جگہ ۱۲۹۷ لکھا جائے۔

حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کا مکتوب گرامی بنام علامہ مفتی محمد حبیب رضا خاں بریلوی مدظلہٗ

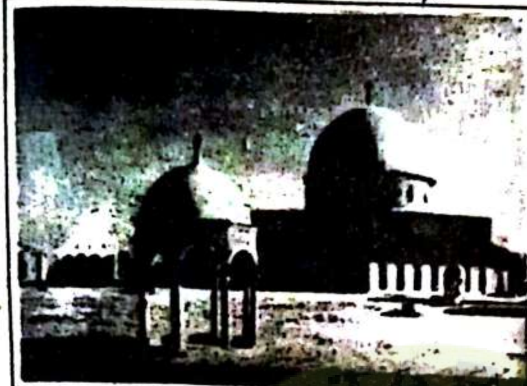


نوجوانانِ ملت کے لئے لمحۂ فکریہ

مولانا محمد مختار عالم رضوی نوری، مدھوپور بہار

ہماری تیرہ بختی نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے
نہ جس کی صبح ہے ساقی نہ جس کی شام ہے ساقی

اگر کسی عارف باللہ یا فانی اللہ یا فنا فی رسول اللہ سے دریافت کیا جائے کہ قوم میں وہ کون سی ہستی ہوا کرتی ہے جن کے بل بوتے پر قوم سر اٹھا کر چلتی ہے۔ اور دوسری قوموں کے لئے مشعلِ راہ فراہم کرتی ہے تو جہاں دیدہ نگاہیں ان ہستیوں کے تصور ہی سے چمکنے لگیں گی اور زبان بے ساختہ کہہ اٹھے گی کہ یہ ہستی قوم کے نوجوان ہوتے ہیں۔ جن کے دل کبھی مردہ نہیں ہوتے، امنگیں کبھی بے کیف نہیں ہوتیں، امیدیں کبھی سرد نہیں ہوتے۔ یہ جس طرف بھی رخ کرتے ہیں۔ فتح و نصرت ان کے قدموں میں ہی ان کا ایک ایک سجدہ اور نیکی کی طرف بڑھتا ہوا ایک ایک قدم بڑھاپے کے ہزار سجدوں، ہزار نیکیوں سے زیادہ شرف قبولیت حاصل کرتا ہے۔ عہدِ شباب وہ دَور ہوتا ہے جس میں شجاعت اپنی برتری کا لوہا منواتی ہے۔ صداقت اپنی بے باکی کے جوہر دکھلاتی ہے۔ اور شرافت اپنی پاکیزگی سے فضا کو معطر کر دیتی ہے۔ تاریخ اٹھا کر دیکھئے۔ بڑے سے بڑا معرکہ اکثر و بیشتر اسی عمر کے لوگوں نے سر کیا ہے۔ درِ خیبر کو جوان علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اسپین کی بحری سرحد پر کڑیل نوجوان طارق بن زیاد نے اپنی کشتیوں کو جلا کر جرأت و عزم کی ایک مثال قائم کر دی۔ ۱۸ برس کے محمد بن قاسم نے سندھ کے عوام پر اپنی شرافت کا سکہ بٹھا دیا۔ غازی صلاح الدین ایوبی نے صلیبوں



مسجدِ اقصیٰ پھر کسی ایوبی کا انتظار کررہی ہے

کی اینٹ سے اینٹ بجاکر بیت المقدس کو مملکت اسلامیہ میں شامل کرلیا، ایک طرف عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نوعمری میں اپنی علمی بصیرت سے اسلامی تعلیمات کو عام کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ دوسری جانب رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا تقویٰ سے بھرا شباب معرفت کی منزلوں کو طے کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ کبھی دشمنان اسلام کے ظلم وستم سے عمار رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ اور بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ کے جلتے بدن دین وایمان کی زندگی بخشتے ہیں تو کبھی حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ اور آل حسین کا میدان کرب وبلا میں بہتا ہوا خون گلشن اسلام کو لالہ زار بنا دیتا ہے۔

مسلمانو! یہ سب کے سب نوجوان تھے جن کا ہر فعل شریعت محمدیہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اصولوں کا پابند تھا۔ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خوشنودی پر اپنی جانیں قربان کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ اُن کی آنکھوں میں اعمال صالحہ کی وہ تمکنت تھی کہ فرشتے رشک کیا کرتے تھے، انسانیت جھوم اٹھتی تھی، ہر ظلم ہر فتنہ ہر برائی پناہ مانگنے لگی تھی اور شیطانیت خوف و ہراس سے تھرتھرا کر کوسوں دور چلی جایا کرتی تھی۔

ملت اسلامیہ کے نوجوانو! آؤ اب ہم اپنے آپ کا جائزہ لیں۔ ہم بھی تو نوجوان ہیں، ہماری رگوں میں بھی گرم خون دوڑ رہا ہے۔ ہمارے دلوں میں بھی امنگیں موجزن ہوتی رہتی ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جوانیاں ہماری ملت کی سرخروی کا باعث نہیں بنتیں؟ ہمارا شباب ہماری قوم کی آبرو نہیں بنتا؟ ہمارے عزائم باطلوں کے لئے فولادی دیوار نہیں بنتے؟ کبھی لبنان میں ہمیں کاٹا جاتا ہے تو کبھی فلسطین میں، کبھی عراق میں تو کبھی بوسنیا اور صومالیہ میں۔ کبھی نصرانی طاقتیں ہم میں اختلافات کے بیج بونے میں کامیاب ہوجاتی ہیں تو کبھی صیہونی، کبھی کفار ومشرکین ہماری عبادت گاہیں سمیت ہمیں تباہ وبرباد کر دینا چاہتے ہیں تو کبھی کمیونسٹ ہم پر الحادی حکومتِ مسلط کے خواب دیکھنے لگتے ہیں۔

مسلمانو! ہمارے لئے یہ عبرت کا مقام ہے کہ ہمارے اسلاف عزت سے جیتے تھے اور ہم ذلت سے جی رہے ہیں۔ وہ درخشاں ستاروں کے مانند جگمگا رہے تھے اور ہم تاریکیوں کے اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبے جارہے ہیں۔

مگر افسوس! ہمیں اس بات کی مطلق پرواہ نہیں۔ اس پستی کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں، ہم دنیاوی تعلیم اور دنیا کے عیش و عشرت میں اس قدر کھو چکے ہیں کہ اب ہمیں اتنی بھی فرصت نہیں کہ قرآن و احادیث صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مطالعہ کریں۔ وہ قرآن جس کے ہر باب میں امن و سلامتی کے ہزاروں باب کھلتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی ذلت و رسوائی کا سبب تلاش کرتے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی کہ ہم نوجوان تو ضرور ہیں مگر نماز اور روزوں کے پابند نہیں جس کی بدولت ہمارا معاشرتی نظم و نسق تباہ و برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ ہمیں شیطانوں کی صفوں میں لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ فلمی و غیر ادبی کتابوں کا مطالعہ ہماری عادت میں شامل ہو گیا ہے۔ جو ہمارے کردار کو تباہ کر دینے کے لئے کافی ہے۔ فحش و عریاں نغمے اور رقص کی محفلیں خواہ وہ ٹی وی اور ویڈیو کی شکل میں ہوں کہ ٹیپ ریکارڈ و آرکسٹرا کی۔ اب ہماری زندگیوں کا ایک جزو بن گئی ہیں۔

جو عین عالم شباب میں خدا کی یاد سے غافل کر کے بے راہ روی کی طرف لے جانے والی بھیانک خرافات ہیں۔ شراب پینا و پلانا اب ہمارا شیوہ بن گیا ہے جس سے بڑھ کر کوئی برائی نہیں۔ سود و زنا ہماری قوم میں عام ہو گئے ہیں جو سوائے ذلت و بربادی کے ہمیں کچھ نہیں دیتے۔ شان کی لالچ اور چغلخوری کی عادت نے آپسی اتحاد کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے۔ ہم بڑوں کا ادب نہیں کرتے، چھوٹوں پر شفقت بھری نگاہیں نہیں ڈالتے۔ جو ہماری قوم کو سب سے بڑی بدنصیبی ہے۔ ہمارے نوجوان کبھی آوارہ گردی کرتے دکھائی دیتے ہیں تو کبھی جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے اپنے کالے کرتوتوں کی وجہ سے سزا کاٹتے ہوئے نظر آتے ہیں جو امت کے ماتھے پر بدنما داغ ہے۔ ہماری نوجوان لڑکیاں جن کی عفت و عصمت کی کبھی قسمیں کھائی جاتی تھیں، جن کے اخلاق و آداب کے کبھی گن گائے جاتے تھے اور جن کی ایک ہلکی سی جھلک دیکھنے کے لئے سورج کی کرنیں بھی بیتاب رہا کرتی تھیں۔ آج دنیاوی لذتوں میں کھو کر دنیاوی تعلیم کی ناپائیداری کی آڑ میں قرآن و احادیث کے احکامات کو یکسر نظر انداز کر کے اس طرح کھلے سر، بے پردہ سڑکوں پر گھوم رہی ہیں، ہوٹلوں اور سینما گھروں میں آ جا رہی ہیں۔ کھلے عام جلسے جلوس میں شرکت کر رہی ہیں اور اخبارات و رسالوں میں

اس شان سے اپنے آپ کی نمائش کر رہی ہیں۔ جیسے انھیں اسلام اور اس کے اصولوں سے کوئی سروکار ہی نہیں۔ یہ ہے ہمارا آج کا معاشرہ اور یہ ہیں اس معاشرے کے نوجوان جن کی راہ رولیوں نے غیروں کو انگشت نمائی کے مواقع فراہم کر کے اسلام کی راہوں میں کانٹے بکھیر کر رکھ دیے ہیں۔

اے اسلام کے سپوتو! خدارا اپنی جوانیوں کو عیش و عشرت کا سامان نہ سمجھو بلکہ اسے ایک مومن کی نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کرو۔ ہمیں اس میں خداوند قدوس کی بیش بہا نعمتیں سمٹی ہوئی دکھائی دیں گی۔ لہٰذا اپنی جوانی کے قیمتی لمحات کو برباد مت کرو، ہم ہی اس قوم کے سیاہ سفید کے مالک ہیں۔ ہم ہی سے اس قوم کی تقدیر وابستہ ہے۔ خدارا ہوش میں آؤ اپنے عقائد و نظریات کے فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ زندہ قوموں کی طرح عزت و آبرو سے جینے کے لئے اپنی بستیوں میں ورزش گاہیں اور لائبریریاں قائم کرو تاکہ جسم مضبوطی و توانائی میں سنگ و فولاد اور ہمارے ذہن علم و بصیرت میں اعلیٰ و بے مثال ہو جائیں اور یہ بھی اچھی طرح سے سمجھ لو اگر ہم نے اپنی جوانیوں کو ملک و ملت کے فلاحی کاموں میں لگاتے ہوئے دین و دنیا کی اعلیٰ تعلیمات حاصل نہیں کی، وقت پر نماز نہیں پڑھی، روزے نہیں رکھے، بے حیائی کے کاموں سے قطع تعلق نہیں کیا، اپنی ماں بہنوں کو شرعی پردے میں نہیں رکھا اور اپنی بستیوں میں پروان چڑھتی ہوئی یزیدیت کو ختم کرنے کے لئے حسینی طرز عمل کو نہیں اپنایا تو یاد رکھو اس جوانی کی قیمت ہمیں میدان حشر میں ادا کرنی ہوگی۔ جوانی میں یہ ڈوبا ہوا جسم امڈتے ہوئے جذبات، یہ سب کھل کر اللہ کے روبرو اپنی ناقدری کا جواب طلب کریں گے اور اس دن ہمارے اعمال کے سوا ہمارا کوئی یار و مددگار نہیں۔

نوجوانو! اس دن کی سرخروی کو حاصل کرنے کے لئے آؤ ہم گناہ سے توبہ کر لیں ہر برائی سے موںھ موڑ لیں۔ یہ جوانی عیش و عشرت کا نام نہیں بلکہ مومن کو کچھ کر دکھانے کا نام ہے۔ آؤ تقویٰ و پرہیز گاری کی چادر اوڑھ کر بارگاہ رب العزت میں محسن کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صدقے میں دعائیں مانگیں کہ اے پروردگار ہمارے سینوں کو پھر وہی جوش ایمان، جذبہ جہاد اور باہمی اتحاد و اتفاق کے لعل و گہر سے بھر دے جو کبھی قرون اولیٰ کے مسلمان نوجوانوں کا طرۂ امتیاز تھا۔ تاکہ پھر کوئی بوسنیا بے آبرو نہ ہو سکے کوئی فلسطینی بے گھر نہ ہو سکے کسی افغانی کے روبرو کوئی دہریا سر نہ اٹھا سکے اور پھر کوئی درندہ صفت انسان سرزمین ہندوستان پر فسادات کی شکل میں انسانی خون سے ہولی کھیلنے کی جرأت نہ کر سکے۔

بقیہ صفحہ ۱۲ کا

علیہ وسلم انا اولی الناس بعیسی ابن مریم فی الاولیٰ والاٰخرۃ الانبیاء اخوۃ من علّات وّ امھاتھم شتّٰی ------

ترجمہ :۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا شروع اور آخر دونوں میں عیسٰی ابن مریم سے سب سے زیادہ قریب اور متعلق میں ہوں اور تمام انبیاء آپس میں سوتیلے بھائی ہیں جن کا باپ ایک ہے اور مائیں الگ الگ ہیں۔ (یعنی ان کی جسمانی پیدائشیں الگ الگ نسلوں میں ہوتیں لیکن ان سب کی روحیں ایک روح سے پیدا ہیں)۔ (بخاری۔ مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ باب بدآ الخلق و ذکر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام)

حقیقت احمدی کو ذہن میں رکھتے اور مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں اب حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی تمثیلات پڑھتے تو مزہ آجائے گا۔ اور آپ ان معانی کی تہہ تک پہونچ سکیں گے جن کی عیسائی پادریوں کو ہوا تک نہیں لگی۔

" اور زمین پر کسی کو باپ نہ کہو کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے۔" (انجیل متی۔ ۲۳ : ۹)

"میرے باپ کی طرف سے سب کچھ مجھے سونپا گیا اور کوئی نہیں جانتا کہ بیٹا کون ہے سوا باپ کے اور کوئی نہیں جانتا کہ باپ کون ہے سوا بیٹے کے اور اس شخص کے جس پر بیٹا اسے ظاہر کرنا چاہے۔" (انجیل لوقا۔ ۱۰ : ۲۲)

" اور جو کوئی ابن آدم (حضرت عیسٰی) کے خلاف کوئی بات کہے اس کو معاف کیا جائے گا لیکن جو مقدس روح کے حق میں کفر بکے اس کو معاف نہیں کیا جائے گا۔" (انجیل لوقا۔ ۱۲ : ۱۰)

لغتِ حبیبؐ

مولانا بدر القادری ہالینڈ

مقصود تو طیبہ ہے، کیوں سوئے ارم جاتے
یہ نبضِ حیات اس دم اے کاش کہ تھم جاتے

پھر کون سا جلوہ ہے جو کھینچے نگاہوں کو
جب ان کے رخِ تاباں پر آنکھ یہ جم جاتے

کچھ ایسے بھی عاصی ہیں دامن جو ہو تر ان کا
تطہیر کو طیبہ سے بارانِ کرم جاتے

رحمت کی پھواروں میں طیبہ کا سفر گزرے
با دیدۂ نم آتے با دیدۂ نم جاتے

ہر زنگ دھلے نفسِ عیار کے افسوں کا
یوں دل پہ مرے آقا سکۂ تراجم جاتے

مےَ نوشِ مودّت کے ظاہر پہ تظرمت کر
رب ٹالے نہ بات اس کی گر کھا کے قسم جاتے

ویرانۂ دل پر وہ جس روز کرم کر دیں
غم دور ہو ہستی کا ہر رنج و الم جاتے

افغان میں بھارت میں اور ارضِ فلسطین میں
یارب ہو اماں قائم یہ دورِ ستم جاتے

اس بدرِ نجستہ کے بالیں پہ کرم کرنا
جب طائرِ لاہوتی یہ سوئے عدم جاتے

بقیہ صفحہ ۱۰۲ کا

علیہ وسلم انا اولی الناس بعیسی ابن مریم فی الاولیٰ والاٰخرۃ الانبیاء اخوۃ من علاّتٍ وّامھاتھم شتیٰ ......

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا شروع اور آخر دونوں میں عیسٰی ابن مریم سے سب سے زیادہ قریب اور متعلق میں ہوں اور تمام انبیاء آپس میں سوتیلے بھائی ہیں جن کا باپ ایک ہے اور مائیں الگ الگ ہیں۔ (یعنی ان کی جسمانی پیدائشیں الگ الگ نسلوں میں ہوتیں لیکن ان سب کی روحیں ایک روح سے پیدا ہیں) ۔ (بخاری۔ مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ باب بدآ الخلق و ذکرالانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام)

حقیقت احمدی کو ذہن میں رکھتے اور مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں اب حضرت عیسٰی علیہ السّلام کی تمثیلات پڑھتے تو مزہ آجاتے گا۔ اور آپ ان معانی کی تہہ تک پہونچ سکیں گے جن کی عیسائی پادریوں کو ہوا تک نہیں لگی۔

"اور زمین پر کسی کو باپ نہ کہو کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے۔" (انجیل متی۔ ۲۳ : ۹)

"میرے باپ کی طرف سے سب کچھ مجھے سونپا گیا اور کوئی نہیں جانتا کہ بیٹا کون ہے سوا باپ کے اور کوئی نہیں جانتا کہ باپ کون ہے سوا بیٹے کے اور اس شخص کے جس پر بیٹا اسے ظاہر کرنا چاہے۔" (انجیل لوقا۔ ۱۰ : ۲۲)

"اور جو کوئی ابن آدم (حضرت عیسٰی) کے خلاف کوئی بات کہے اس کو معاف کیا جائے گا لیکن جو مقدس روح کے حق میں کفر بکے اس کو معاف نہیں کیا جائے گا۔" (انجیل لوقا۔ ۱۲ : ۱۰)

نعتِ حبیب

مولانا بدر القادری ہالینڈ

مقصود تو طیبہ ہے، کیوں سوئے ارم جاتے
یہ نبض حیات اس دم اے کاش کہ تھم جاتے
پھر کون سا جلوہ ہے جو کھینچے نگاہوں کو
جب ان کے رخِ تاباں پر آنکھ یہ جم جاتے
کچھ ایسے بھی عاصی ہیں دامن جو ہو تر ان کا
تطہیر کو طیبہ سے بارانِ کرم جاتے
رحمت کی پھواروں میں طیبہ کا سفر گزرے
با دیدۂ نم آتے با دیدۂ نم جاتے
ہر زنگ دھلے نفس عیار کے افسوں کا
یوں دل پہ مرے آقا سکۂ تراجم جاتے
مئے نوشِ مودّت کے ظاہر پہ نظر مت کر
دب ٹالے نہ بات اس کی گر کھا کے قسم جاتے
ویرانۂ دل پر وہ جس روز کرم کر دیں
غم دور ہو ہستی کا ہر رنج و الم جاتے
افغان میں بھارت میں اور ارض فلسطین میں
یارب ہو اماں قائم یہ دور ستم جاتے
اس بدر رنجستہ کے بالیں پہ کرم کرنا
جب طائر لاہوتی یہ سوئے عدم جاتے

سوال آپ کے ـــ جواب ہمارے

سائل: جناب اکبر علی لون رضوی القادری، بارہ مولہ کشمیر

ہبہ کی ہوئی جائیداد

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہندہ جس نے بیماری کی حالت میں اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ زید کو ہبہ کر دی اور اسی کے گھر میں سکونت پذیر ہونے لگی۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ہندہ کو اپنے ماموں زاد بھائیوں نے بہانہ بنا کر اپنے گھر لے لیا جب کہ ہندہ اس کے بعد بھی اپنی جائیداد کا قبضہ زید کے سپرد کرنا چاہتی تھی لیکن گاؤں والوں کی مداخلت سے زید اس پر قابض نہ ہو سکا ہبہ بدستور قائم ہوتے ہوتے ہندہ اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔ کیا مطابق شریعت ہندہ کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کا حقدار زید ہے یا ہندہ کے ماموں زاد بھائی جب کہ کورٹ میں مقدمے چل رہے ہیں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوتا کبھی فریقین میں سے ایک کی اور کبھی دوسرے کی جیت ہوتی ہے۔ لہذا مسئلہ صادر فرمائیں بعد شرعی فیصلہ ہونے کے اگر کوئی فریق نہ مانے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے

جواب

ہبہ کی شرائط سے موہوب (جو چیز ہبہ کی گئی) پر موہوب لہٗ (جس کے لئے ہبہ کیا گیا) کا قبضہ ہونا ہے۔ صورت مسئولہ میں کہ زید کا ہندہ کی ہبہ کردہ جائیداد پر قبضہ متحقق نہیں ہبہ نہ ہوا اور وہ ہندہ کے شرعی وارث پر حسب شرائط میراث تقسیم ہو گی۔ ہندیہ میں ہے۔ ومنہا ان یکون الموھوب مقبوضا حتی لا یثبت الملک للموھوب لہ قبل القبض (ص ۳۷۴، ج ۴) اور جو شرعی فیصلہ نہ مانے وہ گنہگار ہے۔

بینک میں مہر

سوال

یہاں کشمیر میں ایک رواج رائج ہے کہ مہر دین کے علاوہ بینک میں دلہن کے نام پر کچھ رقم جمع کی جاتی ہے یا زیورات

کی قیمت نکاح نامہ لکھ دی جاتی ہے کیا مطابق شرع محمدی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم یہ مہرین کے علاوہ ہے یا مہرین میں شامل ہوتا ہے۔

جواب

رقم مذکور جب مہر کے علاوہ دلہن کے نام بینک میں محفوظ کر دی جاتی ہے جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو وہ مہر کے علاوہ ہی شمار ہو گی۔ اور جب تک دلہن کو اس پر قبضہ نہ دلایا جائے وہ رقم دلہن کی نہیں جس نے جمع کی ہے اس کی مرضی پر ہے وہ مباح کر دے جائز ہے نہ چاہے نہ دے۔ واللہ تعالے اعلم۔

گائے بکری کا جہیز

سوال

کشمیر میں رواج ہے کہ دلہن کو مائکے والے بطور جہیز گائے بکری وغیرہ ساتھ دیتے ہیں اور سسرال والے اس جانور کی پرورش کرتے ہیں اور اس کا دودھ دہی وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔ لیکن جو اس جانور کی نئی نسل بڑھتی ہے۔ کیا مطابق شریعت یہ صرف دلہن کا حق ہے یا اس کے باقی شرکا۔ یا اس کا شوہر بھی اس کا حقدار ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

جواب

جہیز تو سب عورت کا ہے اس میں کسی کا حق نہیں۔ ردالمحتار میں ہے کل احد یعلم ان الجھاز للمرأۃ (ص ۷۶۳۔ ج ۲) لہذا اس جانور کی نسل بھی عورت کی ملک ہے اس کی حیات میں اس میں کوئی شریک نہیں اور بعد وفات ترکہ ہو کر وارثان شرعی پر حسب حصص شرعی تقسیم ہو گا اور اگر طلاق ہوئی تو کل لے لیگی۔ اسی میں ہے۔ اذا طلقھا تاخذہ کلہ واذا ماتت یورث عنھا واللہ تعالے اعلم۔

غیروں کی زمین پر قبضہ

سوال

یہاں ملک کشمیر کے کچھ غیر مسلم اپنی جائیداد اور زمین وغیرہ چھوڑ کر فرار ہو گئے ہیں کیا ان کی جائیداد پر قبضہ کرنا مسلمانوں کے لئے جائز ہے یا نہیں اور ان کی زمین کاشت کرنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں اگر ہے تو اس فصل کا کیا حکم ہے اگر نہیں تو مسئلہ صادر فرمائیں۔ علاوہ کیا اس جائیداد کا حق یہاں کے ان حضرات کا ہے جو تحریک چلاتے ہیں کہ نہیں۔ جواب عنایت کریں۔

جواب

جائیداد مذکورہ پر مسلمانوں کو استیلاء حاصل نہیں ہے لہٰذا اس پر مالکانہ قبضہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں عارضی طور پر اگر کچھ فائدہ حاصل کرنا ممکن ہو تو کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مزارات کا طواف

سوال

کسی ولی یا بزرگ کے مزار اقدس پر جا کر اس کا طواف کرنا کیسا ہے۔؟

جواب

بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قبر پر ایصال ثواب جائز

سوال

کشمیر میں بعد تدفین میت قبر پر ایصال ثواب کرتے ہیں اور کچھ لوگ اسے بدعت سمجھ کر اس سے منع کرتے ہیں۔ شریعت میں کہاں تک اس کی جوازیت ہے۔

جواب

ایصال ثواب مطلقاً ہر وقت اور ہر جگہ جائز ہے اسے بدعت کہنا بد مذہبوں کا کام ہے اس طرف دھیان نہ دیا جائے قرآن و حدیث میں اس کی ممانعت نہیں، یہی اس کے جائز ہونے کو کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کیلئے دعائے مغفرت

سوال

نماز کے سلام پھیرنے کے فوراً بعد میت کے لئے دعائے مغفرت پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب

اگر اس نماز سے مراد نماز جنازہ ہے اور سائل کی مراد یہ ہے کہ نماز جنازہ کا سلام پھیر کر فوراً میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا درست ہے یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ درست ہے۔ البتہ صفیں توڑ کر دعا کرنا اولیٰ ہے اور صفیں باندھے ہوئے مکروہ تنزیہی اور اگر وقتیہ نماز کا سلام مراد ہے تو اس میں بھی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کا کھانا فقراء کے لئے

سوال

کشمیر میں رواج ہے کہ جب کسی کا کوئی بھی آدمی مرجاتا ہے تو وہاں چہارم میت کے نام پر کچھ کھانا پکا کر ایصال ثواب کرتے ہیں اور لوگوں کو دعوت دیتے ہیں چاہے امیر ہو یا غریب میت

کے گھر میں جاتے وغیرہ نوش کرتے ہیں کیا ایسی دعوت دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب

میت کے لئے سوم، چہارم وغیرہ ہر کار ثواب کرکے ایصال ثواب کرنا جائز ہے قرآن خوانی ہو اور کھانے کی کسی چیز پر فاتحہ پڑھ کر فقیروں کو اللہ کے لئے جب اور جو کچھ دے ثواب ہے۔ اور میت کے یہاں جو لوگ جمع ہوتے ہیں اور ان کی دعوت کی جاتی ہے۔ اس کھانے کی ہر طرح سے ممانعت ہے۔ ہاں بغیر دعوت کے ان دنوں میں خود اہل میت اغنیاء کو بانٹتے ہوں تو اگرچہ یہ بھی بے معنی ہے مگر اس کا کھانا منع نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ غنی نہ کھائے اور فقیر کو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہی اس کے مستحق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال آپ کے اور جواب ہمارے

مذکورہ بالا عنوان کے تحت اب مستقل طور پر ماہنامہ سنی دنیا میں ایک معلوماتی سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ یہ اقدام قارئین سنی دنیا کے پیہم اصرار پر اٹھایا گیا ہے۔ جملہ قارئین سے درخواست ہے کہ مذہبی، سیاسی اور تاریخی موضوع پر سوالات ادارہ میں روانہ کریں۔ اس کے جوابات ہر ماہ اپنے اسی محبوب رسالہ سے حاصل کریں۔ سوالات مختصر ہوں مگر جامع۔

(ادارہ)

ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

از:- جناب ادریس ضیاء، اعلیٰ پور بدایوں

رہبر جو کارواں کے شہ مرسلاں نہیں
ایسے مسافروں کو کہیں بھی اماں نہیں
گمراہیاں ہی دیں گی کتابیں وہ سب کی سب
ذکر نبی کی جن میں اگر سرخیاں نہیں
پھیلی ہوئی شدید مسائل کی دھوپ میں
ان کے علاوہ کوئی یہاں سائباں نہیں
کس طرح دیکھ پائیں، بلندی حضور کی
چشم تصورات میں وہ پتلیاں نہیں
انسانیت کے آخری معمار ہو تمہیں
تعمیر کے تمہاری نمونے کہاں نہیں
پڑھ لیجئے کہیں سے بھی پیغام مصطفےٰ
نفرت کا اس پیام میں نام و نشاں نہیں
عظمت نہ پا سکے گی کبھی زندگی ضیاء
یادیں اگر حضور کی پیوند جاں نہیں

راجستھان کا سفر نامہ

محمد شہاب الدین رضوی اختری

بریلی سے دہلی کی طرف

۹ فروری ۱۹۹۳ء کی صبح ۱۰ بجے بذریعہ کار دہلی کے لئے روانہ ہوگئے، حضرت کے ہمراہ راقم الحروف کے علاوہ مولانا قاضی محمد قاسم صاحب رضوی عثمانی اور مولانا ایوب عالم اشرفی تھے۔ امروہہ کے آگے سڑک کے بائیں جانب ایک بزرگ کا مزار واقع ہے۔ جن کے متعلق بتاتے ہیں کہ تقریباً سات سو سال قبل کے درویش ہیں۔ اس علاقہ میں بھورے شاہ کے نام سے مشہور ہیں، یہیں پر نماز ظہر ادا کی گئی اور فاتحہ خوانی سے فارغ ہوکر دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ حضرت بھورے شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ مسجد کا صحن کافی وسیع و عریض ہے وضو کے لئے پانی کا اچھا انتظام ہے۔

ہم لوگ تقریباً ۶ بجے شام کو دہلی پہونچے، سیلم پور دہلی میں ایک گھنٹہ ٹھہرنے کے بعد اسٹیشن کے لئے روانہ ہوئے۔ سیلم پور میں حضرت کے حکم پر ایک عظیم الشان تعلیمی ادارہ دار العلوم معینیہ نوریہ کے نام سے قائم ہے اس دار العلوم کے صدر مدرس مولانا جمشید عالم رضوی اور مدرس مولانا مختار احمد رشیدی وغیرہ ملاقات کی غرض تشریف لائے۔

پرانی دہلی اسٹیشن پہنچے

۱۰ فروری ۹۳ء کو سوا آٹھ بجے سیلم پور سے روانہ ہوکر پرانی دہلی جنکشن پہنچے، وہاں پر مکتبہ فاروقیہ مٹیا محل جامع مسجد دہلی کے منیجر اور مولانا نفیس اختر سنبھلی موجود تھے۔ سیلم پور میں حضرت کے مرید سید صابر علی رضوی کے یہاں قیام تھا، اور ان کے برادر اصغر جناب سید ناصر علی صاحب نے کافی خاطر و مدارات

کرنے کے بعد اجازت دی، سید صابر علی کی کار سے عارف بھائی نے اسٹیشن پہنچا دیا وقت مقررہ سے ۱۵ منٹ قبل ہی پہنچ چکے تھے۔ پورے ساڑھے آٹھ بجے ہجو دھپور میل، دہلی سے روانہ ہوئی۔

ٹرین ابھی پون گھنٹہ ہی چلی تھی کہ ایک اسٹیشن آگیا، حضرت نے نماز عشاء پڑھی، پھر راقم الحروف قاضی صاحب اور مولانا ایوب عالم اشرفی نے نمازیں ادا کیں۔ ہمارے کوچ میں دو غیر مسلم بیٹھے ہوئے تھے، ایک غیر مسلم نماز کے دوران ہی رخصت ہوگیا تھا دوسرا پنجابی سکھ بیٹھا رہ گیا، مولانا ایوب عالم نے دہلی اسٹیشن سے کچھ ثمرات ساتھ رکھ لئے تھے، اب اسکا دور چلا بعدہٗ چائے پیش کرنے کے لئے قاضی صاحب نے کہا تو حضرت نے ارشاد فرمایا "چائے کی چاہ ہے"، پھر تو ہنسی آگئی، مزاحیہ انداز میں گفتگو تھی۔ دو لفظ مگر معنوی اعتبار سے بڑی ہی خوبی، ان لفظوں سے اہل علم و دانش محظوظ ہوسکتے ہیں۔

تعیین جہت کا مسئلہ

نماز کے لئے قبلہ کی جہت متعین نہ ہو پارہی تھی، کوئی کچھ کہتا تھا کوئی کچھ کہتا اتنے میں قاضی صاحب نے "قطب مینار" نکالا اور یہ کہتے ہوئے کہ اب قبلہ کا رخ مل جائے گا فرش پر رکھ دیا اور رخ معلوم ہوگیا۔ نمازیں بھی ادا ہوگئیں۔ ذرا وقفہ کے بعد سامنے بیٹھے ہوئے پنجابی سکھ کو چین نہ آیا بولا کہ مولانا صاحب یہ کیا آپ نے زمین پر رکھا تھا، قاضی صاحب بولے یہ "قطب مینار" تھا میں معلوم کیا کہ اس کا مطلب کیا ہوتا ہے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ اس آلہ کے ذریعہ ہم کعبہ معظمہ کے رخ کو معلوم کرتے ہیں۔ جب ہم اپنے مقام پر ہوتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ جس کی طرف منھ کرکے نماز پڑھتے ہیں، وہ اس طرف ہے مگر جب سفر میں ہوتے ہیں تو یہ معلوم نہیں ہو پاتا ہے کہ کعبہ کا رخ کدھر ہے۔ ہم اس کے ذریعہ سے آسانی سے معلوم کرلیتے ہیں۔ ہم لوگ آپس میں گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سکھ بولا مولانا صاحب سنی اور شیعہ کا کیا فرق ہے؟ قاضی صاحب نے سنی اور شیعہ کا فرق تفصیل سے بتایا۔

اسکے سوال کا شافی جواب تو دے دیا گیا مگر اس کی خاموشی بتا رہی تھی کہ وہ اپنے طور پر مطمئن ہوگیا ہوا ہے اس کا اسٹیشن قریب ہی آچکا تھا آداب کرتے ہوئے چلا گیا۔

یہ ہندوستان ہے

مجھے ضرورت پیش آئی، باہر نکلا تو چائے والا کھڑا تھا ایک مسز صاحبہ اس سے کہہ رہی تھیں کہ چائے لے کر فلاں کوپے میں آؤ، وہ چلا گیا اس شعبہ کے ملازم آئے تو مسز صاحبہ نے کہا کہ چائے کے لئے کہا تھا پتہ نہیں کہ لائے گا یا نہیں لائے گا۔ ملازم نے کہا کہ اگر نہیں لائے تو آپ شکایت کیجئے، مسز نے کہا آج کل اس سے کچھ نہیں ہوتا "یہ ہندوستان ہے"، پورا سال گذر جانے کے بعد بھی عمل درآمد نہیں ہوتا، ــــ میں کھڑا کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا اور میری نظر ٹرین کے ڈبہ میں لکھے ہوئے اس جملہ پر بھی تھی " اسٹیشن پر اگر کوئی پریشانی ہو تو فلاں فون نمبر پر فون کریں، اور چلتی ٹرین میں کسی چیز کی ضرورت ہو تو فلاں ڈبہ میں کہیں فوری طور پر دور کی جائے گی" ــــ مسز نے جھنجھلاہٹ سے کہا کہ "یہ ہندوستان ہے کچھ نہیں ہوتا" جس ملک کی یہ حالت ہو کہ ہر باشندہ اس کے قول و فعل اور محکمہ پر اعتماد نہ کرتا ہو اس کی حالت کیسی ہے؟ کوئی محکمہ ہو ہر جگہ تاناشاہی، نفس پرستی اور آزادی کا بھوت چڑھا ہوا ہے۔ اسی عورت نے میری بھی ترجمانی کی تھی، اگرچہ میں خاموش سن رہا تھا۔ کئی بار ایسا واقعہ پیش آیا، مگر ریل کے عمال نے کوئی حرکت نہ کی۔ آئے دن نئے نئے واقعات رونما ہوتے ہیں یہ سب کچھ محکمۂ ریل کے ناکارہ پن کی دلیل ہے۔ کہ گفتار کچھ ہے اقوال کچھ اور ہیں۔ آخر ملک کا باشندہ اپنے ملک ہی میں رہ کر اس کے عمل سے مطمئن نہیں ہوتا اور اس پر اعتماد و اعتبار نہیں کرتا ہے تو اس میں باشندہ کا کوئی قصور نہیں وہ تو بھرپور کرایہ دیتا ہے۔

ایک نیا ڈرامہ

کافی تھکن محسوس ہو رہی تھی اس لئے جلد ہی سو گئے۔ قریب ساڑھے دس بجے رات کو آنکھ کھلی ریڈیو سے کر خبریں سنیں، غالباً بی بی سی اسٹیشن تھا اچانک یہ خبر سنی کہ شیوسینا کے ۶۰۰ کارکنوں کو مہاراشٹر حکومت نے گرفتار کر لیا ہے، دل میں خیال آیا آخر ان کو گرفتار کیوں کیا گیا وہ تو انھیں کے بھائی ہیں پرورش تو حکومت ہی نے کی ہے۔ شرد پوار اور وزیر اعلیٰ سدھاکر راؤ نائک کی آپسی مخاصمت نے بمبئی شہر کو جلا کر راکھ کر ڈالا۔ جب حکومت شرپسندوں کی حمایت کرے اور اپنے خرچ سے اسلحہ فراہم کرے اور اس کی پولیس ان کی حوصلہ افزائی کرے تو آخر گرفتاری کس بات کی ہے؟ پھر دل ہی نے جواب دیا کہ دہلی میں

آل انڈیا کانگریس آئی کی میٹنگ میں وزیر اعظم کی مخالفت ہوگئی ہوگی اور ارجن سنگھ موڈ میں آگئے ہوں گے وزیر اعظم نے یہ سوچا ہوگا کہ اگر زیادہ مخالفت بڑھ گئی تو کہیں کرسی خطرہ میں نہ پڑ جائے تو لاؤ ذرا وزیر اعلیٰ مہاراشٹر کو فون کر دیں کہ کچھ نمائش کے طور پر شیو سینا بھائیوں کو گرفتار کر کے جیل میں خاطر تواضع کر دو ــــ یہ ہندوستان ہے جب بمبئی جل رہا تھا اس وقت ایسا قدم کیوں نہ اٹھایا گیا؟ اگر فوری طور پر ایسا قدم اٹھایا جاتا تو جانی و مالی نقصانات کم ہوتے ــــ دل ہی میں ایک بات یہ بھی آئی کہ بی جے پی حکومتوں کو کس بنیاد پر برخاست کیا گیا ہے؟ اس وجہ سے کہ انہوں نے فساد اور امن و قانون کو دھچکا لگایا ہے۔ آخر مہاراشٹر کی کانگریس برسر اقتدار نے بی جے پی سے زیادہ ملک کو نقصان پہنچایا بمبئی کی رونق کو اجاڑ دیا اور اس شہر عظیم کو ۵۰ سال پیچھے کر دیا۔

خشکی اور تری

پھر آنکھ لگ گئی اور صبح ۶ بجے آنکھ کھلی، نماز فجر ادا کی گئی، مولانا ایوب عالم تو کھانے پینے کے لئے پورا سامان رکھے ہوئے تھے۔ بسکٹ وغیرہ کھایا

کچھ انتظار کے بعد سورج کی شعاعیں اوپر آ چکی تھیں، چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا، جدھر نگاہ جاتی تو ہر طرف سوکھا ہی سوکھا، کچھ ہی دیر کے بعد ایک تالاب نظر آیا، دیکھا کہ کچھ عورتیں پانی اپنے برتن میں بھر رہی تھیں، اور کچھ عورتیں پانی اپنے گاؤں لے جا رہی تھیں۔ قاضی صاحب نے بتایا کہ اس علاقہ میں پانی نہیں ہوتا ہے، بارش ہوتی ہے تو فصلیں اگتی ہیں ورنہ نہیں۔ یہ بھی دیکھا کہ گاؤں اس تالاب سے کافی دور رکھا ہے بے چاری عورتیں بڑی محنت و مشقت سے پانی لے جا رہی تھیں۔ ٹرین اپنے رفتار سے چل رہی تھی میں دونوں طرف دیکھ رہا تھا، ٹرین لائن کے قریب ایک پتلا سا راستہ جا رہا تھا اور اس پر ایک اونٹ بندھا ہوا ایک آدمی اس نکیل کو پکڑے ہوئے تکتا رہا تھا۔ میں نے قاضی صاحب سے معلوم کیا کہ کیا بیلوں کو استعمال نہیں کیا جاتا تو بتایا اس طرف کھیتی باڑی اور دیگر امور پر اونٹوں کو ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

وقت کی ناقدری

تھوڑی دیر میں ناشتہ وغیرہ آگیا اور پھر سب لوگ فارغ ہو گئے، ٹرین اپنے وقت سے ۲ گھنٹہ لیٹ چل رہی تھی ۸ بجے میرتا روڈ پہنچنے کے بجائے دس

بجے ٹرین اسٹیشن پہنچی۔ اس ملک میں وقت کی کوئی اہمیت نہیں ہے اس دو گھنٹہ میں آدمی کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے بہت سے لوگوں کے کام خراب ہوگئے، جن کو فلائٹ پکڑنا ہوگی وہ تو بے چارے تڑپ تڑپ کر ٹکٹ پھاڑ چکے ہوں گے۔ وقت کی قدر اس کے پابند لوگ ہی جانتے ہیں جس ملک میں وقت کی کوئی قدر نہیں وہ کیا اہمیت جانیں گے۔

میٹر تارووڈ پہنچے

پورے دس بجے میٹر تارووڈ ٹرین پہنچی ابھی ٹرین رکی بھی نہ تھی کہ پیچھے سے دوڑتا ہوا آدمیوں کا سیلاب آیا، کسی کے ہاتھ میں گلاب کے پھول تھے، کسی کے ہاتھوں میں بیلے کے پھول، کسی کے ہاتھوں میں کاغذ کے مصنوعی پھول، غرضیکہ اپنے عظیم رہنما کے استقبال کے لئے ہر آدمی اپنی بساط کے مطابق حاضر تھا، کچھ دیوانوں کا جتھہ ڈبہ میں داخل ہوا، ایک ایک نے سامان اٹھا لئے دوسری جانب ہجوم اپنے پیشوا کا استقبال نعرہ تکبیر و رسالت سے کرتا رہا، بجود صبور نیل... ۱۰ منٹ رکنے کے بجائے ۱۵، ۲۰ منٹ رکی، ہندو دفاتر سے نکل نکل کر دیکھ رہے تھے۔ اور جب باہر گیٹ پر پہنچے تو ٹی، ٹی جو ٹکٹ وصول کر رہا تھا وہ دروازہ چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اور کان میں سرگوشی کرنے لگا یہ کون صاحب ہیں، کسی نے کہا کہ اعلیٰ حضرت کے لڑکے ہیں، اعلیحضرت کون؟ وہ جو بریلی میں رہتے تھے جہاں انکا مزار ہے، جن کا چرچہ ملک و بیرون ملک ہے۔

اسٹیشن سے باہر نکلے تو ایک ننھے منھے بچوں کا ہجوم آگیا، جو نعرہ تکبیر و رسالت کی صدائیں بلند کر رہا تھا۔ بچوں پر شفقت کرتے ہوئے حضرت نے دعا فرمائی، پھر کار سے شہر میٹر تا سٹی کے لئے روانہ ہوگئے حضرت کے استقبال کے لئے قریب ایک درجن کاریں، جیپیں اور موٹر سائیکل آئی تھیں۔ حضرت کی کار ہاروں پھولوں سے لدی ہوئی تھی۔ یہ قافلہ خراماں خراماں شہر سے گذر رہا تھا۔ جدھر سے جاتا دکان دار اور باشندگان شہر کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے۔ میٹر تارووڈ شہر کو پاس کر کے نکلے تو کچھ اونچے اونچے ٹیلے نظر آئے معلوم کرنے پر بتایا گیا کہ یہاں پر آج سے نصف صدی قبل پہاڑ تھا جس کو لوگوں نے تراش تراش کر کھیت وغیرہ بنا لئے، شہر میں آبادی کوئی زیادہ نہیں ہے۔

دنیا ہی میں جہنم

اسٹیشن سے میٹر تا سٹی ۲۰ کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مسلمانوں کی آبادی

کم ہے۔ جب یہ قافلہ شہر سِٹی میں داخل ہوا تو شہر کے ابتدائی حصہ میں میں نے دیکھا کہ آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔ اور ہندو چاروں طرف بیٹھے ہوئے ہیں، کسی نے بتایا کہ کوئی مر گیا ہے جسکو جلایا جا رہا ہے۔ اس کے بعد فوراً ذہن میں خیال آیا، اور صرف خیال ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ آخرت کے دن آگ تو جلے گی، نارِ جہنم انھیں کے لئے ہے مسلمانوں کو بھی جہنم میں جانا ہوگا، مگر آخرت میں یوم حساب کے بعد۔ مگر یہ ہندو دھرم دنیا ہی میں جہنم کئے ہوئے ہے۔ اسلام کا کتنا پاک اور صاف طریقہ ہے کہ کسی بھی آدمی کو جلایا نہیں جائیگا۔ بلکہ اس کو زمین میں باعزت طور پر دفن کر دیا جائیگا۔ چونکہ اسلام انسان کو احترام کا ایک درجہ دیتا ہے۔

نومسلم کا سبق آموز واقعہ

یہاں پر ایک واقعہ ذہن میں آگیا ہے جو سبق آموز ہے۔ جنوری ۹۳ء کی آخری تاریخوں میں راقم دفتر سنی دنیا میں بیٹھا ہوا تھا۔ پانچ چھ مسلمان آئے اور ان کے ساتھ ایک ہندو بھی تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے مسلمان کر لیجئے، فوراً کلمہ طیبہ پڑھا کر مسلمان کر دیا گیا۔ بعد میں معلوم کیا کہ آپ نے اسلام کیوں قبول کیا؟ اس نے بتایا کہ "اسلام دھرم میں کسی میت کو جلایا نہیں جاتا ہے اس کے برعکس ہندو دھرم میں میت کو جلایا جاتا ہے۔ اسلام سب کو عزت واحترام کا درجہ دیتا ہے چاہے مرنے سے قبل یا بعد۔ ہندو دھرم میں کسی کی عزت نہیں اس وجہ سے میں مسلمان ہوا ہوں"۔ اللہ اللہ۔ اسلام کے ایک ایک ادا سے آدمی کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ اور باطل کی یلغار سے نکل کر بہارِ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ مگر اہلِ اسلام کی حالت کہاں پہنچی ہے؟ بس اللہ ہی خیر کرے۔

شہر سِٹی میں استقبال

ابھی قلب شہر پہنچے بھی نہ تھے کہ دور سے دیکھا لوگوں کی قطاریں حضرت کی منتظر ہیں، دو صفیں بنی ہوئی تھیں۔ دونوں جانب لوگوں کے ہاتھوں میں گجرے تھے۔ کار آگر رکی تو ان لوگوں کی بھیڑ نے حضرت کو گھیر لیا اور گجروں کے پھولوں سے حضرت کا چہرہ ڈھک گیا۔ واہ رے میرٹھ سِٹی کے باشندوں کی عقیدت، ہر شخص فرش راہ، ہر آنکھ منتظر، ہر دل مضطرب تھا، سب کی کلیاں کھل اٹھیں، مرجھاتے ہوئے چہرے کھل اٹھے۔

حضرت کے ہی ایک مرید سیٹھ عبد العزیز رضوی ٹھیکیدار کے یہاں قیام ہوا۔ یہاں پر تنظیم الائمہ کے علمائے کرام اور ائمہ عظام خوش آمدید کہنے کے لئے پہلے ہی سے تیار تھے۔ مولانا محمد رضا صاحب رضوی مدرس مدرسہ اہل سنت حنفیہ شاہی جامع مسجد میڑتا سٹی، مولینا غلام مصطفےٰ، مولانا لیاقت حسین، مولانا حامد رضا، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب وجناب ماسٹر حمید الوکیل صاحب اور مولانا صوفی انیس صاحب نے اہلاً وسہلاً مرحبًا کی صدائیں بلند کیں۔

قدرے اطمینان کے بعد چائے وغیرہ کا دور چلا، ہر علاقہ کا طور وطریقہ الگ الگ ہوتا ہے۔ یوپی کا الگ، بہار کا الگ، یہاں راجستھان میں بھی الگ نظر آیا۔ ناشتہ وچائے اور کھانے سے پہلے پانی پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے آگے ہاتھ بڑھادیا پانی پیا تو بس مزاج بدل کر رہ گیا۔ بڑا نمکینی اور وزنی معلوم ہوا۔ ناشتہ بھی مختلف تھا۔ اسی دوران ایک سید صاحب تشریف لائے حضرت کی قدم بوسی کے بعد کسی نے بتایا کہ یہ سید صاحب ہیں حضرت نے اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا مگر وہ ادبًا نہ بیٹھے، حضرت کے خاندان نے سیدوں کے آداب کے طریقے بتائے ہیں۔ سید صاحب کے چہرے پر داڑھی نہ تھی، حضرت نے فوراً فرمایا سید صاحب! داڑھی تو رکھ لیجئے انہوں نے وعدہ کیا کہ حضور اب رکھونگا"۔ ماشاء اللہ کیسے لوگ ہوتے ہیں، عالم کی بات نہیں ٹالتے ہر وقت عمل کے لئے تیار رہتے ہیں۔ مولیٰ تعالےٰ شریعت کا پابند بنائے۔ آمین۔

نگینہ مسجد کا افتتاح

۲ گھنٹہ آرام کے بعد نماز ظہر کی ادائیگی کے لئے نگینہ مسجد پہنچے، یہ مسجد حال ہی میں تعمیر ہوئی ہے ایک صاحب نے بتایا کہ اب تک دو لاکھ روپیہ کا خرچہ ہو چکا ہے۔ ماشاء اللہ مسجد دیکھ کر خوشی ہوئی، کافی وسیع وعریض، سنگ مرمر کی کشیدہ کاری، وضو وغسل اور امام صاحب کے رہنے کا اچھا انتظام ہے۔ نماز ظہر حضرت نے پڑھائی اور اسی نماز سے نگینہ مسجد کا افتتاح فرمادیا۔ پوری مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔ ۱۹۸۹ء میں حضرت ہی کے دست مبارک سے نگینہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا۔ آج انھیں کے ہاتھ سے افتتاح بھی ہوا۔ نیچے دکانیں ہیں جس کی اچھی خاصی آمدنی ہے۔ مسجد خود کفیل ہے۔ یہیں پر مولانا مفتی ولی محمد صاحب

خطیب جامع مسجد باسنی بھی تشریف لے آئے، پرتپاک ملاقات ہوئی، خیر و خیریت کے بعد تمام کی کچھ باتیں ہوئیں۔ "رضوی کتاب گھر،، کے قیام کی خوش خبری سنائی۔ حضرت کی تصنیف کردہ "مرآۃ النجدیہ بجواب البریلویہ،، کا مطالبہ فرمایا مگر ساتھ نہ تھی، معذرت سے کام لیتے ہوئے دوسرے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ یہاں سے رخصت ہوکر پانچ چھ جگہوں پر ہوتے ہوئے کھانے کے لئے سراج الدین صاحب کے مکان پہنچے، انھوں نے بڑے پرتکلف دعوت کا انتظام کر رکھا تھا۔ ۴ بجے شام کو قیام گاہ پہونچے۔

قارئین سنی دنیا سے ملاقاتیں

اس دوران جگہ جگہ ماہنامہ سنی دنیا کے معزز قارئین سے ملاقاتیں ہوئیں اور سب ہی حضرات نے اپنی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اور یہ کہہ رہے تھے کہ ہم اس کی اشاعت کے لئے کوشاں ہیں بہت سے ایسے لوگوں سے متعارف ہوا جو ہم کو جانتے تھے، ملاقاتیں نہ ہو پائی تھیں۔ کچھ نئے قارئین سے تبادلۂ خیال ہوا، کسی نے کچھ مشورہ دیا تو کسی نے کچھ کہا۔ غرض میڑتا اور قرب وجوار کے قارئین سنی دنیا سے خوشگوار ماحول میں علمی و مذہبی گفتگو ہوتی رہی سنی دنیا کے مستقل قاری نور اللہ بھائی نے کہا کہ جب سے اس رسالہ کا مطالعہ شروع کیا ہے اسی وقت سے اسلامی معلومات اور دیگر علوم سے مستفیض ہوتے ہیں۔ میں تو صاحب مہینہ آنے سے قبل ہی رسالہ کا انتظار کرتا رہتا ہوں، آپ کے یہاں چائے کی دعوت بھی ہوئی، کچھ قارئین شکایت کر رہے تھے کہ ہمارے پاس مستقل نہیں پہنچ پاتا، اس کو مستقلاً یقینی بنائے۔ خیر یہ سب مسرت بخش باتیں تھیں کہ ہمارا مشن آہستہ آہستہ لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔ رمضان علی قادری کے یہاں بھی جانا ہوا، جو حضرت کے جاں نثار مریدوں میں ہیں۔

بھروندہ میں

۱۰ر فروری کی شام تقریباً پانچ بجے ہرسور کے لئے روانہ ہوئے راستہ میں قاضی محمد قاسم صاحب نے بتایا کہ ہرسور جاتے ہوئے راستہ میں بھروندہ قصبہ پڑتا ہے، وہاں حضرت کبھی تشریف نہیں لے گئے ہیں وہاں کے لوگوں کی خواہش ہے کہ حضرت تشریف لائیں، غرضکہ کچھ ہی دیر میں بھروندہ پہنچ گئے۔

بھروندہ گاؤں لمبا لمبا واقع ہے جس کی وجہ سے کم آبادی زیادہ معلوم ہوتی ہے وہاں پہونچ کر نماز مغرب ادا کی مسجدیں تو کئی ہیں جس مسجد میں انتظام تھا کہ اس کے خطیب و امام مولانا صغیر الدین صاحب رضوی ہیں تقریبًا ۵۰۰ مسلمانوں نے حضرت کے دست مبارک پر بیعت و ارادت کا شرف حاصل کیا۔ عورتوں، مردوں جوانوں اور بوڑھوں کی ایک بھیڑ تھی اس کے قرب و جوار کے لوگ بھی جیپوں اور ٹریکٹوں سے آئے ہوئے تھے۔

ہندؤں نے درشن کئے

موضع بھنڈاؤ میں جہاں مسلمانوں کا جم غفیر تھا لوگ داخل سلسلہ قادریہ رضویہ ہو رہے تھے، وہیں ہندو لوگ بھی لائن لگائے حضرت کے درشن کے لئے کھڑے تھے ـــــ ہندؤں کو آگے آنے کی جگہ دی گئی۔ حضرت کے قدموں کو بوسہ دیا اور اپنے لئے دعائیں کرائیں، حضرت نے سب کے لئے دعا کی کہ اللہ ان کو ہدایت نصیب فرمائے، اور ظلمت کفر سے نکال کر نور ایمان میں داخل کر دے آمین۔

ہرسور کیلئے روانہ ہوئے

موضع بھروندہ میں ایک گھنٹہ تک بیعت و ارادت کا سلسلہ چلتا رہا پھر قصبہ ہرسور کے لئے روانہ ہوئے کار میں مولانا مفتی ولی محمد صاحب رضوی قاضی محمد قاسم عثمان صاحب اور راقم حضرت کی معیت میں تھے۔ مولانا ولی محمد صاحب رضوی نے "دعوت اسلامی" کے متعلق حضرت کا عندیہ معلوم کیا تو فرمایا "دعوت اسلامی" کے بانی اور امیر پر جو اعتراضات و الزامات ہیں، اسکی صفائی وہ خود پیش کریں، اگر نہیں کرتے ہیں تو لوگ ان سے بچیں۔ اور تبلیغ کا کام جاری رکھتے ہوئے مسلک اہلسنت کا تشخص برقرار رکھیں۔ اور اعلیحضرت قدس سرہٗ نے جو اصول بتائے ہیں ان پر قائم رہیں، جو ان کی کتابوں سے ظاہر ہے" راقم کے علم میں یہ بات ہے کہ حضرت نے مختلف اوقات میں دعوت اسلامی سے متعلق تحریریں دیں، تمام تحریروں کا محور مذکورہ بیان ہے۔

آٹھ بج کر ۵۰ منٹ پر ہرسور پہنچ گئے، وہاں پر نماز عشاء ادا کر کے ملاقاتوں کا نمبر لگ گیا۔ دوسری جانب جلسہ کا آغاز مولانا محمد رضا صاحب

کی تلاوت آیۃ قرآن سے ہو چکا تھا مولانا ابو بکر، مولانا ایوب عالم وغیرہ علماء نے تقریریں فرمائیں۔ جب کہ قاضی خورشید حسن چشتی، قاضی محمد قاسم عثمانی رضوی مفتی ولی محمد رضوی وغیرہ بھی رونق اسٹیج تھے۔ حضرت نے بھی ایک جامع تقریر فرمائی۔ جس کا موضوع تھا "اتحاد اور اہلسنت"۔ گیارہ بجے جلسہ صلوٰۃ وسلام پر ختم ہو گیا پھر بیعت وارشاد کا دور چلا اس قصبہ میں حضرت کی آمد پہلی بار ہوئی تھی تقریباً آٹھ ہزار کا مجمع تھا جس میں ۳ ہزار لوگ داخل سلسلہ ہوئے جس میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ یہاں کے منتظمین میں مولانا عیسٰی قادری اور جناب رمضان علی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مدینہ مسجد میں نماز کی ادائیگی

۱۱ر فروری ۹۲ء کی نماز فجر مدینہ مسجد میں پڑھی قیام گاہ کے قریب ہی ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد واقع ہے جس کا بڑا پیارا نام یعنی مدینہ مسجد ہے۔ مدینہ والے کے لئے آدمی اپنی جانوں کو قربان کر دیتا ہے۔ مدینہ مسجد میں تقریباً ۵ر یا ۶ صفیں ہونگی بناوٹ اچھی ہے، مگر جگہ کی خرابی اتنی ہوئی کہ پہلی صف سے پہلے آدھے صف کی جگہ بالکل خالی ہے۔ اور پچھلی صف میں بھی یہی حالت ہے اگر اس کو پہلے ہی سے کام میں لیا جاتا تو ایک اور صف بن جاتی۔ مسجد کی اونچائی کافی ہے۔ ۱۰ سیڑھیوں کو چڑھ کر جانا ہوتا ہے۔ لوہے کی کواڑیں لگی ہیں، صفیں بڑی خوبصورت ہیں۔ سنگ مرمر کا فرش ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی مدینہ منورہ کا نقشہ نظر آجائیگا۔

اسلامی حکومت یا نمائش

نماز کے بعد عبد العزیز ٹھیکیدار کمرے میں تشریف لائے اور کہنے لگے کہ چائے لا رہا ہوں، نوش کریں۔ پانی بھی گرم ہو رہا ہے غسل کرلیں۔ چائے پی اور غسل سے فارغ ہوئے۔ ملنے والو ں کی لائن لگ گئی، سلام اور خیریت کی آوازیں آنے لگیں، اسلام میں یہ اصول بڑا پیارا ہے ایسا طریقہ جو پیار و محبت کو بڑھا دے، وہ دوسرے مذہب میں نہیں ملتا۔ انور ریاض اختری آئے انکے ہاتھوں میں ماہنامہ صراط مستقیم تھا کہنے لگے کہ اسکو پڑھیں۔ خالی تو بیٹھا تھا اخبار کی تلاش میں تھا مگر نہ مل سکا صراط مستقیم کا مطالعہ کرنے لگا۔ اداریہ قدرے پڑھا اس میں ماضی کے اسلام سرفروشوں

کے واقعات اور اسلامی حکمرانوں کے کفر کے مقابلہ میں کامیابی کے حالات لکھے ہیں مگر آج وہ اسلامی حکومتیں کہاں، ہمارے بزرگوں نے جو کیا اس کی وجہ سے ناک اونچی ہوئی ہے۔ آج کی اسلامی حکومتیں عیش و عشرت میں پڑی ہوئی ہیں، جہاد کے نام پر آپس میں لڑ رہے ہیں۔ بھائی بھائی کے قتل پر ڈٹا ہوا ہے اتحاد کے پرخچے اڑا دیتے ہیں، اسلامی اصولوں کے منافی فیصلے ہوتے ہیں۔

ایک عیسائی کا قبول اسلام

ورق گردانی کرتا ہوا ص ۲۶ پر پہنچا تو ایک عیسائی جنرل کے قبول اسلام پر نظر پڑی دل پھڑک اٹھا، پورا مضمون پڑھ ڈالا انھوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کی وجہ لکھی ہے کہ وہ چاٹ گام بنگلہ دیش کے سمندری علاقہ میں رہا کرتے تھے کشتی بان ایک مسلمان شیخ علی نام کا آدمی تھا۔ وہ اپنے وقت مقررہ پر پابندی کے ساتھ نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرتا تھا۔ اور اتنی ہی پابندی کے ساتھ اپنے فرائض کو بھی انجام دیتا تھا شیخ علی کے اخلاق اور سیرت کو دیکھ کر اپنے عیسائی پادریوں میں نظر ڈالتا اور پڑوس میں بدھ مذہب کے علماء پر نظر ڈالتا مگر وہ کشش کسی اور میں نظر نہ آتی تھی۔ شیخ علی اسلام کا مبلغ نہ تھا صرف ایک مسلمان تھا۔ عیسائی جنرل کا تبادلہ ہو گیا، مقبوضہ فلسطین جانے کا اتفاق پڑا خلیجی جنگ میں شریک تھا۔ بیت المقدس کے قریب ڈیوٹی تھی وہیں پر اسلام کو فلسطینیوں کے ذریعہ معلوم کیا اور بیت المقدس میں جا کر اسلام کا اعلان کر دیا۔" (صراط مستقیم ص ۲۶، مارچ ۹۱ء) مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے کردار کو بدلیں اور نمازوں کی پابندی کرتے اسلامی اصولوں پر کاربند رہیں۔ اگر ایسا اپنے کو بنالیں تو کامیابی ہمارے قدم چومے گی۔ اب باتیں بنانے کا وقت ختم ہو گیا عمل کا دور رہے، عروج و زوال اسی میں پنہا ہے۔

شاہی جامع مسجد

میرٹھ سٹی کی شاہی جامع مسجد جس کی فلک بوس مینارے ۵ کلو میٹر دور سے نظر آتے ہیں۔ اس کی تعمیر مسلم بادشاہوں نے کی۔ اور اس وقت اس کی امامت و خطابت مولانا قاضی محمد قاسم عثمانی صاحب کر رہے ہیں ان کے والد قاضی محمد خورشید حسن بھی خطابت کے فرائض انجام دے چکے ہیں۔

تنظیم الائمہ

میڑتاسی اور قریب گاؤں میں مساجد کے لئے ائمہ کی فراہمی ایک اہم مسئلہ ہے بہت سے ایسے گاؤں ہیں جو امام کا بار نہیں اٹھا پاتے ہیں تنظیم الائمہ اپنے خرچ سے اماموں کو بھیجتی ہے اور اس تنظیم کے زیر انتظام کام انجام پاتے ہیں۔ مفتی اشفاق حسین صاحب نعیمی سرپرست اقاضی محمد قاسم صدر، اور مولانا ایوب عالم سکریٹری ہیں۔

جدید جامع مسجد

سیٹھ آدم خاں کی دعوت پر ان کے مکان پہنچے، اتنے میں ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا جامع مسجد قریب ہی ہے وہاں سے فارغ ہوکر نماز کے لئے مسجد پہنچے، یہ معلوم کیا کہ آخر یہ دو جامع مسجد کیوں؟ کسی نے بتایا کہ بہت پہلے شاہی جامع مسجد کو کسی وجہ سے چالیس سال کے لئے بند کردیا گیا تھا اسی دوران یہ مسجد تعمیر ہوئی، اس مسجد کے امام مولانا صوفی انیس الرحمٰن ہیں جو اچھے اخلاق والے ہیں۔ مسجد کی صحن میں دو مزار شریف بھی واقع میں ۱۹۸۹ء میں حضرت کا پہلا دورہ ہوا تھا، اس وقت اس کی تعمیر و توسیع کے لئے منصوبہ بنایا گیا کہ ان مزارات کو کیسے محفوظ کیا جائے کہ صفیں بھی پوری ہوجائیں۔ حضرت سے مسئلہ دریافت کیا حضرت نے فرمایا تھا کہ "ان مزارات کو ایسے ہی اپنی حالت پر رہنے دیں اور ان کے اوپر چھوٹی سی چھت ڈال دی جائے پھر چھت پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں"۔

جلسہ!

۱۱ر فروری ۹۲ء کی شب میں ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ جلسہ بارہ بجے تک چلتا رہا ساڑھے ۱۲ بجے حضرت کی تشریف آوری ہوئی، پورا مجمع نعرہائے تکبیر سے استقبال کررہا تھا۔ اولاً حضرت نے اپنی کہی ہوئی نعت "خیر سے" وجد آفریں انداز میں پڑھی۔ پورا مجمع محو عشق رسول تھا ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ نعت شریف کے بعد حضرت نے ایک گھنٹہ سے زائد نہایت نفیس انداز میں قوم سے خطاب فرمایا۔ حضرت سے قبل علی بخش نعت خواں نے ایک نعت شریف پڑھی جس میں ایک لفظ یہ تھا "جنت دیکھ کر آئے" حضرت نے فرمایا کہ ــــــــ "کوئی بھی شخص جنت میں پہنچنے کے بعد واپس

کی خواہش نہیں کرتا اور نہ کرنا چاہیئے۔"
پھر اس شعر کو بدل کر فی البدیہہ یہ شعر ارشاد فرمایا ؎

کہیں نور کی ہیں بارشیں
جسے دیکھنی ہے جنت در مصطفیٰ پہ آئے

جلسہ حضرت کے سلام پر اختتام پذیر ہوا۔

مولانا قاضی محمد قاسم عثمانی رضوی

حضرت مولانا قاضی محمد قاسم کا خاندان علمی وجاہت کے ساتھ ضلع ناگور میں مشہور و معروف ہے۔ آپ کے خاندان میں قضاۃ کا منصب عہد قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ قاضی صاحب جہاں بے مثال عالم ہیں وہیں شاندار حکیم بھی ہیں۔ آپ کو حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ سے اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہے۔

میڑتا سٹی سے باسنی تک

۱۲، فروری کو ۱۲، بجے میڑتا سٹی سے شہر باسنی کے لیئے روانہ ہوئے، راستہ بھر علمی گفتگو ہوتی رہی۔ راجستھان میں داخل ہوتے ہی کچھ لوگوں کے سروں پر لال اور پیلے رنگ کی پگڑی بندھی ہوئی دیکھی، مگر اس وجہ سے معلوم نہیں کیا کہ کسی حاجت وضرورت کے پیش نظر سروں پر کپڑا لپیٹے ہوئے ہیں، میڑتا سٹی سے باسنی کے لیے جب شہر سے باہر نکلے تو لائن در لائن ایسے ہی لوگوں کو دیکھا گیا۔ میں نے ایک شخص سے دریافت کیا، اس نے بتایا کہ "اسکو ہم لوگ جو دھپور کی چندری بولتے ہیں"، مگر بات سمجھ میں نہ آئی پھر معلوم کیا کسی نے بتایا کہ "یہ میواڑیوں کی خاص پہچان ہے، ان کی تہذیب میں یہ داخل ہے۔ کئی سو سال قبل کسی بادشاہ نے اس قوم پر دھاوا بول دیا تھا اور حملہ لاٹھیوں اور تلواروں سے تھا۔ لاٹھیاں سر پہ پڑ رہی تھیں جسکی وجہ سے میواڑی زیر ہو گئے، پھر ان کے سربراہوں نے سر پہ عمامہ کے طرز کا کپڑا باندھنا اصول میں داخل کر لیا، اتنی تفصیل کے بعد بات سمجھ میں آگئی، ویسے اس مخصوص طرز کے کپڑے کی باندھ سے بہت فوائد ہیں — دھوپ سے سر محفوظ رہ سکتا ہے لاٹھیوں کی ضرب سے بچ سکتا ہے، پیٹھ وغیرہ کی کاری ضرب سے بھی محفوظ رہ سکتا ہے وغیرہ۔

کار کے ڈرائیور جناب ضیاء الحسن تیز رفتار سے گاڑی چلا رہے تھے کہ راستے میں ایک سڑک کے قریب گاؤں نظر آیا، غور سے تو دیکھ نہ سکا مگر قاضی محمد قاسم صاحب نے بتایا کہ یہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک نصب ہے

مگر اس پر ہندوؤں کا قبضہ ہے۔ ہندو اس جگہ کو عزت و احترام دیتے ہیں۔ روزانہ رات کو موم بتی جلاتے ہیں اور روشن بھی کرتے ہیں۔

سلطان الاولیا رشاہ صوفی حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ناگور شریف اور ابو الفضل فیضی کا ناگور تو دیکھ نہ سکا مگر ان کے قصے اور صوفی حمید الدین ناگوری کی کرامات لوگوں کی زبانوں پر ضرب المثل بنی ہوئی ہیں ناگور کا علاقہ کافی وسیع ہے اور زرخیز علاقہ ہے، جو تا پتھر وغیرہ کی پیداوار ہوتی ہے مگر پانی کی بڑی قلت ہے جس کی وجہ سے پریشانیاں آجاتی ہیں۔ کار ناگور کے قریب سے گذر گئی دل میں خیال آیا کہ ناگور شریف پہنچ کر حاضری دیں مگر مصروفیات اور وقت کی قلت کے سبب حاضری سے محرومی رہی، اللہ تعالیٰ معاف فرمائے آمین

ابھی باسنی پہنچے نہیں تھے کہ راستہ میں مفتی ولی محمد رضوی نے حضرت سے مسئلہ دریافت کیا کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جبہ و عمامہ اور عصا شریف کے پرنٹ فوٹو لگانا کیسا ہے اور کیا سند ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "ان تبرکات مقدسہ کے بارے میں کسی سند کی ضرورت نہیں، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی کی تصنیف انہار الانوار پڑھیئے۔ ان تبرکات کے فوٹو کو رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے"

مزید اسی سلسلہ میں گفتگو ہوتی رہی، ۲ر گھنٹہ کی مسافت کے بعد شہر باسنی میں داخل ہوگئے، جگہ جگہ استقبال کیا گیا۔

جاہلانہ رسم

اس سفر کے دوران ریڈیو کی خبریں سننے کے علاوہ کسی اخبار کی زیارت نہیں ہوئی، اردو کا تو کہیں نام نہیں، ہاں ہندی عروج پر ہے اور اپنے علاقہ کی زبانوں کو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ باسنی کو سفر کرتے ہوئے ایک ہندی روزنامہ دینک نو جیوتی جے پور پر نظر پڑی ہندی تو کم پڑھ پاتا ہوں مگر کوشش سے پورا اخبار پڑھ ڈالا۔ اس اخبار میں اس سرخی پر نظر پہنچی کہ "دہیز سے بچنے کے لئے بیٹیوں کو مار دیتے ہیں"۔ (۱۱ر فروری ۹۳ء ص ۵ کی ۱-۲ر)

ایسی جاہلانہ رسومات اہل عرب میں رائج تھیں ایام جاہلیت میں بیٹیوں کا زندہ رکھنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ زندہ درگور کر دیا جاتا یا پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا تھا۔ گھر میں بیٹیوں کی پیدائش کو منحوس سمجھا جاتا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر ان جاہلانہ رسوم کا سدباب ہوا۔ اور عورتوں کو اسلام

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

نے ایک اہم مقام دیا، ان کے حقوق محفوظ کئے۔ اب یہی جاہلانہ رسم ہندوستان کی زندگی بن چکا ہے۔ اور وہ ایام جاہلیت کی باتیں ہندوستان میں دہرائی جانے لگیں ہیں جو جاہل عرب عوام میں پائی جاتی تھیں میں سمجھتا ہوں کہ حکومت ہند کتنی ہی تدابیر اختیار کرے مگر وہ ناکام ہی ہے۔ اس کے سدباب کے لئے صرف اسلام کے نظریہ کو اپنانا ہوگا تو کامیابی ہو سکتی ہے۔

جامع مسجد باسنی

میں نے عصر کی نماز باسنی کی جامع مسجد میں ادا کی، جامع مسجد کافی وسیع ہے اس کی بائیں جانب وضو کے لئے ایک لمبا حوض ہے۔ فرش اور در و دیوار بڑے خوبصورت ہیں، مینارے کافی بلند اور اگلا حصہ جامع مسجد دہلی کے طرز پر تعمیر کیا گیا ہے۔ بقول مفتی ولی محمد رضوی کئی سو سال سے آباد ہے۔ پہلے بہت چھوٹی تھی بعدہٗ اس کی توسیع کی گئی۔

رضوی دارالافتاء

نماز عصر کی ادائیگی کے بعد جامع مسجد باسنی کے دفتر میں جانا ہوا، مفتی ولی محمد اسی جامع مسجد کے خطیب و امام ہیں، یہ انکا دفتر اور دارالافتاء ہے اور نشست گاہ بھی، کچھ احباب سے ملاقاتیں ہوئیں اور دیگر موضوعات پر گفتگو رہی۔ دفتر اپنے وسعت کے اعتبار سے تو کم ہے مگر علمی پلڑ بھاری ہے۔ مفتی ولی محمد رضوی بڑی مستعدی سے افتاء کے منصب کو خود داری کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔

علم غیب و توسل

رضوی دارالافتاء میں مفتی ولی محمد صاحب رضوی نے اپنی تصنیف کردہ کتاب "علم غیب و توسل" عنایت فرمائی، کتاب کے نام سے موضوع ظاہر ہے، رسالہ کے ۱۹ صفحات علم غیب اور ۱۲ صفحات توسل اور وسیلہ سے متعلق ہیں۔ مجموعی صفحات ۳۸ ہیں۔ خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، مولانا سید محمد اشرف کلیم باسنی

مفتی شفیق احمد شریفی، مولانا ظہور احمد اشرفی کے کلمات دعائیہ اور تقریظات مندرج ہیں۔ ان دو مشہور مسئلوں پر اچھے پیرایہ انداز اور دل نشیں الفاظ میں بحث کی گئی ہے۔ رسالہ کا نام اس طرح ہوتا "علم غیب اور توسل" تو بہتر ہوتا، ویسے مختصر سے رسالہ پر درجنوں علماء کی تقاریظ ضخامت میں اضافہ کے علاوہ اور کچھ سود مند نہیں۔

رضوی کتاب گھر

مفتی ولی محمد رضوی کا اشاعتی ادارہ "رضوی کتاب گھر" کے دفتر کو بھی دیکھا۔ رضوی کتاب گھر حال ہی میں قائم کیا گیا ہے۔ شہر باسنی میں معیاری کتابوں کی فراہمی دشوار کن تھی، رضوی کتاب گھر نے اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ رضوی کتاب گھر کے ناظم مولانا اللہ بخش رضوی ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ترقی عطا فرمائے آمین۔ یہ بالکل جامع مسجد سے متصل ہی واقع ہے۔

سہ ماہی صوفیہ

جامع مسجد کے صحن میں مولانا اسرائیل شاداب دیوگھری سے ملاقات ہوئی انھوں نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ مجھے ادب سے زیادہ دلچسپی ہے۔ اس بنیاد پر ایک سہ ماہی صوفیہ نکالتا ہوں، "رضوی کتاب گھر" کے بالکل قریب سہ ماہی صوفیہ کا دفتر واقع ہے۔ مولانا شاداب نے دسمبر ۹۲ء کا شمارہ عنایت فرمایا۔ سرسری نظر رسالہ پر ڈالی، اداریہ میں مسلمانوں کو اعمال کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب اور ان کے اسباب زوال بیان کئے گئے ہیں۔ اور دوسری جانب اسلام کے ابھرتے ہوئے منظر نامہ کو سراہا گیا ہے۔

اردو رسائل کا رونا

آج اردو ماہنامے، سہ ماہی اور دو ماہی اپنی خستہ حالی پہ ماتم کناں ہیں، سنی مذہبی صحافت کچھ سسک رہی ہے اور کچھ نے دم توڑ دیا ہے۔ کسی سے ممبر بننے کے لئے کہتے ہیں تو وہ کہتا ہے میں ہندی جانتا ہوں، اگر آپ ہندی میں رسالہ نکالیں تو ممبر بن جاؤنگا، ہندی ماہنامہ والے جب ممبر بننے کے لئے کہتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ ہندی مجھے آتی نہیں آپ اردو میں رسالہ نکالیں تو پھر ممبر بن جائیں گے۔ مولانا حسان ناطق ایڈیٹر سہ ماہی صوفیہ ہندی رسائل پر ریمارک کستے ہوئے لکھتے ہیں "اردو کے رسائل بڑی کسمپرسی کے عالم میں ہیں اور اہل ادب بھی کچھ سبک روی سے کام

لے رہے ہیں۔ ہندی رسم الخط میں رسالہ شائع کرنا کوئی بڑی بات نہیں،، (ص ۶ ش، دسمبر ۹۲ء) کیا قارئین سنی دنیا یہ جانتے ہیں کہ سنی دنیا بھی اچھے ماحول میں چل رہا ہوگا؟ ایسا نہیں ہے بلکہ اس کی بھی وہی حالت ہے۔

دفتر سنی تبلیغی جماعت باسنی

مغرب کی نماز جامع مسجد باسنی میں حضرت کی اقتدا میں ادا کی گئی، مفتی ولی محمد رضوی کی معیت میں دفتر سنی تبلیغی جماعت بھی جانا ہوا۔ دفتر کی زیارت سے کافی مسرت محسوس ہوئی، تنظیمیں اور جماعتیں دیرجوک ہیں اور آج ہندوستان کی زندگی میں روزمرہ میں داخل ہو چکا ہے کہ صبح جماعت بنتی ہے اور شام کو اس کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ سنی تبلیغی جماعت کا دفتر کافی وسیع ہے۔ مفتی ولی محمد رضوی نے جماعت کی کارکردگی اور دینی و علمی خدمات پر مشتمل رجسٹر دکھائے، انہی کی زبانی معلوم ہوا کہ خوشی ہوئی کہ اس جماعت کے زیرِ انتظام راجستھان میں تقریباً ۸۰ مدارس چل رہے ہیں۔ بعدہٗ ان مدارس کی فہرست دکھائی جو زیرِ انتظام سنی تبلیغی جماعت ہیں اور ایسے ایسے گاؤں میں مدارس و مکاتب قائم کئے جہاں پر مسلمان تو تھے مگر مسلمان ہونا اور نماز وغیرہ پڑھنا نہیں جانتے تھے جاہلیت ہی جاہلیت تھی۔ سنی تبلیغی جماعت نے مدارس کا جال پورے صوبہ میں بچھا دیا ہے۔ یہاں پر ہر چیز کا معقول انتظام ہے اساتذہ کو وظائف جماعت کی جانب سے ملتے ہیں۔ باسنی میں جماعت کے سربراہ مولانا ظہور احمد اشرفی ہیں۔ اس کے بانی علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ تھے حضرت بھی اس کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ جناب رمضان قادری نے سنی تبلیغی جماعت کے تعارف پر ایک کتاب "جائزہ" عنایت کی۔ آج ضرورت اسی بات کی ہے کہ پورے ملک پر جماعتی سطح پر منصوبہ بند طریقے سے کام کیا جائے اور نئی نسل میں اسلامی اسپرٹ کو جگایا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہم نہ جانے کس سمندر میں غوطہ زن ہو جائیں گے پھر کوئی دوسرا سہارا دینے والا نہ ملیگا۔ تنظیمی ڈھانچہ بہت ضروری ہے۔ مولیٰ تعالیٰ سنی تبلیغی جماعت کے اراکین کو حوصلہ و ہمت اور عطا فرمائے آمین۔

مکہ مسجد کا افتتاح

۱۳ر فروری ۹۲ء کو جمعہ کی نماز مکہ مسجد میں حضرت نے پڑھائی اور اس کا افتتاح فرمایا، مکہ مسجد کی تعمیر حاجی فاروق رضوی، حاجی اختر صاحب کے

مالی تعاون سے ہوئی ہے۔ مسجد جدید طرز پر تعمیر کی گئی ہے۔ نماز جمعہ میں کافی مجمع تھا مسجد کے باہر دو رمنوں صفیں تھا، مکہ مسجد کے صدر دروازہ پر ایک سفید پتھر لگا ہوا ہے جس پر لکھا ہے کہ "افتتاح مفتی اعظم ہند علامہ اختر رضا خاں ازہری اور سنگ بنیاد مفتی راجستھان علامہ اشفاق حسین نعیمی"۔ نماز میں مجمع کی کثرت سے میں ایک لمحہ کے لئے یہ محسوس کرنے لگا کہ یہ عید کی نماز ہو رہی ہے۔

مدرسہ قاسم العلوم کا جلسہ

شام بعد نماز عشاء مدرسہ اہلسنت قاسم العلوم کا جلسہ دستار فضیلت منعقد ہوا رونق اسٹیج میں علماء۔ لوگ موجود تھے۔ مولانا محمد حنیف شیرانی، قاری شبیر احمد رضوی مولانا الیاس قادری، وغیرہ۔

حضرت نے مولانا ظہور احمد اشرفی کی دستار بندی فرمائی، بعدہ حضرت کی دعاؤں اور علامہ مفتی اشفاق حسین نعیمی قاضی محمد قاسم عثمانی نے طلبہ کی دستار بندی کی۔ اس میں شیرانی آباد سے کافی تعداد میں حضور مفتی اعظم ہند کے مریدین نے شرکت کی۔ صلوٰۃ وسلام پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

قارئین سنی دنیا سے ملاقات

شہر باسنی میں قیام حاجی محمد فاروق رضوی کے یہاں تھا۔ قیام گاہ اور دیگر جگہوں پر قارئین سنی دنیا سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں پر سنی دنیا کو لوگ بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے فرمایا کہ "سنی دنیا کو مرکزی حیثیت حاصل ہونے کے باوجود اس کی ہر ایک بات حرف آخر سمجھی جاتی ہے"۔ حافظ ابو بکر رضوی اختری جن کی عمر ۱۰ سال کی ہوگی نو عمری میں مستعدی کے ساتھ سنی دنیا کا مطالعہ کرتے ہیں۔ حاجی سلیم قادری نے اپنے والد کے ایصال ثواب کے لئے "باسنی ہاسٹل" قائم کیا جس کا سنگ بنیاد حضرت نے رکھا، کھانے کی دعوت بھی ہوئی وہاں پر قارئین سنی دنیا سے تبادلۂ خیال ہوا کماری متصل باسنی کے احباب سنی دنیا سے ملاقات ہوئی۔ سکندر اشرفی کماری نے کہا کہ "اداریہ حالات حاضرہ کا آئینہ دار ہوتا ہے اور یہی رسالہ کی جان ہے۔ جتنی بے باکی سے آپ لکھتے ہیں اور کوئی نہیں لکھتا"۔ وہیں پر مولانا اقبال سے بھی شرف ملاقات ہوئی۔ تحریک سنی دنیا آہستہ آہستہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہی ہے اور اس کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ ایک وہ دن آئیگا جب ہر سنی کے گھر میں سنی دنیا مطالعہ کی میز پر موجود پائیں گے۔

باسنی بزموں کے ہجوم میں

مغرب کی نماز جامع مسجد میں پڑھ کر باہر نکلا تو ایک عجیب و غریب منظر نظر آیا جہاں تعجب خیز ہے وہیں اس کی اسلامی شان و شوکت کو دو بالا کرتی ہے۔ باسنی شہر مسلمانوں کا شہر ہے۔ ہر چہار جانب نظر دوڑائیے تو چہرہ پر سنت رسول لے والے اور ٹوپی والے نظر آتے ہیں۔ میں جامع مسجد کے زینوں پر کھڑا کھڑا اسلامی آن و بان اور اسلام کی شوکت کا نظارہ کر رہا تھا۔ کسی نے بتایا کہ یہ بزم فضا ہے بزم فضا کے نوجوان حضرت سے بیعت بھی ہوئے تھے۔ قدرے بزم فضا پر رکا پھر آگے چل پڑا۔ نظر جہاں تک جا رہی تھی وہاں تک بزموں کے بورڈ لگے ہوئے تھے۔ بزم نعیمی کے عبدالرحمٰن صاحب نے چائے نوشی بھی کرائی۔ باسنی میں بزموں اور جماعتوں کی ایک لمبی فہرست ہے۔ بزموں کے چند نام اور اس کے صدر کے نام دیئے جا رہے ہیں۔

بزم فضا، آصف علی۔ بزم احمد رضا، لیاقت علی۔ بزم افتخار، غلام مصطفےٰ بزم نعیمی، عبدالرحمٰن۔ ویلکم سوسائٹی محمد علی ماسٹر۔ بزم چشتیاں، محمد علی بھیا۔ بزم نور، شوکت علی محمد عابد۔ بزم فردوس، نشیمن حسین، محمد اکبر باسنی

پنک سٹی، لیاقت علی۔ بزم جیلانی اشرفی، محمد ہارون۔ آشیانہ، حاجی محمد سلیم۔ باسنی محلہ سوسائٹی، محمد علی۔ بزم بیت النور ڈاکٹر مشتاق احمد۔ بزم شادابی، عبدالرشید وائی، سی، جاوید مونا۔ بزم احمد رضا اللہ بخش۔ المکتبۃ المدینہ لاہنا چوک حاجی یوسف۔ رضوی کتاب گھر، مولینا اللہ بخش۔ سیرت کمیٹی، نگینہ مسجد۔ استارہ کورٹر، شوکت علی۔ شبستاں، محمد قاسم۔

(محمد عابد صاحب کے ذریعہ)

سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر کے، ایس راما کرشنا راؤ، (ریڈر وانچارج شعبۂ فلسفہ مہارانی کالج آف آرٹس میسور) نے حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سیرت پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی، جو پاکستان سے شائع ہوئی ہے۔ اسکا اردو ترجمہ الحاج سردار احمد باسنوی نے "سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے انجمن ترقی اردو ہند شاخ باسنی نے اچھے انداز میں شائع کی۔

مولانا ولی محمد رضوی

شہر باسنی کی معتبر اور مشہور شخصیت کا نام ہے مولانا مفتی ولی محمد رضوی. جن کو حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے ارادت اور جانشین مفتی اعظم سے اجازت وخلافت کا شرف حاصل ہے. علامہ مشتاق احمد نظامی جیسے نابغۂ عصر آپکے اساتذہ میں ہیں مولانا ۱۷ سال سے جامع مسجد باسنی میں امامت وخطابت کے فرائض تندہی سے انجام دے رہے ہیں، مولانا آل راجستھان سنی تبلیغی جماعت کے ناظم الامور بھی ہیں نہایت درجہ کے خوش اخلاق اور ذی علم شخصیت ہیں۔ میڑتا سٹی سے لے کر جودھپور تک حضرت کے ہمراہ رہے۔ باسنی وغیرہ میں حضرت کی تشریف آوری انھیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

باسنی سے کماری

باسنی میں مسلمان ہی آباد ہیں اور بحمدہٖ تعالےٰ مسلمانوں کی اقتصادی حالت کافی بہتر ہے۔ یہاں کے لوگوں کے کاروبار زیادہ تر بمبئی میں ہیں۔ ۹۲ء حالیہ فسادات سے کافی متاثر ہوئے ہیں۔ باسنی میں بیعت ارشاد کا سلسلہ ہمہ وقت جاری رہا۔ باسنی سے ۷ کلومیٹر دور موضع کماری واقع ہے۔ وہاں بھی پورے موضع میں مسلمان آباد ہیں۔ ۱۳ فروری کو نماز ظہر کماری کی جامع مسجد میں ادا کی، جامع مسجد پوری نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی اسلامی جوش قابل دید تھا نماز کے بعد حضرت نے ۲۰۰ لوگوں کو داخل سلسلہ فرمایا پھر مدرسہ احمد شہید تشریف لے گئے وہاں پر ایک مختصر سے جلسہ کو خطاب فرماکر دعا پر اختتام ہوگیا، بعدہٗ قریب ۵۰۰ افراد کو داخل سلسلہ فرمایا، عورتیں بھی سلسلہ میں داخل ہوئیں۔

مصطفےٰ رضا چوک

کماری کے باشندگان نے حضور مفتی اعظم قدس سرہٗ کے نام کو یادگار کے طور پر موضع کے چوراہے کا نام "مصطفےٰ رضا چوک" رکھا۔ یہاں کے لوگ بزرگوں کے عقیدت کیش ہیں یہ "مصطفےٰ رضا چوک" جامع مسجد کماری سے بالکل قریب واقع ہے۔

اتحاد لائبریری

مولوی سکندر اشرفی جو سنی دنیا کے مستقل قاریوں میں سے ہیں۔ انکی رہنمائی میں اتحاد لائبریری کے دفتر میں بھی جانا ہوا۔ لائبریری ابھی ابتدائی مراحل میں ہے۔ اس میں ہندوستان سے سنی صحافتی اخبارات

ورسائل کو لائبریری اپنے خرچہ سے منگاتی ہے اور وہاں کے افراد وقت مقررہ پر آکر پڑھتے ہیں۔ لائبریری میں کتابیں بھی ہیں۔ اتحاد لائبریری کے دفتر میں صرف ۱۵ منٹ رکنا ہوا۔ مولیٰ تعالےٰ ترقی عطا فرمائے آمین۔

کماری سے جودھپور

۱۳ فروری کو ۳ بجے موضع کماری سے جودھپور کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستہ میں کہیں رکنا ہوا، وہاں سنی تبلیغی جماعت کے مبلغ مولانا جمیل اختر رضوی بھی اچانک پہنچ گئے، وہیں پر حضرت نے انکو داخل سلسلہ رضویہ کیا، پھر چلدئے۔ راستہ کافی لمبا تھا خاموشی سے تو کٹ نہیں سکتا تھا۔ ہندوستان میں جدید بینکاری سے متعلق گفتگو ہونے لگی، مولانا ولی محمد رضوی نے کہا کہ "بینکیں ایسا کرتی ہیں کہ اگر آپ ... ۱ ہزار روپیہ سال میں جمع کردیں گے تو سال پورا ہونے پر آپ کو اپنے پیسے ملیں گے اور ساتھ ہی ساتھ سائیکل اسکوٹر وغیرہ ملیں گے۔ کیا اسکا لینا صحیح ہے"؟ حضرت نے ارشاد فرمایا "بینک سے ملی چیز کو لینا درست ہے۔ وہ جو دیا جارہا ہے وہ انعام ہے۔ اور بینک کافر کے قبضہ میں ہے۔ بینک سے روپیہ پر جو اضافہ ملتا ہے وہ سود نہیں ہے بلکہ وہ منافع ہے اور نفع لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر نہیں لیتے ہیں تو کافروں کے ہاتھ چلی جائے گی"

راستہ میں کہیں کار رکی ایک صاحب ملنے کے لئے آئے، ہاتھ میں چین باندھے ہوئے تھے۔ حضرت نے فرمایا "چین باندھنا جائز نہیں ہے، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مکروہ لکھا ہے"۔ اس نے فوراً ہاتھ سے چین اتار دی اور وعدہ کیا کہ اب چین نہیں پہنونگا۔ جودھپور تک سفر اطمینان سے طے ہوا، جودھپور کے نواحی علاقہ میں نماز عصر ادا کی۔ نماز مغرب حاجی عبدالرشید قریشی کے مکان پر پڑھی اور رات بھر یہیں قیام رہا۔ حاجی عبدالرشید قریشی باشرع اور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے مرید ہیں۔

تذکرۂ جمیل

جودھپور پہنچنے پر مفتی اشفاق حسین صاحب نعیمی کو اطلاع دی گئی، انہی کی دعوت پر یہاں پہنچے۔ مفتی صاحب قبلہ تشریف لائے، کافی دیر تک علمی مسائل پر تبادلۂ خیال ہوا شام کے کھانے پر جب ہم لوگ بیٹھے تو ذکر نکلا حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ کا، مفتی صاحب نے فرمایا کہ حجۃ الاسلام جیسا حسین وجمیل کبھی دیکھا نہ گیا۔ وہ ایک بار جودھپور بھی تشریف لائیں

ان کے چہرے کی نورانیت کو دیکھ کر کفار و مشرکین بھی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجایا کرتے تھے۔" حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرنے والے کی فہرست دفتر جماعت رضائے مصطفٰے سوداگران بریلی میں موجود تھی۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً قبول اسلام کی فہرست ہفت روزہ اخبار دبدبہ سکندری رام پور، ماہنامہ یادگار رضا بریلی اور ماہنامہ تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں شائع ہوئی جسکا ریکارڈ راقم السطور کے پاس محفوظ ہے۔ مفتی اشفاق حسین نعیمی نے

حجۃ الاسلام کی عربی زبان پر مہارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا، "آپ قلم برداشتہ عربی لکھتے تھے عرب جب تشریف لے گئے تو عربی ایسی فصیح و بلیغ بولتے کہ اہل عرب حیرانی سے ہندی عالم کو دیکھتے۔" حضرت نے تکمیل کرتے ہوتے فرمایا، "عربی اشعار بھی فی البدیہہ کہہ دیا کرتے تھے۔ آپ کے خطبات مشہور ہیں۔" مگر کف افسوس کے علاوہ ہم کر بھی کیا سکتے ہیں کہ انکا سرمایہ ضائع ہوگیا۔ فتاویٰ کے رجسٹر اور نعتیہ دیوان کا آج تک کچھ سراغ ہی نہ لگ سکا۔ راقم السطور نے حجۃ الاسلام کی کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ کلام کو جمع کیا ہے۔ انشاء المولیٰ تعالیٰ عنقریب ہی منتشر دیوان منظر عام پر آجائیگا۔

ذکر نعیم و نزہت مرادآبادی

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے والد ماجد مولانا معین الدین نزہت مرادآبادی مولوی قاسم نانوتوی کے مرید تھے۔ مفتی اشفاق حسین نعیمی نے ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "میرے استاد گرامی صدر الافاضل فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت سے کسی کو کچھ ملا ہو مگر مجھے ایمان ملا ہے۔" حضرت نے صدر الافاضل کا ذکر کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ "اعلیحضرت اور مولوی اشرف علی تھانوی کے درمیان مناظرہ کی تاریخ متعین ہوئی اور جگہ مرادآباد کا انتخاب کیا گیا۔ وقت مقررہ اعلیحضرت امام احمد رضا مرادآباد تشریف لے گئے مولوی تھانوی بھی پہنچے، مگر انھوں نے ضلع انتظامیہ کو یہ کہلوایا کہ مولوی احمد رضا خاں آئے ہوئے ہیں اور فلاں رات کو جلسہ ہوگا۔ اگر انہوں نے تقریر کی تو خون کی ندیاں بہہ جائیں گی اور فساد بھڑک اٹھے گا" مولوی تھانوی کی بات پر ڈی ایم نے تقریر پر پابندی لگادی۔ اعلیٰ حضرت کی جانب سے لوگوں نے یقین دہانی کرائی کہ کچھ نہیں ہوگا مگر دوسری طرف سے کافی زور ڈالا گیا اگر تقریر ہوئی تو لاشیں گر پڑیں گی۔ ایس ایس پی مسلمان تھا وہ اعلیحضرت کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ حضور آپ

کی تقریر پہ پابندی لگادی گئی ہے آپ مناظرہ اور تقریر نہ کریں۔ اعلیحضرت نے فرمایا کہ آپ مسلمان ہیں۔ اور مسلمان ہونے کی نسبت سے میں یہ کہتا ہوں کہ آپ اپنے گھر پہ انکو بلوالیں اور میں بھی حاضر ہو جاؤنگا صرف ۵ منٹ کی گفتگو ہو جائے ۶ منٹ پہ وہ توبہ کر لیں گے۔ جلسۂ مناظرہ پر پابندی ہے مگر آپ کے گھر پر تو نہیں ہے"۔ اس پر ایس ایس پی تیار ہو گئے۔ یہ مولوی تھانوی کے قیام گاہ پر پہنچے اور ان سے کہا کہ میں ایس ایس پی ضلع مراد آباد ہوں دونوں آدمیوں کے تصفیہ کی ایک راہ نکال لی ہے وہ یہ ہے کہ آپ فلاں وقت میرے گھر تشریف لے آئیں اور مولینا احمد رضا بھی ہونگے اور تیسرا میں ہونگا اور کوئی نہ ہوگا۔ اتنا کہنا تھا کہ مولوی جی بولے میں نہیں جاؤں گا۔ اگر ہماری بات چیت ہو گئی تو یہ.......ہو جائیگا۔ غرضکہ وہ تیار نہیں ہوئے۔ ایس ایس پی نے مولوی تھانوی کے سامنے کہا کہ میں سمجھ گیا کہ حق پہ کون ہے اور باطل پہ کون ہے؟ اگر آپ حق پہ ہوتے تو حق کو واضح کرنے کے لئے چلتے ۔ رات کو جلسہ ہوا تقریر پر پابندی عائد تھی۔ اعلیٰ حضرت کو دعا کیلئے کھڑا کر دیا گیا۔ آپ نے مکمل ایک گھنٹہ تک دعا مانگی اور اسی دعا میں ساری باتیں کہہ دیں، اس دعائیہ تقریر سے متاثر ہو کر نزہت مراد آبادی نے اپنی بیعت توڑ دی اور اعلیٰ حضرت سے بیعت ہو گئے۔ اسطرح کے بیشتر واقعات ہیں۔ اعلیٰ حضرت کا احسان عظیم ہے کہ انھوں نے ہم لوگوں کو سیدھی راہ دکھائی اور شریعت مطہرہ پر گامزن رہنے ہی کو نجات کا ذریعہ بتایا۔

دارالعلوم اسحاقیہ

راجستھان کی مرکزی اسلامی درسگاہ دارالعلوم اسحاقیہ ہے۔ جس کے سربراہ اور صدرالمدرسین مفتی اشفاق حسین نعیمی ہیں۔ ۱۴ر فروری کی شب میں دارالعلوم میں جلسہ ہوا۔ جلسہ میں شرکت کیلئے میں دارالعلوم پہنچا، مفتی صاحب قبلہ دفتر میں رونق افروز تھے، ملاقات ہوئی اتنے میں مفتی شیر محمد رضوی بھی تشریف لائے۔ جو دارالعلوم اسحاقیہ کے ناظم تعلیمات اور دارالافتاء کے مفتی ہیں۔ مفتی اشفاق حسین نعیمی نے غایت درجہ محبت وشفقت فرماتے ہوئے اپنے عملہ سے ملاقاتیں کرائیں اور تعارف کرایا۔ دارالعلوم اسحاقیہ کے کلرک اور سید انتظار حسین بھی موجود تھے۔ کافی دیر تک مدرسہ کی تعمیری و تعلیمی موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ دارالعلوم کی عمارت تین منزلہ ہے۔ از ابتدا تا انتہا تعلیم۔

وتربیت کا معقول بندوبست ہے۔

فاروقیہ بکڈپو کے ناظم

مفتی اشفاق حسین نعیمی سے تبادلۂ خیال ہو ہی رہا تھا کہ آپ کے صاحبزادے حاجی معین صاحب آپہنچے، سلام و دعا کے بعد فاروقیہ بکڈپو کی سرگرمیوں سے متعلق گفت و شنید ہوئی، فاروقیہ بکڈپو کے کے سرپرست بھی مفتی صاحب قبلہ ہیں، اور ناظم حاجی معین صاحب ہیں۔ جو جامع مسجد مٹیا محل دہلی میں کتب اہلسنت وجماعت کی اشاعت و مذہبی نمائندگی کرتا ہے مکتبہ جام نور کے بعد اہل سنت کی اشاعتی میدان میں کامیابی فاروقیہ بکڈپو کے سر ہے۔ فاروقیہ بکڈپو بار ہا پا تا ہو اہے مولیٰ تعالیٰ ترقی عطا فرمائے (آمین)

اندرون خانہ تلاشی

ہر دور میں کچھ علماء حکومت کے پٹھو رہے ہیں، چاہے دور انگریز ہو یا دور حاضر گورنمنٹی علماء کو باقاعدہ تنخواہیں ملتی تھیں اور حکومت جیسا چاہتی اپنے منشا کے مطابق فتاوی لکھوالیتی تھی۔ اور انہیں بنیادوں پر ان علماء کو "شمس العلماء" کا خطاب دیا جاتا تھا۔ حکومتی خطاب یافتہ علماء کی تعداد درجنوں کے قریب ہے مولوی تھانوی بھی انہیں میں سے ایک تھا ظاہر میں بڑے پارسا اور پکے نمازی۔ مگر اندرون خانہ تلاشی کے بعد حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ مولوی تھانوی کو تنخواہ کہاں سے ملتی تھی، مولانا قاضی محمد تکلم عثمانی نے حضرت اور مفتی اشفاق حسین نعیمی کی موجودگی میں واضح اور عینی شاہد کی زبانی بتایا کہ "میرٹھ تا سٹی کے قریب ایک گاؤں میں کرنل مکرم علی خاں رہا کرتے تھے، وہ انگریز فوج میں اعلیٰ عہدہ پر فائز تھے اور مولوی تھانوی سے بھی قریبی مراسم تھے اس بنیاد پر انگریز ان کے ذریعہ سے ہر ماہ پانچ سو روپیہ تنخواہ مولوی تھانوی کو دلاتا تھا۔ کرنل مکرم علی خاں اس معاملہ میں رازدار بنے رہے، مکرم علی خاں نے ____ آخری وقت میں اس بات کا انکشاف کیا، جس کے شاہد آج بھی اہم شخصیات ہیں۔

جلسہ دستار فضیلت دارالعلوم اسحاقیہ

۱۴ر فروری کے دن میں دارالعلوم اسحاقیہ کا جلسہ دستار فضیلت منعقد ہوا۔ حفاظ و قراء اور علماء فارغین کی مجموعی تعداد تقریباً ۲۰ رتھی۔ ۱۰ ربجے صبح سے شروع ہو کر ۲ ربجے دوپہر تک جلسہ شان و شوکت

کے ساتھ چلتا رہا۔ ختم بخاری شریف کا بھی پروگرام ہوا، حضرت نے علم دین کی فضیلت پر ۳۰ منٹ تقریر فرمائی اور طلبہ کو بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھ کر تکمیل فرمائی جلسہ کی نظامت مولانا فیاض رضوی مدرس دارالعلوم اسحاقیہ کر رہے تھے۔ مقررین میں مولانا عبداللہ حیدری، مولانا ابوبکر مولانا قاضی محمد قاسم عثمانی رضوی، مفتی شیر محمد رضوی وغیرہ تھے۔ مجمع کی کثرت پر میں نے دریافت کیا تو مفتی اشفاق حسین نعیمی نے فرمایا کہ "اس بار جلسہ کے اعلان کے لئے کوئی معقول انتظام نہیں کیا گیا تھا اور پوسٹر بھی شائع نہیں ہوئے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجمع اتنا ہو گیا کہ جگہ تنگ پڑ گئی ہے ـــــ مفتی صاحب قبلہ دارالعلوم اسحاقیہ کی کامیابی تین شخصیات کے کاندھوں پر رکھتے ہیں۔ "حضور مفتی اعظم ہند، محدث اعظم ہند اور مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی۔" مزید کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔ آمین!

مفتی اعظم راجستھان

حضرت علامہ مفتی اشفاق حسین نعیمی مفتی اعظم راجستھان کی انتھک جد وجہد سے آج دارالعلوم اسحاقیہ اپنے عروج و ترقی کے منازل طے کر رہا ہے۔ مفتی صاحب قبلہ کو حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ سے اجازت و خلافت کے ساتھ ساتھ مفتی محمد اجمل شاہ اور صدر الافاضل سے بھی حاصل ہے۔ آپ خلوص و محبت کے مجسمہ ہیں۔ راقم کی اتنی حوصلہ افزائی فرمائی کہ میرے وہم و گمان میں یہ بات نہ تھی کہ مجھ بے بضاعت کو اتنی عظیم شخصیت کچھ اہمیت دے گی۔ میں اس کو صرف اپنے مرشد گرامی کی طرف لوٹاتا ہوں۔ صوبہ راجستھان میں دارالعلوم اسحاقیہ کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس دارالعلوم کے فارغین پورے صوبہ میں اہل سنت و مسلک اعلیٰحضرت کا ڈنکا بجا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مفتی صاحب قبلہ کا سایہ تادیر قائم رکھے آمین۔

دارالعلوم اسحاقیہ ہاسٹل

دارالعلوم اسحاقیہ محلہ خیرادیان جودھپور میں واقع ہے۔ یہاں پر جگہ کی قلت کی وجہ سے ایک شاندار ہاسٹل نئے شہر میں تعمیر کیا گیا ہے۔ مولانا غلام معین الدین رضوی جنرل سکریٹری کانگریس آئی میڑتا سٹی اور مولانا وکیل احمد رضوی مدرس مدرسہ اہلسنت حنفیہ میڑتا سٹی کی معیت میں ہاسٹل کو دیکھنے کے لئے پہنچا۔ ہاسٹل تین منزلہ ہے اس میں مسجد بھی ہے۔ ہاسٹل کی تعمیر جدید طرز

پر کی گئی ہے۔ دونوں جانب آنے جانے کے لئے راستہ ہے اور بیچ میں بچوں کے کھیلنے کے لئے پارک بنا ہوا۔ ہاسٹل میں تقریباً ۲۰ کمرے ہیں ـــ مولانا غلام معین الدین کی رہنمائی میں ہاسٹل سے کچھ ہی دور مسلم کالج بھی دیکھنے کو ملا، ماشاء اللہ عمارت کیا ہے بلکہ قلعہ ہے۔ جودھپور کے مسلمان قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے بچے اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کا معقول بندوبست کیا ہے۔

ماہنامہ ماہ طیبہ جودھپور

دار العلوم اسحاقیہ کے استاد مولانا فیاض کی ادارت میں ایک ہندی ماہنامہ ماہ طیبہ کے نام سے شائع ہوتا ہے اس کے ایڈیٹر مولانا فیاض سے بھی ملاقات ہوئی ماہ طیبہ کا رسم الخط تو ہندی ہے مگر زبان اردو ہے۔ وقت کی قلت کی وجہ سے دفتر جانا نہیں ہوا۔

جودھپور اسٹیشن پر الوداعی منظر

جودھپور میں دوپہر کا کھانا محمد ابراہیم رضوی سکریٹری دار العلوم اسحاقیہ کے یہاں ہوا اور پورا دن بیعت و ارشاد میں گذرا۔ شام کی دعوت حاجی محمد یوسف کے یہاں تھی، دعوت سے فراغت کے بعد جودھپور اسٹیشن پہنچے۔ ۸/۵۰ پر ٹرین کو چھوٹنا تھا۔ حضرت اور ہم لوگوں کو رخصت کرنے کے لئے پلیٹ فارم بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ جودھپور کی علماء ائمہ اور عوام اسٹیشن پر حضرت کے قدمبوسی کر رہے تھے۔ ٹرین معمولی سی حرکت میں آئی لوگ دوڑ پڑے، پھر رک گئی، نعرۂ تکبیر کے ساتھ سلام و دعا اور ہار گجروں کا ایک عجیب منظر تھا۔ اہل جودھپور اپنے اس عظیم رہنما کو الوداع دینے کے لئے جمع تھے کہ ٹرین روانہ ہوگئی۔ وہ لوگ اس وقت تک کھڑے رہے جب تک کہ ٹرین آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

جودھپور سے چورو تک

ہم اہل جودھپور کے آنکھوں میں آنسو چھوڑ کر چورو کے لئے روانہ ہوگئے مولانا مفتی ولی محمد رضوی، مولانا محمد منیف رضوی شیرانی اور جناب نور محمد رضوی ہمراہ تھے ۱۰/۳ پر رستم گڑھ پہنچے، رات کا وقت تھا شہر پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ مگر اہلسنت کا کارواں رواں دواں تھا۔ دین اسلام اور مسلک اعلیحضرت کی نشرواشاعت کے لئے نہ رات دیکھی گئی اور نہ دن دیکھا گیا۔ رستم گڑھ اسٹیشن پر اترے

چور و کے احباب ہار و پھولوں سے حاضر تھے۔ انہوں نے اپنے عظیم عبقری شیخ کا پر تپاک خیر مقدم کیا۔

تکیہ تاج الشاہ

ہمارا قیام داؤد احمد خلجی منزل میں تھا۔ قیام گاہ کے سامنے مسجد تکیہ تاج الشاہ واقع ہے، فجر کی نماز حضرت کی اقتدا میں ہوئی پھر مزار شاہ تاج رحمۃ اللہ علیہ پر فاتحہ خوانی ہوئی۔ کچھ گھنٹوں کے بعد مرید ہونے والوں کی ایک لائن لگ گئی، عورتوں اور مردوں کو حضرت نے بیعت فرمایا۔

تکیہ تاج الشاہ سے متصل مدرسہ سرتاج العلوم ہے۔ اس مدرسہ میں حضرت نے تشنۂ سلسلۂ رضویہ کو داخل سلسلہ فرمایا۔ نواب علی خاں رضوی اور نور محمد خاں رضوی کی کاوشوں سے ہزاروں اقرباء نے حضرت سے فیض حاصل کیا۔

مولانا حنیف رضوی کو مبارکباد

مولانا حنیف رضوی دارالعلوم اسحاقیہ کے قدیم فارغ التحصیل علماء میں سے ہیں اور دولت خانہ شیرانی آباد ہے۔

حضرت نے ان کی دینی و مسلکی خدمات کو دیکھ کر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت عطا فرمادی۔ ادارہ سنی دنیا اس عظیم نعمت پر مولانا محمد حنیف کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔

بُرا نفس

ایک صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ حضور ہمارا بچہ لاکھوں کے حساب سے جوا کھیلتا ہے اس نے گھر برباد کر دیا ہے حضرت نے اسکے نجات کیلئے دعا فرمائی۔ میرے دل میں خیال گذرا کہ نفس پرستی بڑی بری چیز ہے۔ نفس کے راستہ پر نہیں چلنا چاہئے۔ پاس میں قصیدہ بردہ شریف کی شرح رکھی ہوئی تھی ہاتھ میں اٹھائی اور یہ شعر سامنے آگیا جس کا ایک مصرع پیش خدمت ہے۔

وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّیْطَانَ وَاعْصِهِمَا

مخالفت کر شیطان اور نفس امارہ کی اور نافرمانی کر دونوں کی۔ شارح مولٰینا ابوالحسنات محمد احمد قادری لکھتے ہیں، "دشمن سے امید خیر خواہی رکھنا غلطی اور ناعاقبت اندیشی ہے........

ان النفس لامارۃ بالسوء، نفس ہمیشہ برے کاموں کا مشورہ دیتا ہے حالانکہ

ہر مشورہ سراسر دھوکہ و فریب ہے۔ (ص ۱۴۳، طیب الوردہ شرح قصیدہ بردہ)

دینی باتیں

محمد امیر الحسن القادری، یتیم خانہ صفویہ کرنیل گنج گونڈہ

(۱) ہر مسلمان مرد و عورت کو بیٹھ کر کھانا پینا چاہیئے۔ کھڑے ہو کر کھانا پینا کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔

(۲) دائیں ہاتھ سے کھانا پینا چاہیئے بلا عذر شرعی بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا کام ہے۔

(۳) ننگے سر کھانا پینا خلاف ادب ہے ایسے ہی ننگے سر پیشاب و پاخانہ جانا منع ہے

(۴) دعوت کھانے کے بعد کھانا وغیرہ میں نقص نکالنا سخت غلطی ہے اور حدیث کے خلاف ہے۔

(۵) کھانا کھانے کے بعد پیالہ، پلیٹ چاٹ لینا سنت ہے۔

(۶) آب زمزم اور وضو کے بچے ہوئے پانی کے علاوہ کسی بھی مشروب شئی کو بیٹھ کر استعمال کرنا چاہیئے۔

(۷) ہر جائز امور سے قبل بسم اللہ ضرور پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ بغیر بسم اللہ کے شیطان شامل ہو جاتا ہے۔۔

(۸) حسد سے بچنا سخت ضروری ہے کیونکہ حسد علم کو کھا جاتا ہے لیکن رشک جائز ہے

(۹) غیبت کرنے سے بچو کیونکہ اپنے سگے مردار بھائی کا گوشت کھانے اور اپنی ماں سے ۷۰ بار زنا کرنے سے زیادہ برا ہے۔

(۱۰) کسی بزرگ کے مزار اور چادر شریف کو چومنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ چار ہاتھ فاصلے پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھیں اور واپس پلٹ آئیں کیونکہ اس میں زیادہ ادب ہے۔ (عامۂ کتب)

جس کا کوئی نہیں خدا ہوگا

دل سے جو آپ پر فدا ہوگا
اس پہ الطاف کبریا ہوگا

تاجداروں سے ماسوا ہوگا
ترے کوچے کا جو گدا ہوگا

سرخرو ہوگا حشر کے دن بھی
آپ کا جس کو آسرا ہوگا

یہ بزرگوں سے ہے سنا ہم نے
جس کا کوئی نہیں۔ خدا ہوگا

جو نہ جائے دیار آقا میں
حج ادا ہوگا۔ بے مزا ہوگا

بے وسیلہ خدا نہیں ملتا؟
آپ نے بھی تو یہ سنا ہوگا

(ڈاکٹر) وصی واجدی۔ سرلاہی (نیپال)

حافظ اسرار حسین رضوی کا وصال پر ملال

یہ روح فرسا خبر تمام سنی رضوی نوری حضرات کے لئے غمناک ثابت ہوگی کہ حافظ اسرار حسین صاحب رضوی نوری ۵ ر رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ مطابق ۲۸ ر فروری ۱۹۹۳ء بروز اتوار اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

حافظ صاحب موصوف خاندان اعلیٰ حضرت سے بے حد عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ عرس رضوی شریف کے موقع پر "دفتر معلومات" قائم کرکے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ لوگوں کی سہولیت کے لئے رہائش کے مکانوں کا پتہ۔ گم شدہ سامان و بچوں وغیرہ کا مستقل تین دن اعلان کرتے رہتے تھے۔ نیز اجمیر شریف کے عرس کو جانے والی بسیں جو بریلی شریف سے گذرتی تھیں ان کے زائرین کی سہولیت کیلئے پانی غسلخانوں نیز استنجا خانوں وغیرہ کا انتظام ہر سال بڑی مستعدی اور پابندی سے کرتے تھے بریلی شہر میں نکاح خوانی کے کام کو بھی بخوبی انجام دیتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حافظ صاحب موصوف کی مغفرت فرمائے نیز جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے (آمین)

ادارہ سنی دنیا اور حضور جانشین مفتی اعظم مدظلہ جملہ پس ماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں، اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں بلند درجات نصیب کرے آمین
تمام اہلسنت حضرات سے ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

شریک غم۔ قربان علی رضوی حامدی
۳۱۹ ر گھیر شیخ مٹھو بریلی۔

قارئین سنی دنیا سے گزارش ہیکہ شکایتی خط لکھتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر کریں

عبدالمالک رضوی سیتامڑھی بہار

وقت ھم سے کیا مانگ رہا ھے

"جوش میں ہوش کھونا" سراسر عقلمندی وہوشمندی کے خلاف ہے۔ موجودہ دور میں یہ مقولہ صرف کاغذی اور لسانی ہوکر رہ گیا ہے حالانکہ وقت کی نزاکت فوراً اس پر عمل درآمد ہونے کا اصرار کر رہی ہے۔

اس وقت پورا ہندوستان فرقہ وارانہ فسادات کے جس الاؤ میں جھلس رہا ہے اس کی خونچکاں داستان ہر ابلہ و دانا پر روز روشن کی طرح عیاں ہے اور اسی طرح سے یہ بات بھی بالکل ظاہر و باہر ہے کہ کس گروہ پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔

ایسی نازک صورت حال کے پیش نظر وقت ہم سے کیا مانگ رہا ہے؟ اس پر بھر پور توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ یہیں پر یہ بات بھی ذہن نشیں کر لینی چاہئے کہ انھیں امور کے فقدان کی وجہ سے قوم مسلم یہ دن دیکھنے پر مجبور ہو رہی ہے ورنہ پہلے سے اگر ان باتوں پر دھیان دیا گیا ہوتا تو آج جو حشر ہو رہا ہے اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیل و نہار کی کروٹ میں جو رقت آمیز اور جگر سوز چیخ و پکار اور آہ و فغاں سنائی دے رہی ہے اس کی فریاد رسی کے لئے مندرجہ ذیل امور جلد از جلد اپنانے ہوں گے۔

اتحاد

مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا خیال اسی وقت ذہن میں آسکتا ہے جب کہ مسلمان اپنے تمام آپسی اختلافات و تنازعات کو بالائے طاق رکھ کر مثل موتی کے ایک دھاگہ میں پرو جائیں اور اپنے اتفاق و اتحاد اور یکجہتی و بھائی چارگی سے ایوان باطل میں زلزلہ پیدا کر دیں۔ کیونکہ جب تک آپسی تناؤ اور رسہ کشی کا ماحول برقرار رہے گا۔ مسلمان اسی طرح سے پسے جاتے رہیں گے۔ جب تک واعتصموا بحبل اللہ کی عملی تفسیر نہیں بنیں گے

> **شیخ موسیٰ علی شامی ازھری احمدی علیہ الرحمہ**
>
> **دردیری مدنی**
>
> امام الائمہ، ملت اسلامیہ کے مجدد، نوریقین، اور نورقلب کو تقویت دینے والے یعنی شیخ احمد رضا خاں اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں ان کو قبول ورضوان عطا فرمائے!
>
> (ترجمہ) (الفیوضات الملکیہ، ص ۳۹۲)

اس وقت تک انا فتحنا کے جام شیریں سے لطف اندوز نہیں ہوسکتے۔ اس وقت حالات و واقعات بلا کسی تاخیر کے اس بات کے متقاضی ہیں کہ مسلمان محلہ محلہ اور گاؤں گاؤں اتحادی کمیٹی تشکیل دیں۔ تاکہ شرپسند عناصر سے ڈٹ کر مقابلہ کیا جاسکے۔

قیادت

قیادت کے سلسلہ میں میری حقیر رائے یہ ہے کہ اب قیادت کے مفہوم میں کچھ تبدیلی لانا ہوگی۔ کیونکہ اب تو کسی مخصوص قائد پر اعتماد کرنا خود کو ہلاکت وتباہی کے غار عمیق میں ڈھکیلنا ہے۔ حوادث زمانہ کی نیرنگیاں ہمیں اتنے تجربات عطا کرچکی ہیں جن کے تناظر میں ہم اپنے قائدین کے بے نقاب چہرے مشاہدہ کرسکتے ہیں۔ لہٰذا فی الوقت ضروری ہے کہ اتحاد واتفاق کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی خوب اچھی طرح سوچ لیں کہ اب قیادت کی ذمہ داری ہمارے کاندھوں پر ہے۔ اور پھر اسے آخری دم تک بحسن و خوبی پایۂ تکمیل تک پہونچانے کا عزم مصمم کرلیں۔ نیز اس سے کسی ظاہری نفع کی قطعی کوئی امید نہ رکھیں بلکہ اس ذمہ داری کو اپنا فریضہ سمجھیں اور خالص لوجہ اللہ اس نیک کام میں پیش پیش رہیں۔

تدبر و تفکر

ہندوستان کے موجودہ ماحول سے نبرد آزما ہونے کے لئے آدمی تدبر وتفکر اور دور اندیشی و باریک بینی سے کام لے ورنہ لمحہ کی غلطی کی سزا صدیوں بھگتنا پڑے گی۔ کہیں کے حالات سے متاثر ہوکر جوش میں آجانا اور پھر سربکف ہوکر میدان کارزار میں اتر جانا کسی بھی طرح سے کار دانشمندی نہیں کہا جا سکتا۔ ایک قدم اٹھانے سے پہلے اس کے انجام پر دس مرتبہ ٹھنڈے دل سے غور کر لینا ازحد ضروری ہے۔ ورنہ بغیر سوچے سمجھے کانٹوں پر قدم رکھنے کا ثمرہ سوائے چھبنے کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ اور پھر اس وقت جب کہ خلش دل کی اتھاہ گہرائیوں تک پہونچ جائے بار ندامت اٹھانا امر لا حاصل اور کار لغو تصور کیا جائے گا۔ لہٰذا اس وقت ژرف نگاہی اور تعمق بینی سے کام لینا وقت کی اہم مانگوں میں سے ایک ہے

تحفظ

کسی سے امن و تحفظ کی بھیک کیا لینا
خود اپنے آپ میں اپنی سلامتی ڈھونڈو
کسی کا دست نگر رہ کے کچھ نہ پاؤ گے
فراز اپنے ہی بازو پہ اعتبار کرو
——— فراز مبارکپوری

آج وقت کی یہ صدا واضح طور پر یہ سنائی دے رہی ہے کہ ہر انسان محافظ کی صورت میں سامنے آئے۔ اب اس روئے زمین پر سوائے خدا کے کوئی کسی کا محافظ و نگہبان نہیں۔ اس داعیہ کے پیش نظر امت مسلمہ کے ایک ایک فرد اب یہ پختہ ارادہ کرلے کہ تن تنہا مجھے دس آدمیوں کی حفاظت کرنی ہے۔ لیکن مجھے کسی کی محافظت کی ضرورت و حاجت نہیں۔ جب یہ تمنا سودا اپنے قلب میں موجزن ہوگی تو پھر ظفر و نصرت اور فتح و کامرانی قدم چومتی نظر آئے گی۔ فوز مبین بغلگیر اور سعادت و نیک بختی کا تاج زریں روشن و تاباں نظر آئے گا۔ آج تک مسلمانوں نے دوسروں کو محافظ تصور کیا۔ انھیں اپنا حاکم و محکم خیال کیا۔ اس سے جو نتیجہ برآمد ہوا آنکھوں کے سامنے ہے۔

اب مسلمانوں کو ہمت و حوصلہ اور اخلاص وللّٰہیت کے جذبۂ بے کراں سے سرشار ہو کر میدان عمل میں اترنا ہوگا۔ اپنے اسلاف کی درخشندہ و تابندہ تاریخ دہرانا ہوگی۔ شجاعت و بہادری اور دلیری و جواں مردی دکھانی پڑے گی۔ لیکن ان سبھوں کے ساتھ ساتھ تدبر و تفکر اور اتحاد و اتفاق کا دامن مضبوطی سے تھامنا ہوگا۔

واللہ ہادی الی سبیل الرشاد

منقبت در شان خواجہ معین الدین

حکیم محمد ادریس خاں قادری بریلوی سے

خواجۂ خواجگاں معین الدین
رحمت دو جہاں معین الدین

قبلۂ مومناں معین الدین
کعبۂ زاہداں معین الدین

نور چشم رسول جان بتول
فخر پیغمبراں معین الدین

ناؤ منجدھار میں، طلاطم ہے
یا معین الزماں معین الدین

خواجۂ ہند الولی دہائی ہے
لو بچا ناقصاں معین الدین

نہ سنو تم تو کون ہے میرا
حامئ بے کساں معین الدین

کل جہاں میں ہے فیض آل رسول
فیض بخش جہاں معین الدین

حور و غلماں ملک ہیں خدمت پر
روضۂ ضو فشاں معین الدین

قادری اور وصف آل رسول
میں کجا اور کہاں معین الدین

ادارہ
جہاں نما

"تعمیر ادب" میں اغلاط کی نشاندہی

خورشید بکڈپو امیٹی ہاؤس متصل ڈاکخانہ امین آباد لکھنؤ ۱۸ نے کتاب تعمیر ادب (مصنفہ حضرت بدر العلماء مولانا شاہ بدر الدین احمد قادری رضوی علیہ الرحمہ) کی اشاعت کی ہے۔ جس میں کتابت و طباعت کی بے شمار غلطیوں کے ساتھ ایک زیادتی اس ناشر نے یہ بھی کیا ہے کہ تعمیر ادب قاعدہ کے آخری صفحہ کے پشت پر اپنی طرف سے ایک مضمون (دعا)۔

"لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری"

کا اضافہ کیا ہے۔ اور تعمیر ادب حصہ دوم ص ۳۲۔ مضمون "چار یار"، کی سرخی لکھ کر اس پر اپنی طرف سے رضا کا اشارہ کیا ہے جو شرعاً جائز نہیں ہے۔ اور ظلم پر ظلم یہ کہ اسی حصہ دوم کے ص ۲۹۔ پر "ریل گاڑی" والے مضمون میں ریل کی تصویر چھاپ کر اپنی طرف سے ڈرائیور اور مسافروں کی تصویر چھاپ دی ہے۔ اور آخر میں کتاب کی پشت پر ایک نظم کا اضافہ بھی کر دیا ہے اور اسی طرح دانش بکڈپو چوک ٹانڈہ فیض آباد والے ناشر نے کتابت وطباعت میں دھاندھلی سے کام کرتے ہوئے ایک جرم یہ کیا کہ تعمیر ادب قاعدہ میں "ج" سے جال چھاپ کر اس میں اپنی جانب سے مچھلیوں کی تصویر بنائی۔ اسی طرح ہندستان کے اکثر ناشرین دھاندھلی سے کام لے رہے ہیں۔ کتابت میں بے شمار غلطیاں، کاغذ ردّی، قیمت زیادہ۔

میں تمامی متعلقین و مریدین و متوسلین و تلامذہ حضرات سے پُرزور گزارش کر رہا ہوں کہ حضرت علیہ الرحمہ کی جملہ تصنیفات کے حق طباعت کو محفوظ کرائیں ورنہ کتاب کی افادیت بالکل مجروح ہو کر رہ جائے گی۔

منجانب مدرسہ رضویہ اہل سنت بدر الاسلام مقام مانا پار بیریا ڈاکخانہ حسین آباد گرنٹ اترولہ۔ ضلع گونڈہ۔ ۲۷۱۶۰۴

عرس صدر الشریعہ

حسب سابق امسال بھی، فقیہ اعظم ہند صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمۃ و الرضوان کا عرس مقدس ۱، ۲، ذوقعدہ

مطابق ۲۴ر ۲۵ر ۲۶ر اپریل ۹۲ء کو منعقد ہوا۔ عرس کی تمام تقریبات اپنے اپنے وقت کے مطابق بحسن و خوبی اختتام پذیر ہوئیں۔ ہزاروں عقیدت مندوں نے عرس مقدس میں شرکت کی۔ اجلاس میں طلبائے جامعہ امجدیہ کا عربی پروگرام بھی پیش کیا گیا۔ علامہ مفتی شریف الحق امجدی، عزیز ملت مولانا عبدالحفیظ صاحب قبلہ اور فیض العارفین مولانا غلام آسی پیا صاحب قبلہ، مفتی محمود اختر وغیرہ نے شرکت فرمائی۔
(علاء المصطفیٰ قادری جامعہ امجدیہ گھوسی)

یک روزہ جلسۂ سیرت النبیٔ اکرم

۲۴ر شوال ۱۴۱۲ھ کو سرزمین نوڈیہا شریف میں یک روزہ جلسۂ سیرت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انعقاد ہوا۔ جس میں مقرر خصوصی کی حیثیت سے علامہ مولانا اظہر القادری صاحب سیتا مڑھی حضرت مولانا رئیس القادری رہتاس مولانا قاری تاج الدین خوشتر روہتاسی جناب منہاج الدین رضوی صاحب نے شرکت فرمائی۔ قاری خوشتر روہتاسی نے بڑے پیارے انداز میں بارگاہ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم میں نعت پاک پیش فرمائی جس سے مجلس میں بیداری اور روح تازگی پیدا ہوئی۔

حضرت مولانا اظہر القادری صاحب نے بڑے ہی مجاہدانہ انداز میں وقت کی طاغوتی قوت کا مقابلہ کرنے کا پیغام دیا اور فرمایا کہ اگر اللہ کے مقرب بندوں کی طرح زندگی گزاری جاتے تو پورے عالم میں ایک انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔
(محمد علاء الدین سکریٹری مدرسہ ضیاء العلوم نوڈیہا شریف رہتاس بہار)

عرس عظیم ملت

۴ر ۵ر ۶ر ۷ر اپریل ۱۹۹۲ء کو برصغیر کے عظیم رہنما، عارف باللہ صوفی سید شاہ عظیم الدین المعروف جامع مسجد والے بابا کا چوتھا سالانہ عرس عظیم ملت انتہائی تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔ جس میں گجرات اور بیرون گجرات کے ہزاروں علماء، فضلاء، دانشوروں، ادیبوں اور عقیدت مندوں نے تمام پروگرام میں شرکت کرکے اپنی نیازمندی اور غلامی کا ثبوت پیش کیا۔
قاری شبیر احمد اشرفی، غلام احمد ضیاء، مولانا سید شرف الدین ہاشمی، مولانا محمد مستقیم نعیمی، مولانا کلیم اشرف جائسی، حافظ چھوٹے میاں قادری، مولانا اکبر حسین، علامہ اعجاز کامٹوی، بابا امیر الدین وغیرہ نے شرکت کی۔

مورخہ ۷؍ اپریل بروز بدھ صبح ۹؍ بجے قرآن خوانی اور قل شریف کے بعد تقریباً ایک بجے میلاد شریف اور صلوٰۃ و سلام پر حضور بابا معین الدین سجادہ نشین آستانۂ قادریہ رفاعیہ محمودیہ کی نورانی دعا پر عرس عظیم ملت کی چار روزہ تقریبات اپنے نقطۂ اختتام پر پہونچیں (بابا معین الدین سجادہ نشین آستانۂ قادریہ رفاعیہ محمودیہ خانقاہ اہلسنت بڑودہ)

"معلم کائنات کانفرنس" شاہجہانپور

۴؍ اپریل۔ محلہ لکھرا کلاں میں ایک عظیم الشان علمی و دینی درسگاہ کے قیام کے پاک اور اعلیٰ مقصد کے تحت ایک یادگار اور تاریخی جلسہ بعنوان معلم کائنات کانفرنس انعقاد پذیر ہوا۔ جس میں کثیر تعداد میں اطراف و اکناف کے ممتاز و جلیل القدر علماء و مشائخ، ائمہ مساجد اور معززین شہر نے شرکت کی۔ سامعین کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ اس کانفرنس کی خاص بات یہ تھی کہ مقررین کو اشعار کی صورت میں موضوعات دیئے گئے تھے چنانچہ بعد تلاوت قرآن کریم پہلی تقریر جامع مسجد کے امام و خطیب حضرت مولانا حضور احمد منظری کی ہوئی۔ آپ کی تقریر کا موضوع یہ شعر تھا ے

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

محمد اکرم ٹانڈوی، مولوی مختار احمد صابری، مولانا عبدالجبار رضوی اور مفتی محمد اعظم صاحب نوری نے بھی شرکت کی۔

مولانا مفتی محمد اعظم صاحب نوری نے مدرسہ کا نام "دارالعلوم رضائے مصطفیٰ" تجویز فرمایا۔ اس موقع پر جناب مسعود خاں صاحب ممبر نگر مہاپالیکا نے خاص محلہ کے اندر مدرسہ کی تعمیر کے واسطے تقریباً ۲۰۰؍ گز زمین دینے کا اعلان فرمایا۔

بانی مدرسہ جناب قاضی سید شباب میاں نے حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور حضرت مفتی صاحب قبلہ کی دعاء پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

فیاض بیگ قادری
تارین ٹکلی۔ شاہجہانپور۔ یو۔پی

عرس محسن ملت و جشن دستار فضیلت

۱۹؍ ۲۰؍ فروری ۱۹۹۳ء کو ہر سال کی طرح امسال بھی عرس محسن ملت کی ضیاء باریاں اور جشن دستار فضیلت کی رونق افروزوں سے مدرسہ اصلاح المسلمین و دارالیتامیٰ راتے پور کے

در و دیوار جگمگا اٹھے۔ محسن ملت حضرت مولانا شاہ محمد حامد علی صاحب فاروقی علیہ الرحمۃ والرضوان جو سرکار اعلیٰحضرت کے قابل فخر شاگرد اور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔

عرس کے مقدس موقع پر دور دراز کے آتے ہوتے مہمانوں کو خطاب فرماتے ہوتے مولانا ظہیر الدین صاحب ایڈیٹر استقامت نے فرمایا۔ کہ پورے مدھیہ بھارت میں جہاں گزر جاتے حضرت محسن ملت کی خدمات کے روشن و تابناک نقوش مردہ روحوں میں نئی زندگی پیدا کرتے نظر آئیں گے۔

اس مقدس موقع پر مولانا منصور عالم صاحب اشرفی نے نظامت کے فرائض انجام دیتے اور مولانا قاری محمد عمران اصلاحی اور مولانا محمد یعقوب قیصر نے منقبت پیش کرکے سامعین کو مسحور فرمایا۔

علماء حفاظ و قراء کو دستار فضیلت سے نوازا گیا۔ آخر میں بعد صلوٰۃ وسلام جانشین محسن ملت مولانا محمد علی صاحب قبلہ فاروقی کی دعاؤں پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

عبدالقادر بربہانی
مدرسہ اصلاح المسلمین مسلم یتیم خانہ رائپور (ایم۔پی)

جامعہ مدینۃ العلوم کا انتخاب جدید

جامعہ مدینۃ العلوم بھکولی شریف ضلع مظفر پور کے انتخاب جدید کے لئے ایک میٹنگ مورخہ ۱۱ر اپریل ۹۲ء زیر صدارت علامہ حامد القادری المصباحی منعقد ہوئی جس میں جناب محمد اسرائیل تیغی صدر، ماسٹر عبدالحکیم تیغی نائب صدر، عبدالباری تیغی سکریٹری، عین الحق تیغی نائب سکریٹری اور مولانا محمد ہاشم مصباحی خازن مقرر ہوئے۔

نئی کمیٹی نے نئے حوصلہ کے ساتھ ترقی کے کاموں میں پیش رفت کا آغاز کر دیا۔

(محمد شمیم رضا مصباحی)

تصانیف اعلیٰحضرت کی اشاعت کا پروگرام

برادران اسلام اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں نے کم وبیش ایک ہزار کتابیں تصنیف کی ہیں۔ بہت سی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں اور بہت ابھی باقی ہیں۔ اس لئے دارالعلوم مخدومیہ لطیفیہ کے حساس مدرسین و اراکین نے اعلیٰحضرت کی تصنیف کردہ کتابوں کی اشاعت کا پروگرام بنایا ہے۔ انشاءاللہ بہت ہی جلد اس کو عملی جامہ پہنایا جائے گا۔

شائقین حضرات اس پتے پر رابطہ قائم کریں۔
شکیل احمد رضا خاں صدر المدرسین دار العلوم مخدومیہ لطیفیہ رگھوراج نگر ٹکھری ضلع گونڈہ یوپی

شراب اور اس کے نقصانات

شراب اور اس کے نقصانات پر مشتمل یہ کتاب دار العلوم قادریہ چریا کوٹ کے شعبہ اشاعت کی طرف سے شائع کی گئی ہے جو حضرات ضرورت محسوس کریں۔ ۵ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر بذریعہ ڈاک حاصل کریں۔ یہ کتابچہ اردو کے علاوہ ہندی میں بھی شائع کیا جارہا ہے۔
مینیجر دار العلوم قادریہ چریا کوٹ
ضلع مئو ۲۷۶۱۲۹۔ یو۔پی

مدرسہ رضویہ سیتا مڑھی

بلاشبہ اس پُرفتن دور میں سنی دینی مدارس کا قیام بہت ضروری ہے۔ اس وقت اور ضروری ہوجاتا ہے جب کہ باطل فرقے دیوبندیت، وہابیت، نجدیت اپنے پاؤں جمارہے ہوں۔ پورے سیتا مڑھی شہر میں وہابیت نجدیت کا تسلط ہے۔ سنیوں کا کوئی ادارہ نہیں ہے جو اس کی سرکوبی اور ڈٹ کر مقابلہ کرے۔ انہیں باتوں کے پیش نظر محسن ملت پیر طریقت مولانا نور الدین خاں صاحب قبلہ نے ایک مدرسہ بنام مدرسہ رضویہ سیتا مڑھی کے دکھن اپنے آبائی گاؤں رضا نگر ڈمرا ۱۹۸۳ء میں قائم کیا کچھ اپنے لوگوں کی بے توجہی اور غیروں کی ستم ظریفی کی وجہ سے ادارہ ہذا کما حقہٗ ترقی نہیں کر پارہا ہے۔ اس لئے تمام سنی بھائیوں سے اپیل ہے کہ ادارہ ہذا کی امداد فرماکر مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ پتہ
محمد ریحان رضا خاں اختری
خادم مدرسہ رضویہ رضا نگر ڈمرا سیتا مڑھی بہار

الجامعۃ الاسلامیہ میں جشن دستار فضیلت

۷ر فروری کو الجامعۃ الاسلامیہ رامپور میں بارہواں جشن دستار فضیلت منعقد ہوا۔ آج صبح ۱۰ر بجے سے اعلان کے مطابق جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس مبارک موقع پر علماء و مشائخ دانشوران قوم، بہی خوان جامعہ اور ہزاروں مسلمانوں نے شرکت فرمائی۔ مہمان خصوصی پیر طریقت الحاج سید محفوظ علی میاں صاحب قادری تھے۔ اس ادارہ کے سرپرست جانشین حضور مفتی اعظم دامت برکاتہم نے اس بزم کی رونق کو دو بالا فرمایا۔ ان کے علاوہ قابل ذکر حضرات ہیں۔ شاہ فرحت احمد خاں صاحب جمالی رام پور، حضرت سید چراغ علی میاں صاحب رام پور،

پیر طریقت حضرت سید صادق علی میاں صاحب جمالی ٹانڈہ چھنگا اور حضرت مولوی محمد ضیاء الدین خاں صاحب نقشبندی جمالی جماعتی خلیفہ۔ مجاز حضور قبلہ عالم امیر ملت مولانا نور الدین صاحب نظامی، قاری محمد راشد صاحب مجددی تقریری پروگرام میں مولانا محمد حنیف صاحب رضوی رامپوری نطیعی رتن پوری، علامہ صغیر احمد صاحب رضوی جوکھن پوری، علامہ مختار احمد صاحب رضوی بہیڑوی، نے اپنی مدلل تقریروں سے سامعین کے دلوں کو گرمایا اور فی زمانہ مسلمانوں کی زبوں حالی کے اسباب پر روشنی ڈالی۔ تقریباً ۲ر بجے اس سال کے فارغ ہونے والے طلبہ میں تین علماء، پانچ حفاظ اور ایک قاری کو دستار بندی مشائخ و علماء کرام کے مقدس ہاتھوں سے عمل میں آئی۔ یہ روح پرور منظر قابل دید تھا۔ جشن مبارک سوا دو بجے دن صلوٰۃ و سلام اور جانشین مفتی اعظم ہند کی دعا پر اختتام پذیر ہوا۔

الجامعۃ الاسلامیہ رامپور نے اپنی بارہ سالہ کارکردگی میں ۳۶ر علماء کرام اور ۶۲ حفاظ و قراء قوم کو دیئے جو ملک کے مختلف حصوں میں دین متین کی نمایاں خدمت انجام دے رہے ہیں۔

(ڈاک سے)

اسلامی اخلاق و آداب

مصنفہ صدر الشریعہ صاحب بہار شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان کا نیا ایڈیشن منظر عام پر آگیا ہے۔ ضرورت مند حضرات اور تاجرین کتب ذیل کے پتے پر رابطہ قائم کریں

مجلد، عمدہ کاغذ قیمت صرف ۴۸/=

المجمع الاسلامی، فیض العلوم محمد آباد گوہنہ ضلع متو (یو۔پی) ۲۷۶۴۰۲

معذرت نامہ

سنی دنیا کے پسند احباب کو دو ماہ کے وقفہ سے ماہنامہ سنی دنیا موصول ہوا ہے۔ یہ شمارہ اپریل مئی اور جون ۹۳ء کا مشترکہ شمارہ ہے۔ تاخیر کی وجہ یہ ہوئی کہ مدیر "سنی دنیا" مولانا محمد شہاب الدین رضوی کی طبیعت ناساز ہوگئی اور دیگر ذمہ دار لوگ بھی اپنے اپنے گھر گئے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے رسالہ تاخیر سے شائع ہوا۔ ادارہ قارئین سنی دنیا سے معذرت چاہتا ہے۔ اور امید رکھتا ہے کہ اپنا تعاون ماضی کی طرح مستقبل میں بھی جاری رکھیں گے اور اب ہر ماہ وقت سے پیشتر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔ (انشاءاللہ)

(ادارہ)

قادری اکیڈمی رامپور کی قابل قدر پیشکش

مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد سوم
احادیث رسول کا بے نظیر مجموعہ ہے۔ مفتی احمد یار خاں علیہ الرحمہ نے بامحاورہ اردو ترجمہ اور شاندار تشریحات پیش کرکے کتاب ہذا کی افادیت میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ ریگزین کی خوبصورت وپائیدار جلد، حسین طباعت صفحات ۸۰۰ ہدیہ ۸۰؍ روپیہ۔

گیارھویں شریف
اس کتاب میں جہاں گیارہویں شریف کے جواز واستحسان کے دلائل اس کے فوائد ومنافع اور فاتحہ کے ذبیحہ کی حلت پیش کی گئی ہے۔ وہیں مصنف کتاب ہذا حضرت علامہ مفتی شاہ محمد سلامت اللہ مجددی علیہ الرحمہ نے ان لوگوں کو کافر بھی لکھا ہے جو گیارہویں شریف کرنے والوں کی تکفیر اور فاتحہ ذبیحہ کی حرمت کے قائل ہیں ہدیہ ۷/

مظہر جمال
مفتی سید شاہد علی رضوی رامپوری نے اس کتاب میں حضرت حافظ شاہ جمال اللہ قدس سرہٗ اور آپکے اجداد کرام کے جو حالات متفرق تذکروں میں تھے۔ ان سب کو یکجا کر دیا ہے۔ حافظ صاحب اور ان کے اجداد کرام و آبائے عظام کے حالات پر مشتمل ایک مستند اور جامع تذکرہ ہے۔ قیمت ۱۰؍ روپیہ

حیات جمال اللہ
صوفی عبدالقدیر میاں جمالی کی تصنیف ہے۔ جو حضرت حافظ شاہ جمال اللہ قدس سرہٗ کے حالات، تعلیمات کرامات پر مشتمل مختصر لیکن نہایت جامع تذکرہ ہے۔ ہدیہ ۵/

سامان بخشش
حضور مفتیِ اعظم قدس سرہٗ کا عشق وعرفان، محبت وعظمت رسول سے بھرا مکمل نعتیہ کلام ہے۔ ابتدائے کتاب میں مفتیِ اعظم کی سوانح پر مشتمل ایک جامع مقالہ بھی موجود ہے ہدیہ ۱۰/

نماز کا آسان طریقہ ہندی
علامہ شفیع احمد اوکاڑوی کی نماز اور دیگر مسائل پر مشتمل نہایت جامع کتاب ہے جو ۶۴؍ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہندی داں طبقہ کے لئے اسے ہندی زبان میں شائع کیا گیا ہے۔ ہدیہ ۳/۵۰

مسائل تثویب وتکبیر
مفتی سید شاہد علی رضوی کی مسئلہ صلوٰۃ وتکبیر پر نہایت مدلل جامع دو کتابیں ہیں جنھیں سہولت کے پیش نظر انتہائی خوب صورت انداز میں یکجا کرکے طبع کرایا گیا ہے۔ ہدیہ ۷/

مقررین، طلبا، مدارس اسلامیہ اور تاجران کتب کو ۵۰؍ فیصد کمیشن پیش کیا جائے گا۔ جلد رابطہ کریں۔

پتہ:۔ (مولانا) محمد فاروق رضا رضوی، قادری اکیڈمی وہاب مارکیٹ بنگلہ آزاد خاں رامپور ۲۴۴۹۰۱ (یوپی)

The Monthly Sunni Dunia Bareily
Regd. No. XI 7 (82) Vol-3, Annual Subscription Rs. 60/-
Per Copy Rs. 6/- Regd. PO No. B.R./199/92